

معجزات آل محمدؐ

(آئمہ اہل بیت کے معجزات پر مبنی کتاب ”مَدِينَةُ الْمَعَاجِز“ کا ترجمہ)

حصہ اول

تالیف

علامہ سید ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجت الاسلام مولانا محمد حسن جعفری

دار الفکر بیروت

معجزات آلِ محمدؐ

(حصہ اول)

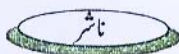
(معجزاتِ آئمہ پر مشتمل مشہور کتاب مَدِیْنَةُ الْمَعَاْجِز کا ترجمہ)

تالیف

آیت اللہ ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجتہ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری ایم اے



ادارہ مشاعہ صالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاں بیگ، ملتان روڈ، لاہور۔ فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

نام کتاب :	معجزات آل محمد (حصہ اول)
تالیف :	آیت اللہ ہاشم المحرانی
ترجمہ :	مولانا محمد حسن جعفری ایم اے
اہتمام :	مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم
کمپوزنگ :	ادارہ منہاج الصالحین لاہور
کمپوزر :	سید حیدر زیدی
اشاعت :	مئی 2004ء
ہدیہ :	200 روپے

طے کاچ

ادارہ منہاج الصالحین

دکان نمبر 20، فسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار

لاہور - فون: 7225252

فہرست

- 15 ○ معجزوں کا شہر
- 17 ○ کچھ اپنی زبان میں
- 18 ○ آپ کے مشائخ و اساتذہ
- 19 ○ آپ کے تلامذہ
- 21 ○ آپ کی تالیفات

پہلا باب

- 28 ○ معجزات امیر المومنین علی علیہ السلام پر مشتمل ہے
- 29 ○ حضرت کی ولادت باسعادت کا معجزہ
- 36 ○ لفظ امیر المومنین کا اختصاص
- 42 ○ روز طائف اللہ نے حضرت علیؑ سے سرگوشی کی
- 44 NB ○ مقام شب معراج
- 51 ○ "آپ کو فرشتوں کے محاکمہ کے لیے جبریلؑ کا آسمان پر لے جانا
- 51 ○ جبریل و میکائیل و اسرافیل اور دوسرے فرشتوں کا حضرت کو سلام کرنا
- 53 ○ آسمانی فرشتے حضرت علیؑ کو جانتے پہچانتے ہیں

- 61 ○ پانی پر موکل فرشتے کا حضرتؑ کو سلام کرنا
- 62 ○ ایک اور فرشتے کا حضرتؑ پر سلام کرنا
- 62 NB بدر و احد میں ”لأسیف الا ذوالفقار“ کی منادی
- 64 NB حضرت علیؑ اپنے گھر پر جبریلؑ کے قدموں کی آہٹ سنا کرتے تھے
- 64 NB منبر پر بیٹھ کر جبریلؑ کو پہچان لینا
- 65 ○ وہ ناقہ جو حضرتؑ نے جبریلؑ سے خریدی اور میکائیلؑ کے ہاتھ فروخت کی
- 73 ○ قمیص ہارونؑ جو حضرتؑ کو اللہ نے ہدیہ میں بھیجی
- 74 ○ وہ گھوڑا جو خدا کی طرف سے آپؐ کو بطور ہدیہ عطا ہوا
- 74 NB زمین کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا
- 75 NB ابلیسؑ کی طرف سے فضیلت علیؑ کا اعتراف
- 80 ○ ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس کا واقعہ
- 89 NB اژدہا کی شکل میں حضرتؑ کے پاس آنے والا جن
- 90 NB اژدہا کی شکل میں آنے والا ایک اور جن
- 91 ○ گوشہ مسجد سے برآمد ہونے والے ایک سانپ کا واقعہ
- 92 ○ باب فیل سے آنے والے اژدہا کا واقعہ
- 93 NB موسیٰ و ہارونؑ کی مدد کرنے والا سلطان کون تھا؟
- 94 ○ عطفہ جن کا واقعہ
- 98 ○ آسمان سے اترنے والا جام
- 103 NB حضرتؑ کے وضو کے لیے جنت سے پانی کا آنا
- 105 NB درخبر اکھاڑنا

- 106 ○ ایک کاہنہ اور ایک یہودی عالم نے خیبر کی تباہی کی پیش گوئی کی تھی
- 113 NB ○ حدیث بساط اور اصحاب کہف سے گفتگو
- 120 NB ○ سرزمین بابل پر سورج کا حضرت کے لیے پلٹنا
- 124 NB ○ مدینہ میں حضرت کے لیے سورج کا پلٹنا
- 126 NB ○ سورج کا حضرت سے ہم کلام ہونا اور آپؐ پر سلام کرنا
- 131 NB ○ کسریٰ کی کھوپڑی کا حضرت سے کلام کرنا
- 136 NB ○ ایک اور کھوپڑی کا حضرت سے گفتگو کرنا
- 138 NB ○ مُردوں کا زندہ کرنا
- 141 NB ○ سام بن نوح کو زندہ کرنا
- 141 NB ○ وصی موسیٰ کے ساتھ حضرت کی گفتگو
- 142 NB ○ وصی عیسیٰ کے ساتھ گفتگو
- 142 NB ○ ایک مُردہ کو زندہ کرنا
- 144 ○ اُم فروہ انصاریہ کو زندہ کرنا
- 145 ○ اپنے ایک مددگار کو زندہ کرنا
- 145 NB ○ سلیمان بن داؤد سے ہم کلام ہونا
- 149 ○ مدرکہ کو زندگی دلانا
- 155 ○ جلندی سے گفتگو
- 156 NB ○ سلمان کی موت کے بعد اس سے گفتگو
- 157 NB ○ گناہ گار محبت کا واقعہ جسے آگ نہ جلا سکی
- 159 ○ ایک کتے کا ناصبی کو زخمی کرنا

- 161 ○ سوسمار کا گواہی دینا
- 163 ○ ایک بھیڑیے کا حضرتؑ پر سلام کرنا
- 164 ○ ایک شیر کا حضرتؑ پر سلام کرنا
- 165 ○ ایک اور شیر کی حضرتؑ سے گفتگو
- 167 ○ جنات سے ایک یہودی کا مال واپس کرانا
- 170 ○ سرکش جانوروں کا رام کرنا
- 172 AB ○ آپؐ کی بددعا سے انسان کتابن گیا
- 174 ○ حدیث طیر
- 177 ○ نبوت اور علم کے دو انار
- 178 ○ ایک دینار اور آسمانی خوان
- 180 ○ آسمانی انار
- 182 ○ مسجد کے ستون سے انار برآمد ہونا
- 182 ○ جنت کی کھجوریں
- 186 ○ نبیؐ و وصیؑ کے یکساں معجزات
- 196 ○ نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے لیے بادل سے غذا اور پانی کا نازل ہونا
- 197 ○ ”صحیفانی“ کھجوروں کی وجہ تسمیہ
- 200 ○ ولایت علیؑ کے منکر پر آسمان سے پتھر کا گرنا
- 202 ○ شیر کا گلہ بانی کرنا
- 205 ○ ایک اونٹ کا حضرتؑ سے کلام کرنا
- 206 AB ○ اقرار ولایت کی برکت

- 208 ○ نقش انگشتری
- 211 NB ○ درخیر کا اکھاڑنا
- 212 NB ○ علیؑ کی تلوار کا وزن
- 213 ○ جنگ صفین
- 215 NB ○ علیؑ کا نام اسم اعظم ہے
- 216 NB ○ علیؑ کا نام وہ پارس ہے جس سے پتھر بھی سونا بن جاتا ہے
- 217 ○ سنگریزوں کا جواہر بننا
- 218 NB ○ محمدؐ و آل محمدؑ کے واسطہ کی تاثیر
- 220 NB ○ شبِ ہجرت علیؑ کے ایثار پر خدا کا ملائکہ پر مباہات کرنا
- 221 ○ حضرتؑ کے لشکر کے لیے غیب سے سامانِ رسد کا پہنچنا
- 222 ○ حضرتؑ کا چٹان ہٹا کر پانی برآمد کرنا اور راہب کا اسلام قبول کرنا
- 225 ○ مقامِ براٹا پر ایک راہب کا مشرف بہ اسلام ہونا
- 226 ○ چٹان ہٹا کر چشمہ را حوما کا برآمد کرنا اور راہب کا اسلام لانا
- 228 ○ چٹان کا ظاہر کرنا
- 230 ○ عمار کے لیے خزانہ ظاہر کرنا
- 231 ○ حبابہ والبیہ کا واقعہ
- 233 ○ حضرتؑ کے نشانات
- 234 ○ پہاڑ سے سات اونٹنیوں کا ظاہر کرنا
- 237 ○ پہاڑ سے اسی اونٹنیوں کو برآمد کرنا
- 239 ○ وعدہ رسولؐ کے تحت ابوالصمصام عبسی کو اسی اونٹنیاں دینا

- 246 AB سلمان کو عالم بالا کی سیر کرانا ○
- 251 AB حضرت کے ہاتھوں پر لوہے کا موم ہونا ○
- 251 شب معراج کا واقعہ ○
- 255 AB سلمان فارسی کی تجہیز و تکفین کے لیے باعجاز امامت مدائن جانا ○
- 255 ایک درزی کو فی الفور حافظ قرآن بنانا ○
- 256 AB ذوالفقار کا حضرت سے ہم کلام ہونا ○
- 257 آپؐ کا ”یغوث“ کو قتل کرنا ○
- 258 مہد میں اثر در کو چیرنا ○
- 259 راہب کا حضرت ابوطالب کو آپؐ کی ولادت کی بشارت دینا ○
- 260 AB آپؐ ہر شخص کو دیکھتے ہی پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا کافر ○
- 260 آپؐ تمام مومنین کے احوال کی واقفیت رکھتے ہیں ○
- 261 AB دریائے فرات کا بارہ حصوں میں تقسیم ہونا اور مچھلیوں کا آپؐ پر سلام کرنا ○
- 262 جنگ نہردان سے قبل اس کا نتیجہ بیان کرنا ○
- 262 خشک نان جویں کا لذیذ طعام میں تبدیل ہونا ○
- 263 ایک یہودی کو زندہ کرنا اور اس کا اپنے مال کے متعلق بتانا ○
- 265 منجم سے گفتگو اور اس کے سامنے سونے اور سانپ کو برآمد کرنا ○
- 267 باکرہ لڑکی کے شکم سے لوتھڑا برآمد کرنا ○
- 271 جنات سے جنگ کر کے مفلوج جوان کو تندرست کرنا ○
- 275 حضرت کا عدل اور آپؐ کی شفقت ○
- 278 باپ کی بددعا سے مفلوج ہونے والے کو تندرست کرنا ○

- 279 ○ ایک نابینا عورت کی بینائی کا واپس آنا
- 281 ○ حضرت کی محبت سے بینائی کا لوٹ آنا
- 283 ○ آپ کی دعا کا اثر
- 284 ○ دربارِ معاویہ میں ضرار نے حضرت کی سیرت بیان کی
- 285 ○ بزر ذات العلم میں جنات کے ساتھ جنگ کرنا
- 287 NB ○ حضرت کا زمین سے باتیں کرنا
- 289 ○ حضرت کے فرمان پر فرات کی طغیانی کا ختم ہونا
- 289 ○ دو کبوتروں کی گفتگو
- 290 ○ وَكُلُّ هَمِيٍّ اَخْصِيْنَا فِي اِيَّامِ مُبِيْنٍ کے مصداق آپ اور آمنہ ہدیٰ ہیں
- 292 ○ حضرت کا علمی تجربہ
- 293 NB ○ رسول اکرم اور حضرت علیؓ موسیٰ و خضر سے بڑے عالم ہیں
- 294 ○ ”ذوالنذیہ“ کے قتل کی اطلاع دینا
- 297 ○ خالد بن عرفطہ کے متعلق خبر دینا
- 298 ○ میثم تمار کو شہادت کی خبر دینا
- 300 ○ رشید بصری کو شہادت کی خبر دینا
- 302 ○ مقتل حسینؓ کی نشان دہی
- 307 ○ اشعث کو خبر دینا کہ حجاج اسے ذلیل کرے گا
- 307 ○ محمد حنفیہ کی والدہ خولہ حنفیہ کا واقعہ
- 314 ○ حضرت شہر بانو کا واقعہ اور زین العابدینؓ کی ولادت کی پیشین گوئی
- 315 ○ ایک نصرانی عالم کا دلچسپ مباحثہ

- 321 AB ○ حضرت عیسیٰ کے ایک صحابی کا پہاڑ سے برآمد ہونا
- 324 ○ حضرت کوناسزا کہنے والے خطیب کا انجام
- 325 ○ زیاد کا عذاب الہی میں گرفتار ہونا
- 326 ○ شاتم علیؑ کا اندھا ہونا
- 327 ○ شاتم علیؑ کا انجام
- 328 ○ شاتم علیؑ کا مسخ ہو کر کتاب بن جانا
- 333 ○ حضرت نے اپنے شاتم کی آنکھیں نکال دیں
- 336 ○ مقام ذی وقار میں شامل ہونے والے مجاہدین کی تعداد بیان کرنا
- 337 ○ لشکر میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں سے ہر شخص کے حصہ کی خبر دینا
- 340 AB ○ جگہ بدر میں اترنے والے فرشتے علیؑ کی صورت میں نازل ہوئے
- 341 ○ حضرت کی ملاء اعلیٰ میں شہرت
- 342 ○ حضرت علیؑ اور باقی ائمہ زیر عرش نماز پڑھتے ہیں
- 344 ○ دعائے خضر علیہ السلام
- 344 ○ علیؑ و بتولؑ کی آسمانوں پر شادی
- 348 ○ تزویج کی ایک اور روایت
- 351 ○ خطبہ نکاح
- 360 ○ علیؑ آسمانوں کی زینت ہیں
- 361 ○ حضرت کا نام درج جنت پر مرقوم ہے
- 362 ○ جنت و دوزخ کے دروازوں پر کیا لکھا ہوا ہے؟
- 366 ○ دروازہ جنت کے حلقہ سے ”یا علیؑ“ کی صدا

- 367 ○ حب علیؑ اور جنت
- 370 ○ حوروں کے چہروں کی تحریر
- 371 ○ آپؑ کا نام اشجارِ جنت اور ابوابِ جنت اور ارض و سما پر مرقوم
- 375 NB ○ علیؑ امیر المومنین کہاں کہاں لکھا ہے؟
- 377 ○ حضرت علیؑ کی حقیقی معرفت
- 383 ○ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج علیؑ کے لہجہ میں کلام کی
- 384 ○ آسمانی ندا
- 384 ○ چاند پر حضرتؑ کا نام لکھا ہوا ہے
- 384 ○ عجیب الخلق فرشتے کی جبین پر حضرتؑ کا نام تحریر ہے
- 385 ○ ظہور علیؑ بمقامِ قابِ قوسین
- 385 ○ آپؑ کا باعجاز امامتِ مدائن میں سلمانِ فارسی کا جنازہ پڑھنا
- 387 ○ آپؑ چوتھے خلیفہ ہیں
- 389 ○ ایک سنی عالم کی حقیقتِ بیانی
- 390 ○ حضرتؑ کے گھر میں ستارے کا اُترنا
- 391 ○ حضرتؑ کا ایک فیصلہ
- 394 NB ○ فضائل علیؑ بزبانِ علیؑ
- 402 ○ حبِ علیؑ عظیمِ عبادت ہے
- 403 ○ حضرتؑ کی عطا رسول اکرمؐ کی عطا کے برابر ہے
- 404 ○ حضرتؑ نے امام علیؑ رضا کی شہادت کی خبر دی تھی
- 405 ○ اپنی شبِ ضربت کے متعلق اطلاع دینا

- 406 ○ حضرت اپنے قاتل کو پہچانتے تھے
- 407 ○ اشتیاقِ موت
- 409 ○ اپنے شہرِ شہادت کی تعین
- 409 ○ اپنے مقامِ دفن کی تعین
- 411 ○ اپنی قبر کی نشان دہی
- 413 ○ آپؐ نے عالمِ نزع میں کیا دیکھا؟
- 414 ○ مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ کی ارواح ملک الموت کے تصرف میں نہیں
- 416 ○ حضرت کا حنوط اور کفن اور غسل کا پانی جنت سے آیا
- 419 ○ اپنے ہی جنازہ کی مشالیت
- 420 ○ ملائکہ نے آپؐ کے جنازہ کی مشالیت کی
- 421 ○ حضرت خضرؑ کا آپؐ کو خراج تحسین پیش کرنا
- 424 ○ زمین و آسمان کا آپؐ پر چالیس سال گریہ کرنا
- 425 ○ آپؐ موت کے بعد بھی زندہ ہیں
- 430 ○ جمالِ لعین کا واقعہ
- 434 NB ○ سرِ حسینؑ کی زیارت کے لیے حضرت علیؑ اور انبیاء کا آنا
- 438 ○ آپؐ ہی ”دابة الارض“ ہیں
- 440 NB ○ آپؐ زمانہ رجعت میں تشریف لائیں گے
- 442 NB ○ آپؐ ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں
- 446 ○ سید حمیری نے نزع میں کیا دیکھا؟
- 449 ○ حضرت کا بیک وقت اہلکہ متعددہ میں موجود ہونا

- نجف میں دفن ہونے والا عذاب قبر اور منکر نکیر کی باز پرس سے محفوظ
- 450
- صافی صفائی کا واقعہ
- 450
- مومن جنات کا جزیرہ
- 452
- حضرت کی عمر بن سعد لعین سے گفتگو
- 455
- امام حسینؑ کی تشنگی کی پیشین گوئی
- 455 NB
- نہر کوفہ کی کھدائی کی پیشین گوئی
- 456
- قصاب کا کٹا ہوا ہاتھ درست کرنا
- 457
- آپؐ کے لیے لوہے کا موم ہونا
- 458 NB
- آپؐ کے قرآن مجید میں تین سونام ہیں
- 458 NB
- عمرو بن اطمق کے انجام کے لیے پیشین گوئی
- 459
- حبیب بن مظاہر اور میثم تمار کی گفتگو
- 462
- ابن ملجم کے لیے خدائی عذاب
- 463
- عباسی خلیفہ راضی باللہ کا خواب
- 465
- امیر المومنینؑ کی قبر کا لوگوں کو کیسے علم ہوا؟
- 466

○○○

jabir.abbas@yahoo.com

معجزوں کا شہر

علمی و ادبی ذوق رکھنے والے ہمارے دوست مولانا محمد حسن جعفری صاحب ڈیرہ غازی خان سے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ رات کافی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، دوران گفتگو کتب کے تراجم پر بات چلی تو میں نے کہا: مولانا! ہمیں چاہیے کہ ہم بزرگ علماء کی کتب جو زیادہ تر عربی اور فارسی زبانیں ہیں کا اردو زبان میں ترجمہ کریں، تاکہ پوری دنیا پر پھیلے ہوئے اردو دان حضرات جن کی تعداد کم و بیش ایک ارب افراد سے تجاوز کر چکی ہے ان علمی خزانوں کو ان تک پہنچائیں۔ اس طرح ہم تشنگان علم کی پیاس کم کرنے میں مدد و معاون ہو سکیں گے۔ جس سے علماء رفتگان کی روحمیں خوش ہوں گی اور وہ ہمارے لئے بہشت بریں سے دعا گو ہوں گی۔ جب کہ نوجوان نسل کو بھی پتہ چلے گا کہ ہمارے علماء متقدمین کن کن مصیبتوں، مشکلوں اور پریشانیوں میں گھر کر بغیر کسی طبع و لالچ اور جاہ و جلال کے خدمت دین میں محو رہے ہیں۔

آج میں علماء رفتگان کے احوال زندگی پڑھتا ہوں، ان کے عہد کی مشکلات کا احساس کرتا ہوں، تو دل کے نہاں خانوں سے ان کے لئے ایک دعا اٹھتی ہے کہ اے علماء شیعہ، زندہ باد، تم نے مادی وسائل کے بغیر اور دشمنان آل اطہار کی دشمنیاں مول لے کر بھی اپنی مذہبی ذمہ داریوں سے فرو گذاشت نہ کی۔

ہمارے بیشتر علماء کرام نے ارکان مذہب کو محکم و استوار کیا ہے۔ اپنی علمی لیاقت و صلاحیت کے مطابق مذہب حقہ کی آبیاری کی۔ علماء شیعہ کی فہرست مرتب کرنا تو نہایت مشکل امر ہے لیکن چند اکابرین کا تذکرہ ضروری ہے، جن کے تفصیلی حالات زندگی ہماری کتاب ”شیعہ ستارے“ سے (جو عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے۔) میسر ہوں گے۔

”علامہ محمد باقر مجلسی، سید عبدالحسین لاہوری، خواجہ نصیر الدین طوسی، علامہ کاشف

الغطاء، علامہ شرف الدین عالمی، سید ابن طاووس، آقائی محدث نوری، علامہ شیخ عبدالکریم حارثی، شیخ صدوق، علی ہذا القیاس ان بزرگان نے بڑی جانفشانی سے مکتب اہل بیتؑ کی خدمت کی، میری خواہش ہے کہ تاریخ کی ان نابغہ روزگار شخصیات کا کما حقہ تعارف کروایا جائے، اور ان کے شہ پاروں کو اردو قالب میں ڈھالا جائے۔ انشاء اللہ اگر پروردگار نے ہمت و توفیق عنایت کی تو ان کے آثار خالدہ کو اردو زبان میں حصارف کروائیں گے۔

زیر نظر مشہور و معروف کتاب ”مدینۃ المعاجز“ کا ترجمہ و تلخیص ہے۔ جس کا نام معجزات آل محمد رکھا ہے۔ اصل کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے، جب کہ اردو زبان میں پانچ حصوں پر محیط ہوگی۔ یہ علامہ ہاشم بحرانی قدس سرہ کی معجزات آئمہؑ پر مشتمل کتاب ہے۔ آپ نے ساری عمر آل اطہار کے معجزات و فضائل کے لئے کام کیا۔ مترجم نے آپ کے احوال پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ آپ کی تالیفات کی تفصیل بھی دی ہے۔ کتب کی فہرست سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے اندر محبت آل محمد کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور محبت کے اس بحر پیکراں کی موجیں دشمن اہل بیتؑ کے دل و دماغ کی تاریکی کو دور کر کے روشن اور منور کرتی تھیں اور کرتی رہیں گی۔

دعا ہے کہ رب کائنات اس جید عالم بزرگوار سید ہاشم بحرانی قدس سرہ کی سیرت عالیہ پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے دوست حضرت علامہ محمد حسن جعفری صاحب کو گوشہ نشین ہو کر ان ملکوتی ہستیوں کے آثار کو زندہ جاوید کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ خدایا! ان علماء علام کے تصدیق میں ہمارے اس مشن کو کامیاب و کامران فرما! اور ہمارا حشر و نشر آئمہ اہل بیتؑ کے ساتھ فرما! اور ہمیں ہر قسم کی بلیات ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون فرما۔ آمین! ام آمین!

والسلام مع الاکرام

طالب دعا!

ریاض حسین جعفری فاضل قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور

کچھ اپنی زبان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا
محمد المصطفى خاتم الانبياء والمرسلين واله البررة
الكرام الطيبين الطاهرين ولعنة الله على اعدائهم اعداء
الدين الى يوم الدين

قارئین کرام! زیر نظر کتاب معجزات آئمہ کی مشہور ترین کتاب ”مدینۃ المعاجز“ کا خلاصہ ہے۔ اصل کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اور تمام مجلدات کو اردو زبان میں منتقل کرنا خاصا مشکل اور کٹھن کام تھا۔ جب کہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے معجزات کو آسان اردو میں منتقل کرنا بھی ایمانی اور اسلامی تقاضا تھا۔

چنانچہ میں نے مذکورہ کتاب کے واقعات و معجزات کا جامع خلاصہ اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اس کا مقصد بارگاہِ احادیث میں اپنے گناہوں کی مغفرت اور تقرب حاصل کرنا اور آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کی نگاہِ شفقت اور ان کی شفاعت کا حصول ہے۔

زیر نظر کتاب علامہ سید ہاشم بحرانی اعلیٰ اللہ مقامہ کی تصنیف لطیف کا خلاصہ ہے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کتاب کے حالات کا اختصار سے جائزہ پیش کیا

جائے۔

آپ کا پورا نام سید ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل بن عبد الجواد بن علی بن سلیمان بن سید ناصر الحسینی البحرانی التوبلی الکتانی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب علم الہدی سید مرتضیٰ رضوان اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور سید موصوف کا تعلق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

آپ کا سن ولادت معلوم نہیں ہے۔ آپ کی وفات ۱۱۰۷ھ یا ۱۱۰۹ھ کو قیوم نامی قریہ میں واقع ہوئی اور وہاں سے آپ کا جنازہ ”توبلی“ لایا گیا جہاں آپ دفن ہوئے اور وہاں آپ کا عالی شان مزار ہے۔

آپ کے مشائخ و اساتذہ

آپ نے اپنے دور کے جلیل القدر علماء سے کسب فیض کیا اور جی بھر کے ان کے خرمین علم سے خوشہ چینی کی۔ آپ کے معروف مشائخ حسب ذیل ہیں:

۱۔ سید عبدالعظیم بن سید عباس استرآبادی۔ آپ شیخ بہائی کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے اور شیخ بہائی نے انھیں اجازہ حدیث عطا کیا تھا اور سید موصوف نے سید ہاشم بحرانی کو مشہد مقدس میں اجازہ حدیث عطا کیا تھا۔

۲۔ سید عبدالعظیم کے علاوہ آپ کے مشہور اساتذہ میں شیخ فخر الدین الطریحی بن محمد علی بن احمد النجفی کا نام نامی بہت نمایاں ہے۔ آپ علم اصول فقہ اور لغت و حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔

سید بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں لکھا ہے:

”میں نے ان سے نجف اشرف میں کسب فیض کیا تھا اور انہوں نے مجھے روایت حدیث کا اجازت نامہ مرحمت فرمایا تھا۔“

آپ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں نامور محققین شامل ہیں جن میں کچھ مشہور ترین شخصیات حسب ذیل ہیں:

۱- شیخ ابوالحسن شمس الدین سلیمان الماحوزی۔ آپ کو محقق بحرانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۲- شیخ علی بن عبد اللہ بن راشد المقابی البحرانی: آپ نے اپنے استاد کی ”حلیۃ الابرار“ اور ”حلیۃ النظر“ کو نقل کیا تھا۔ ان کے نقل کردہ دونوں نسخے اس وقت امام علی رضا علیہ السلام کی لائبریری میں موجود ہیں۔

۳- الشیخ محمد بن حسن بن علی جنہیں ”حرعالمی“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ عظیم القدر فقیہ اور جلیل القدر محدث تھے اور آپ نے ہی وسائل الشیعہ تالیف کی تھی۔

شیخ حرعالمی نے اپنی کتاب ”امل الاصل“ میں لکھا ہے کہ میں نے سید بحرانی کی زیارت کی اور ان سے احادیث نقل کیں۔ (امل الاصل، ج ۲، ص ۳۴۱)

۴- سید محمد عطار بن سید علی بغدادی: آپ مشہور ادیب اور شاعر تھے۔ ان کے متعلق شیخ محمد حرز الدین نے ”معارف الرجال“ میں لکھا۔

سید محمد عطار نے اپنے دور کے علماء سے احادیث پڑھی تھیں جن میں سید ہاشم بحرانی بھی تھے۔ (معارف الرجال، ج ۲، ص ۳۳۰)

۵- شیخ محمود بن عبد السلام المعنی البحرانی: اللہ تعالیٰ نے انھیں طویل عمر دی تھی۔

ان کے متعلق بلاذری نے ”انوار البدرین“ میں لکھا کہ انہوں نے سید ہاشم بحرانی اور شیخ حرعالمی جیسے مشائخ عظام سے اجازہ حاصل کیا تھا۔ (الکواکب المشرقة، ص ۲۳۳۔ انوار البدرین، ص ۱۴۸)

۶۔ الشیخ یحییٰ الجزائری بن عبدعلی الاسدی: انھیں سید بحرانی نے ”الاستبصار“ کے ایک نسخہ پر اجازہ حدیث لکھ کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے استاد کو ”الشیخ الفاضل العالم الکامل الہمی الوفی“ کے القاب سے یاد کیا۔ (تراجم الرجال، ص ۲۴۲)

سید ہاشم بحرانی رضوان اللہ علیہ نے اپنی دینی تعلیم نجف اشرف میں حاصل کی تھی۔ علمائے رجال نے آپ کو حسب ذیل الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا۔ ”الامامی الفاضل العالم الماھر المدقّق الفقیہ العارف بالتفسیر والعربیۃ والرجال، المحدث الجامع المستبح الاخبار مالم یسبق الیہ سابق سوئی شیخنا مجلسی رحمہ اللہ الصالح الورع العابد الزاہد الثقة.....“

آپ کی عدالت و تقویٰ اور استقامت کے متعلق محدث فقی کا صرف یہ نذرانہ عقیدت ہی کافی ہے۔

”سید ہاشم بحرانی تقدس و تقویٰ کے اسی مقام پر فائز تھے جس کے متعلق صاحب ”الجواہر“ نے بحث عدالت میں یہ الفاظ لکھے کہ اگر عدالت کا مفہوم ایک خصوصی ملکہ ہوتا جس میں حسن ظاہر شامل نہ ہوتا تو پھر مقدس اور دیلی اور سید ہاشم بحرانی کے علاوہ کسی دوسرے کو عادل کہنا تک بھی درست نہ ہوتا۔“ (سفینۃ البحار ج ۲، ص ۷۱۷)

آپ شیخ محمد بن ماجد بن مسعود بحرانی کے بعد منصب قضاوت پر فائز ہوئے۔ آپ نے اپنے زمانہ قضاوت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو خوب فروغ دیا۔ آپ حق و صداقت کے لیے کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے کبھی نہیں ڈرتے تھے۔ آپ نے اپنے فتاویٰ پر مبنی کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی اور اس سلسلہ میں آپ سید ابن طاووس رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بڑے محتاط تھے۔ اور آپ نے جتنی بھی کتابیں تالیف کیں ان میں صرف معصومین سے مروی روایات کو ہی نقل کیا۔ اس میں اپنی ذاتی رائے کو کبھی بیان نہیں کیا۔

آپ کی تالیفات

آپ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں جو کہ آپ کی وسعت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ریاض العلماء کے مؤلف کے مطابق آپ نے چھوٹی بڑی پچھتر کتابیں تالیف کی تھیں جن میں سے کچھ کتابیں یہ ہیں:

۱- اثبات الوصیۃ

۲- احتجاج الخلفین علی امامت امیر المومنین علیہ السلام۔

اس کتاب میں آپ نے امامت علی علیہ السلام پر مخالفین کے ۷۵ سوالات نقل کیے اور پھر ان کے مسکت جواب دیئے۔

۳- الانصاف فی النص علی الائمة الاشراف من آل عبد مناف۔

اس کتاب کو عرف عام میں کتاب النصوص بھی کہا جاتا ہے اور اس میں آپ نے آئمہ طاہرین کی امامت کے اثبات میں تین سو آٹھ احادیث نقل کی ہیں۔ یہ کتاب سید مرعشی مرحوم کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔

۴- ایضاح المستتر شدہین فی بیان تراجم الراہیین الی ولایۃ امیر المومنین۔

اس کتاب میں آپ نے ایسے دو سو تریپن (۲۵۳) افراد کا تعارف کرایا جنہوں نے کتب خلافت کے نظریات سے تائب ہو کر امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کے عقیدہ کو اپنایا تھا۔

۵- البرہان فی تفسیر القرآن: یہ تفسیر کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں آپ نے احادیث آئمہ سے تفسیر بیان کی ہے۔

۶- الہججۃ المرصیۃ فی اثبات الخلافة والوصیۃ: ممکن ہے کہ یہ ان کی کتاب اثبات الوصیۃ کا دوسرا نام ہو۔

۷- تبصرة الولی فیمن رأی المہدی عجل اللہ فرجہ الشریف: اس میں آپ نے ان

خوش نصیب افراد کا تذکرہ کیا جنہوں نے امام زمانہ کی زیارت کی تھی۔

۸- التحفة البهية فی اثبات الوصیة لعلی علیہ السلام۔

۹- ترتیب التہذیب: اس کتاب میں مولف نے تہذیب الاحکام کی روایات کو مرتب کیا اور یہ کتاب ۱۳۹۲ھ کو تین مجلدات میں آفسٹ پیپر پر شائع ہوئی اور آیت اللہ مرعشی النجفی نے اس کا مقدمہ تحریر کیا اور انہوں نے مقدمہ میں لکھا:

مجھے اپنی زندگی کی قسم! مولف نے اس کتاب میں محنت کا حق ادا کر دیا اور انہوں نے اس موضوع سے متعلق تمام توقعات سے بڑھ کر حق تحقیق ادا کیا۔

۱۰- در تعریف رجال من لاسخضرہ الفقہ: اس کتاب میں شیخ صدوق کی کتاب من لاسخضرہ الفقہ کے رجال پر بحث کی۔

۱۱- تفصیل الأئمة علی الانبیاء عدا نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی ہوا شرف المخلوقات وافضلہم۔

۱۲- تفصیل علی علی اولی العزم من الرسل: اس کتاب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے یہ کتاب اپنی مرض موت میں لکھائی تھی اور آپ بیماری کی وجہ سے حرکت کرنے سے قاصر تھے۔ آپ نے اسی موضوع کی احادیث بیان کیں اور کاتب نے انہیں نقل کیا۔ آپ نے یہ کتاب چودہ دنوں میں نقل کرائی تھی۔

۱۳- تنبیہ الاریب فی ایضاح رجال التہذیب: کتاب تہذیب الاحکام کے رواد کے متعلق یہ مبسوط کتاب ہے۔ اس کتاب پر شیخ حسن بن محمد دمستانی التونی ۱۱۸۱ھ نے تحقیق کی اور اسے باقی کتب فقہ کی ترتیب سے مدون کیا اور انہوں نے اس کا نام ”انتخاب الجید من تنبیہات السید“ رکھا۔ اس کا ایک نسخہ سید مرعشی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۴- التنبیہات فی اتمام الفقہ من الطہارة الی الدیات: یہ استدلالی فقہ پر مبسوط

کتاب ہے اور یہ کتاب علامہ مجلسی کے ورثاء کے پاس موجود ہے۔

۱۵- التیمیۃ فی بیان نسب النبی۔

۱۶- حقیقۃ الایمان المہوٹ علی الجوارح: آپ اس کتاب کی تالیف سے ۱۰۹۰ھ میں فارغ ہوئے۔

۱۷- حلیۃ الابرار فی احوال محمد وآلہ الاطہار: یہ ایک بڑی کتاب ہے جس میں رسول خدا کی حیات مبارکہ کو تیرہ فصول میں بیان کیا گیا ہے اور حال ہی میں مؤسسۃ المعارف الاسلامیہ نے اس کو منظم کر کے شائع کیا ہے۔

۱۸- حلیۃ النظر فی فضل الآئمۃ الاثنی عشر: اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ رضویہ میں موجود ہے۔

۱۹- الدر النقیذ فی خصائص الحسین الشہید علیہ السلام۔

۲۰- الدرۃ الثمینیۃ۔ اس کتاب کو ”تیمیۃ“ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب ایک ایک امام کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں ہر امام کے فضائل کی بارہ بارہ احادیث ہیں۔

۲۱- روضۃ العارفین و نزہۃ الراغبین:

اس کتاب کا ایک خطی نسخہ شیخ علی کاشف الغطاء اور ایک اور نسخہ صدر لاہیری میں بھی موجود ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ۱۵۸ مجاہد علی علیہ السلام کے احوال لکھے تھے اور ان کی ابتدا ابان بن تغلب اور انتہا حضرت قنبر پر کی۔

۲۲- روضۃ الواعظین فی احادیث الآئمۃ الطاہرین: اس کا ایک نسخہ سید مہبۃ الدین شہرستانی اور ایک دوسرا نسخہ تہران کی سپہ سالار لاہیری میں رکھا ہوا ہے۔

۲۳- سلاسل الحدید و تقیید اہل التقليد: یہ کتاب ابن ابی الحدید کی شرح منج البلاغہ کا جامع خلاصہ ہے۔

۲۴- سیر الصحابہ: یہ کتاب ۱۰۷۰ھ میں تالیف ہوئی تھی۔

۲۵- شرح ترتیب التہذیب۔

۲۶- در شفاء الغلیل من تاویل العلیل۔ آپ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۰۰ھ میں فارغ ہوئے۔

۲۷- عمدة النظر فی بیان عصمة الأئمة الاثنی عشر برہین الکتاب والعقل والاثار: اس کتاب میں آئمہ اہل بیت کی عصمت کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ الحاج مولیٰ علی محمد نجف آبادی کی وقف کردہ لائبریری نجف میں موجود ہے۔

۲۸- غایۃ المرام وجہ الحکام: اس کتاب میں حضرت علی کی خلافت و امامت کا اثبات کیا گیا ہے۔ شیخ محمد تقی دوز فوی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا جو کہ ۱۲۷۷ھ کو شائع ہوا۔ اسی کتاب پر میرزا انجم الدین جعفر تہرانی نے بھی حاشیہ تحریر کیا جس میں انہوں نے ایسی احادیث نقل کیں جو کہ مولف سے چھوٹ گئی تھیں۔ آقا نجفی اصفہانی المتوفی ۱۳۲۲ھ نے غایۃ المرام کی تلخیص لکھی تھی۔

۲۹- فضل الشیعة: اس کتاب میں مولف نے شیعیان علی کی فضیلت کی ایک سو اٹھارہ احادیث نقل کی ہیں۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مکتبہ رضویہ میں موجود ہے۔

۳۰- کشف المحجوب فی طریق غدیر خم۔

۳۱- اللباب المستخرج من کتاب الشہاب: اس کتاب میں مولف نے قاضی قضا علی سلامہ بن جعفر الشافعی المتوفی ۴۵۴ھ کی کتاب ”شہاب الاخبار“ سے امیر المؤمنین اور آئمہ طاہرین کی شان میں وارد احادیث کا استخراج کیا۔

۳۲- اللوامع النورانیۃ فی اسماء علی واهل بیتہ القرآنیۃ: اس کتاب میں مولف نے آیات مجیدہ کی تفسیر بیان کی جو آئمہ معصومین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔ اس کتاب میں آپ نے ایک ہزار ایک سو چون (۱۵۴) آیات نقل کیں اور آئمہ اہل بیت سے مروی روایات بیان کیں۔

۳۳- الحجۃ فی منازل فی القائم الحجۃ: اس کتاب میں مولف نے ایک سو بیس آیات نقل کیں اور آئمہ اہل بیت کی احادیث سے ثابت کیا کہ مذکورہ آیات کا تعلق قائم

آل محمد علیہ السلام سے ہے۔

۳۴- مدینۃ المعاجز الائمة الشی عشر ودلائل الحج علی البشر۔

یہ کتاب آٹھ مجلدات پر مشتمل ہے اور زیر نظر کتاب اسی کا خلاصہ ہے۔

۳۵- مصابیح الانوار۔ اس کتاب میں مؤلف نے حضرت رسول خدا کے معجزات

نقل کیے ہیں۔

۳۶- معالم التوفی فی معارف النشاة الاولی والاخری۔

ریاض الجنان کے مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ ایک عمدہ کتاب ہے اور بہت سے فوائد پر مشتمل ہے مگر اس میں مؤلف نے بہت سی گناہ کتابوں کے حوالے دیے ہیں جو کہ بحار الانوار میں مذکور نہیں ہیں۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

۳۷- معجزات النبی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۳۸- مناقب امیر المؤمنین علیہ السلام۔ علامہ تہرانی اپنی کتاب ”الذریعہ“ میں

لکھتے ہیں کہ شیخ احمد بن سلیمان البحرانی نے اپنی کتاب ”عقد اللؤلؤ فی مناقب النبی والال“ میں اس کتاب سے کافی اقتباسات نقل کیے ہیں۔ مذکورہ کتاب ۱۳۷۲ھ میں کاظمین سے شائع ہوئی ہے۔

۳۹- مناقب الشیعة۔

۴۰- مولد القائم علیہ السلام

۴۱- المیشیة۔ سید محسن امین نے اپنی کتاب الاعیان میں اسے سید بحرانی کی ایک

کتاب کے طور پر متعارف کرایا ہے۔

۴۲- الجنة والنار۔

۴۳- نسب عمر۔

۴۴- نہایۃ الاکمال فیما یم بہ تقبیل الاعمال: اس کتاب میں مؤلف نے اصول

دین پر جامع بحث کی ہے۔

۳۵- نور الانوار: یہ کتاب قرآن کریم کی روائی تفسیر پر مشتمل ہے اور یہ ”کنز الدقائق“ اور ”نور الثقلین“ کی نظیر ہے۔

اس کا ایک نسخہ جس میں سورہ الحاقہ سے سورہ فلق کی تفسیر ہے سید محمد علی روضاتی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۳۶- وفاة الزہراء علیہا السلام۔

۳۷- وفاة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۳۸- الہادی وضیاء النادی: یہ کتاب قرآن کریم کی تفسیر ہے اور تفسیر کے لیے مؤلف نے احادیث اہل بیت کو نقل کیا ہے۔ اس کتاب کے متعدد نسخے بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۳۹- الہدایۃ القرآنیۃ فی التفسیر: مؤلف نے یہ کتاب البرہان نور الانوار للباب اور اللوامع کے بعد تالیف کی تھی کیونکہ اس میں ان کی مذکورہ کتاب کے حوالے موجود ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ رضویہ میں موجود ہے۔

۵۰- البیئۃ فی احوال الائمة الاثنی عشر علیہم السلام: واضح رہے کہ یہ کتاب مذکورۃ الصدر ”الدرة البیئۃ“ کے علاوہ ہے۔

۵۱- نایب المعاجز و اصول الدلائل۔ یہ کتاب مدینۃ المعاجز کی تلخیص ہے۔ (مؤلف کی تالیفات کی تفصیل کے لیے ہم نے آقائے بزرگ تہرانی کی کتاب الذریعہ کے علاوہ اس موضوع کی دیگر کتب ریاض العلماء اور اعیان الشیعہ سے استفادہ کیا ہے) اور کتاب ہذا بھی سید ہاشم بحرانی کی کتاب مدینۃ المعاجز کی تلخیص پر مشتمل ہے اور میں اس تلخیص میں کتنا کامیاب رہا اس کا اندازہ تو قارئین کرام کی آراء سے ہی ہو سکے گا۔

میں اپنے محترم قارئین کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کتاب ہذا کا انتخاب اور تلخیص جتہ الاسلام والمسلمین ناشر علوم محمدیہ آل محمد علامہ ریاض حسین جعفری مدیر ادارہ منہاج الصالحین کامرہون منت ہے کیونکہ انہوں نے ہی بندہ کو

اس عظیم کام کی ترغیب دی اور وعدہ کیا کہ وہ اس عظیم کتاب کو دیدہ زیب انداز میں طبع کرائیں گے۔ لہذا مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر علامہ جعفری اس کی ترغیب نہ دیتے تو شاید میں یہ بارگراں اٹھانے پر آمادہ ہی نہ ہوتا۔

آخر میں قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ مترجم اور ناشر دونوں کی توفیقات کے اضافہ کے لیے دعا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے محبوب بندوں کے صدقے میں ہماری اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے مومنین کے ایمانی اضافہ کا سامان قرار دے اور ذوات قدسیہ طاہرہ و مطہرہ سے درخواست ہے کہ وہ ہماری اس عاجزانہ جدوجہد کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں اور اپنے گداؤں کو اپنی شفاعت سے سرفراز فرمائیں۔ میں آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے حضور زبانِ حال سے برادرانِ یوسف کا وہ قول دہرانا چاہتا ہوں:

يا ايها العزيز قدمسنا واهلنا الضر وجئنا ببضاعة فرجة
..... لنا الكيل وتصديق عينا ان الله يعجزى المتصدقين

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

گدائے در اہل بیت!
محمد حسن جعفری

پہلا باب

معجزات امیر المومنین علی علیہ السلام
پر مشتمل ہے

حضرتؑ کی ولادت باسعادت کا معجزہ

شیخ طوسی نے ”المجالس“ میں دو اسناد کے حوالے سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے اپنے آباؤ طاہرینؑ کی سند سے ارشاد فرمایا:

عباس بن عبدالمطلب اور یزید بن قعبؑ گروہ بنی ہاشم کے ساتھ بیت اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امیرالمومنینؑ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد وہاں آئیں۔ اس وقت امیرالمومنینؑ شکمِ مادر میں تھے۔ بی بی بیت اللہ کے پاس آ کر رک گئیں۔ اس وقت انھیں دروزہ شروع ہو چکا تھا۔ انہوں نے آسمان کی جانب دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی:

ای رب انی مؤمنة بک وبما جاء به من عندک الرسول
وبکل نبی من انبیائک وکل کتاب انزلتہ وانی مصدقة
بکلام جدی ابراهیم الخلیل وانه بنی بیتک العتیق
فاستلک بحق هذا البیت ومن بناه وبهذا المولود الذی
فی احشابی الذی یکلمینی ویؤنسني بحديثه وانا موقنة
انه احدی اياتک ودلائلک لما یسرت علی ولادتی -

پروردگار! میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں اور تیری طرف سے جو کچھ
تیرے انبیاء و رسل لے کر آئے ہیں، میں اس پر بھی ایمان رکھتی
ہوں اور تو نے جتنی کتابیں نازل کی ہیں ان سب پر ایمان رکھتی
ہوں اور میں اپنے دادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے کلام کی تصدیق

کرتی ہوں اس نے ہی تیرا قدیمی گھر بنایا تھا۔ میں تجھے اسی گھر اور اس کے بنانے والے اور اس مولود کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں جو کہ میرے شکم میں ہے جو مجھ سے کلام کرتا ہے اور اپنی باتوں سے مجھے مانوس رکھتا ہے اور میں یقین رکھتی ہوں کہ وہ تیری آیات میں سے ایک آیت ہے اور تیرے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ میری ولادت کے عمل کو میرے لیے آسان بنا!

عباس بن عبدالمطلب اور یزید بن قعب کا بیان ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد نے یہ الفاظ کہے اور یہ دعا کی تو ہم نے دیکھا کہ پچھلی طرف سے بیت اللہ کی دیوار پھٹ گئی اور فاطمہ بنت اسد اس میں داخل ہو گئیں اور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ پھر پھٹی ہوئی دیوار اللہ کے حکم سے دوبارہ مل گئی۔ ہم نے اسے خدا کا ایک خصوصی امر خیال کیا اور فاطمہ بنت اسد تین دن تک بیت اللہ میں رہیں۔ اہل مکہ میں اس واقعہ کے متعلق بڑی گفتگو ہوئی اور مکہ کی گلیوں بلکہ گھروں میں پردہ نشین عورتیں بھی اسی موضوع کے متعلق گفتگو کرنے لگیں۔

تین دن کے بعد دیوارِ کعبہ دوبارہ اسی جگہ سے پھٹ گئی جہاں سے وہ پہلے پھٹی تھی۔ دیوارِ کعبہ پھٹنے کے بعد فاطمہ بنت اسد کعبہ سے براہ ہوئیں۔ اس وقت ان کے ہاتھوں پر علیؑ تھے۔ انہوں نے کہا:

معاشر الناس! ان الله عز وجل اختارني من خلقه وفضلني
على المختارات ممن مضى قبلي - وقد اختار الله اسية
بنت مزاحم فانها عبدت الله سرافي موضع لا يحب الله
ان يعبد فيه الا اضطرارا وان مريم بنت عمران هانت
ويسرت عليها ولادة عيسى فهزت الجذع اليابس من

النخلة فى فلاة من الارض حتى تساقط عليها رطبا جنيا
وان الله اختارنى وفضلنى عليهما وعلى كل من مضى من
نساء العالمين لانى ولدت فى بيته العتيق وبقيت فيه ثلاثة
ايام اكل من ثمار الجنة وارزاقها فلما اردت ان اخرج
وولدى على يدى هتف بى هاتف وقال: يا فاطمة سميهِ
عليا فانا العلى الاعلى وانى خلقتهُ من قدرتى وعز جلالى
وقسط عدلى واشتققت اسمه من اسمى وادبته باربى
(وفوضت اليه امرى ووقفته على غامض علمى وولد فى
بيتى) وهو اول من يؤذن فوق بيتى ويكسر الاصنام
ويرميها على وجهها ويعظمنى ويمجدنى ويهللنى وهو
الامام بعد حبيبى ونبيى وخيرتى من خلقى محمد
رسولى ووصيه فطوبى لمن احبه ونصره والويل لمن
عصاه وخذله وجحد حقه

لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے مجھے منتخب کیا اور مجھ سے
قبل جن خواتین کو چنا تھا ان پر مجھے فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
آسیہ بنت مزاحم کا انتخاب کیا۔ اس نے چھپ کر ایک ایسی جگہ پر
اللہ کی عبادت کی جہاں مجبوری کے علاوہ عبادت کرنے کو اللہ پسند
نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران کا انتخاب کیا ان کے لیے عیسیٰ کی
ولادت آسان بنا دی گئی۔ انہوں نے ویران زمین پر خشک کھجور
کے درخت کو ہلایا تو ان پر تازہ کھجوریں گریں۔

اللہ تعالیٰ نے میرا انتخاب کیا اور ان دونوں خواتین اور مجھ سے پہلے

تمام خواتین پر مجھے فضیلت دی کیونکہ میں نے اللہ کے قدیم گھر میں بچہ کو جنم دیا اور میں نے بیت اللہ میں تین دن قیام کیا اور اس دوران جنت کے پھل اور جنت کا رزق کھاتی رہی اور جب میں نے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں پر لیے ہوئے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک منادی نے مجھے ندا دی اور کہا:

اے فاطمہ! اس کا نام علی رکھنا، میں علی الاعلیٰ ہوں۔ میں نے اسے اپنی قدرت، اپنے جلال کی عزت اور اپنے عدل و انصاف سے پیدا کیا ہے اور میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور میں نے اسے اپنے ادب سے مودب بنایا۔ (اور میں نے اپنا حکم اس کے سپرد کیا اور میں نے اسے اپنے گہرے علم سے واقفیت عطا کی اور وہ میرے گھر میں پیدا ہوا)۔ اور وہ پہلا فرد ہے جو میرے گھر کے اوپر کھڑا ہو کر اذان دے گا اور میرے گھر میں نصب بتوں کو توڑے گا اور انھیں منہ کے بل زمین پر گرا دے گا۔ وہ میری عظمت بیان کرے گا اور میری تجحید کرے گا اور میرے کلمہ توحید کو جاری کرے گا۔ وہ میرے حبیب اور میرے نبی اور میرے منتخب رسول محمد مصطفیٰ کے بعد امام ہوگا اور اس کا وصی ہوگا۔ اس کے لیے خوش خبری ہے جو اس سے محبت رکھے گا اور اس کی مدد کرے گا اور اس کے لیے ہلاکت اور افسوس ہے جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مدد نہ کرے گا اور اس کے حق کا انکار کرے گا۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوطالبؓ نے اپنے فرزند کو دیکھا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا:

السلام علیکم یا اباہ ورحمة اللہ وبرکاتہ.

اباجان! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں آپ پر نازل ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول خدا تشریف لائے۔ آپ جیسے ہی آئے تو حضرت علیؑ نے ہل جل کر آپ کی تعظیم کی اور آپ کو دیکھ کر مسکرانے لگے اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ ورحمة اللہ وبرکاتہ رسول خدا! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

پھر حکم خدا سے آپ کھانے اور آپ نے سورہ مومنون کی آیات کی تلاوت کی اور کہا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
”اللہ کے نام کا سہارا لے کر جو کہ مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے یقیناً اہل ایمان نے نجات پائی جو کہ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔“

یہ سن کر رسول خدا نے فرمایا:

قد افلحوا بک

تیرے ذریعہ سے وہ نجات پائیں گے۔

حضرت نے سورہ مومنون کی گیارہ آیات تلاوت کیں اور جب انہوں نے دسویں اور گیارہویں آیت پڑھی اور کہا:

أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

”وہی لوگ وارث ہیں جو کہ جنت الفردوس کے وارث بنیں گے

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
رسولؐ خدا نے فرمایا:

انت واللہ امیرہم تمیرہم من علومک فیمتارون وانت
واللہ ویعلمہم وبک یہتدون

”اللہ کی قسم! تو ان کا امیر ہوگا تو انھیں اپنے علوم کا رزق فراہم
کرے گا اور وہ علم کے ہتھیاروں سے مسلح ہوں گے۔ خدا کی قسم! تو
ان کا رہبر ہوگا اور وہ تیرے ذریعہ سے ہدایت پائیں گے۔“

۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے حضرت فاطمہؑ بنت اسد سے کہا کہ آپ اس کے چچا
حمزہؓ کے پاس جائیں اور اسے اس کی خوشخبری دیں۔
بی بی نے کہا: اگر میں انھیں خوشخبری دینے جاؤں تو میرے بچے کو کون سیراب
کرے گا؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اسے سیراب کروں گا۔

فاطمہؑ بنت اسد نے کہا: تو کیا آپ اسے سیراب کریں گے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: جی ہاں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنی زبان علیؑ کے منہ
میں دی تو اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے۔ اس دن کو ”یوم الترویہ“ کا نام دیا گیا یعنی
سیراب ہونے کا دن۔

جب فاطمہؑ بنت اسد واپس آئیں تو انہوں نے ایک نور دیکھا جو علیؑ سے اٹھا اٹھ
کر آسمان تک جا رہا تھا۔ بی بی کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے کے بدن کو مضبوط کر کے
باندھا مگر وہ بندھن ٹوٹ گیا۔ پھر میں نے اپنے بیٹے کو دو کپڑوں کے بدن سے باندھا مگر
علیؑ نے اسے بھی توڑ دیا۔ میں نے تین کپڑوں سے اپنے فرزند کو باندھا۔ مگر آپؐ نے وہ
بھی توڑ دیئے۔ پھر میں نے چار کپڑوں سے اپنے بیٹے کو باندھا اور وہ چاروں کپڑے
مصر کے بنے ہوئے مضبوط کپڑے تھے مگر میرے بیٹے نے وہ بھی توڑ دیئے۔ اس کے بعد

میں نے اسے دیباچ کے پانچ کپڑوں سے باندھا تو میرے بچے نے وہ بھی توڑ دیئے۔ پھر میں دیباچ کے چھ اور چمڑے کے ایک مضبوط کپڑے سے باندھا میرے بیٹے نے انگڑائی لی وہ سب کے سب حکم خداوندی سے پھٹ گئے۔ اس کے بعد میرے بیٹے نے کہا:

امی جان! آپ میرے ہاتھ نہ باندھیں کیونکہ میں اپنی انگلی کے ساتھ اپنے رب سے مناجات کرنے کا خواہش مند ہوں۔

شیر خدا کا یہ فعل دیکھ کر ابوطالبؑ نے کہا: یقیناً اسے شان ملے گی اور یہ نامور بچہ ہوگا۔

پھر دوسرے دن رسولؐ خدا فاطمہؑ بنت اسد کے پاس تشریف لائے۔ جب علیؑ علیہ السلام نے آپؐ کو دیکھا تو انہوں نے آنحضرتؐ پر سلام کیا اور آپؐ کو دیکھ کر مسکرانے لگے اور اشارہ سے کہنے لگے کہ آپؐ مجھے اٹھائیں اور مجھے وہی غذا دیں جو آپؐ نے کل مجھے دی تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؐ کو اٹھایا تو آپؐ کی والدہ نے کہا:

عرفہ ورب الکعبۃ

رب کعبہ کی قسم! اس نے انہیں پہچان لیا ہے۔

حضرت فاطمہؑ بنت اسد کے اسی جملے کی وجہ سے اسی دن کا نام ”یوم عرفہ“ رکھا گیا یعنی اس دن امیر المومنین علیہ السلام نے رسولؐ خدا کو پہچان لیا تھا۔ اور جب تیسرا دن ہوا اور وہ دن دس ذی الحج کا تھا تو حضرت ابوطالبؑ نے لوگوں میں منادی کرائی کہ آؤ اور میرے بیٹے علیؑ کی ولادت کی خوشی میں کھانا کھاؤ۔

ابوطالبؑ نے تین سواونٹ اور ایک ہزار گائے اور بکریاں ذبح کیں اور عظیم

الشان دعوت کا اہتمام کیا اور انہوں نے لوگوں سے کہا:

میرے فرزند کی ولادت کی دعوت کھانے والو! پہلے بیت اللہ کے گرد سات مرتبہ

طواف کرو پھر میرے ہاں آ جاؤ اور میرے بیٹے علیؑ پر سلام کرو۔ یقیناً خدا نے اسے شرف دیا ہے۔

ابو طالبؑ کے اسی فعل کی وجہ سے اس دن کا نام ”یوم النحر“ رکھا گیا، یعنی قربانی کا دن۔ (امالی طوسی ج ۲، ص ۳۱۷)

۲۔ ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ شیعوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کعبہ میں پیدا ہوئے۔ سنی علماء نے بھی اسی حقیقت کو تسلیم کیا ہے اور لکھا کہ حضرت کی پیدائش کعبہ میں ہوئی تھی۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۲، ص ۱۷۵۔ حلیۃ الابراہیم ج ۱، ص ۲۳۰۔ مناقب ابن مغازی، ص ۶، حدیث ۳۔ الفصول المہمہ ابن صباغ مالکی، ص ۳۰۔ کفایۃ الطالب گنجی الشافعی، ص ۴۰۵، باب ۷)

لفظ امیر المومنین کا اختصاص

(بخلف اسناد) جابر بن یزید جعفی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو ”امیر المومنین“ کا لقب کیوں دیا گیا؟ امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کا لقب امیر المومنین رکھا اور جب اس نے روزِ میثاق لوگوں سے اپنی ربوبیت کا وعدہ لیا تھا تو اس کے ساتھ لوگوں سے یہ وعدہ بھی لیا تھا کہ محمدؐ میرے رسول ہیں اور علیؑ امیر المومنین ہے۔ (اصول کافی، ج ۲، ص ۴۱۲)

۲۔ (بخلف اسناد) ابوبصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ نے قرآنی آیت لتؤمنن بہ ولتصرنہ (تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر جتنے بھی نبی بھیجے وہ سب کے سب اسی دنیا میں واپس آئیں گے اور رسول خدا اور امیر المومنینؑ کی مدد کریں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے لازم قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے ماسبق پر ایمان لائیں۔“

أَمَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ
وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ
وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ
مُسْلِمُونَ (آل عمران: ۸۴)

”ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اور جو کچھ ابراہیم،
اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر اتارا گیا اس پر بھی
ہم ایمان لائے اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور انبیاء کو ان کے رب کی
طرف سے عطا ہوا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم ان میں سے کسی
میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔ (تفسیر
فتحی، ج ۱، ص ۲۳۷)۔ (بخاری الانوار، ج ۵۳، ص ۶۱۔ حدیث ۵۰)

۵۔ (بخاری اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیت واذ
اخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذریعتهم واشھدھم علی انفسھم..... (اور
جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا اور انھیں ان کی جانوں
پر گواہ بنایا.....) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اسی کی نسل کو برآمد کیا اور وہ ذرات
کی مانند تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی معرفت کرائی اور اگر خدا ایسا نہ کرتا تو کوئی بھی
اسے پہچان نہ سکتا۔“

اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا:

الست بربکم؟

”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“

تمام بنی آدم نے جواب میں کہا:

”بے شک تو ہمارا رب ہے۔“

پھر اللہ نے فرمایا:

”یہ محمدؐ میرا رسول اور علیؑ امیر المومنین میرا خلیفہ اور میرا امین ہے۔“ (بصائر

الدرجات، ص ۷۱، حدیث ۶ و صفحہ ۷۲، حدیث ۹)

۶۔ (بخاری اسناد) ابو حمزہ ثمالی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ

آپؐ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا

اور حکم دیا کہ وہ اپنی زندگی میں حضرت علیؑ کی گواہی دیں اور انھیں امیر المومنین کے لقب سے ملقب کریں۔

رسول اکرمؐ نے سات افراد کو اپنے پاس بلایا اور ان سے فرمایا: میں نے تمہیں

اس لیے بلایا ہے تاکہ تم اللہ کی طرف سے زمین میں اس کے گواہ رہو۔ خواہ تم اس گواہی پر قائم رہو یا اسے چھوڑ دو۔

پھر آپؐ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام

کرو۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر اٹھے اور

انہوں نے حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت عمر سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔

حضرت عمر نے کہا: کیا اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ہم نے علیؑ کو

امیر المومنین کہہ کر پکارنا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر حضرت عمر اٹھے اور

حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آنحضرتؐ نے مقداد بن اسود الکندی سے فرمایا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو

امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔

یہ سن کر مقداد اٹھے اور انہوں نے حضرتؑ کو سلام کیا اور انہوں نے شیخین کے جملے نہ دہرائے۔

پھر آنحضرتؐ نے ابوذر غفاری سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ ابوذر اٹھے اور انہوں نے آپؐ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آپؐ نے حذیفہ یمانی سے فرمایا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ حذیفہ اٹھے اور انہوں نے آپؐ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آنحضرتؐ نے عمار بن یاسر سے کہا: تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ عمار اٹھے اور انہوں نے آپؐ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آپؐ نے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ ابن مسعود اٹھے اور انہوں نے آپؐ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

آخر میں آنحضرتؐ نے بریدہ سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ بریدہ اٹھے اور انہوں نے حکم نبوت کی تعمیل کی۔ بریدہ ان سب سے چھوٹے تھے۔ (امام شیخ مفید ص ۱۸، حدیث ۷۔ بحار الانوار جلد ۳۷، صفحہ ۳۳۵، حدیث ۷۴)

۷۔ بریدہ بن حصیب کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے مجھ سمیت سات افراد کو جن میں ابو بکر و عمر اور طلحہ و زبیر بھی شامل تھے حکم دیا تھا کہ تم علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ ہم نے رسول خداؐ کی موجودگی میں انھیں امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

۸۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علیؑ آئے اور انہوں نے ”السلام علیکم یا رسول اللہ“ کہہ کر آنحضرتؐ پر سلام کیا۔ اس کے جواب میں رسول اکرمؐ نے فرمایا: وعلیک السلام یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت علیؑ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی زندگی میں مجھے امیر المومنین کہہ کر

پکارتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں، میں اپنی زندگی میں ہی کہوں گا۔ کل جب آپؐ ہمارے پاس سے گزرے تو اس وقت میں اور جبریلؑ آپس میں محو گفتگو تھے، مگر آپؐ نے ہمیں سلام نہیں کیا تھا۔ جبریلؑ نے مجھ سے کہا: کیا بات ہے امیر المومنینؑ ہمارے پاس سے گزرے مگر انہوں نے ہمیں سلام نہیں کیا؟ خدا کی قسم! اگر وہ ہمیں سلام کرتے تو ہمیں بہت خوشی ہوتی اور ہم انھیں جواب سلام دیتے؟

حضرت علیؑ نے کہا: یا رسول اللہ! بات یہ ہے کہ کل میں نے آپؐ کو دجیہ کلبی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے پایا تھا لہذا میں نے مناسب خیال نہ کیا کہ سلام کر کے آپؐ دونوں کی گفتگو کو قطع کروں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ دجیہ نہیں بلکہ جبریلؑ علیہ السلام تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا جبریلؑ تم نے اس کا نام امیر المومنین کیوں رکھا؟ جبریلؑ نے کہا: جنگِ بدر کے موقع پر اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم محمدؐ پر اترو اور ان سے کہو کہ وہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو حکم دیں کہ وہ دونوں صفوں کے درمیان اٹھ کر چلیں، کیونکہ ملائکہ انھیں دو صفوں میں چلتے ہوئے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ علیؑ کا نام امیر المومنین (میں نے نہیں بلکہ) اللہ نے رکھا ہے۔

علیؑ تو آسمان والوں کا امیر ہے اور تو زمین والوں کا امیر ہے اور جو لوگ اس جہان سے چلے گئے تو ان کا امیر ہے اور جو باقی ہیں تو ان کا امیر ہے۔ نہ تو تجھ سے پہلے کوئی امیر گزرا ہے اور نہ تیرے بعد کوئی امیر ہوگا، کیونکہ جن لوگوں کا اللہ نے یہ نام نہیں رکھا ان کے لیے یہ نام رکھنا حرام ہے۔ (مائۃ منقبۃ ابن شاذان، صفحہ ۵۱ منقبت ۲۶۔
الیقین فی امرۃ امیر المومنین، صفحہ ۵۸ باب ۷۹)

۹۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآنی آیت فسئل الذین یقرؤون الكتاب من قبلک (آپ ان سے سوال کریں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے تھے) کی تفسیر

پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب شب معراج میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو جبریلؑ نے اذان و اقامت کہی اور تمام انبیاء صدیقین شہداء اور ملائکہ کو جمع کیا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر انھیں نماز پڑھائی۔ جب میں وہاں سے جانے لگا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں کہ وہ کس بات کی گواہی دیتے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ امیر المومنین ہیں۔

۱۰۔ (بخاری، مستدرک، حضرت علیؑ علیہ السلام نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب مجھے معراج نصیب ہوئی تو میں اپنے رب کے قرب میں اتنا پہنچا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا تھا تو اس وقت میرے رب نے مجھے وحی کی اس وحی میں اللہ نے یہ کہا:

محمدؐ! علیؑ بن ابی طالبؑ امیر المومنین کو سلام کہنا۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کا نام امیر المومنین نہیں رکھا۔ (امالی طوسی جلد ۱، صفحہ ۳۰۱۔ بحار الانوار ج ۳ ص ۲۹۰، حدیث ۲)

۱۱۔ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: ”السلام علیکم یا امیر المومنین“۔ جیسے ہی اس شخص نے آپ کو امیر المومنین کہا تو آپ اچانک کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا: رک جاؤ، یہ نام حضرت علیؑ علیہ السلام کے علاوہ کسی کے لیے بھی درست نہیں ہے۔ اللہ نے یہ نام صرف ان کو ہی عطا کیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کا یہ نام نہیں رکھا اور حضرتؑ کے علاوہ جو بھی اپنے لیے یہ نام پسند کرے گا تو وہ لواطت شدہ شخص ہوگا۔ اور اگر وہ پہلے سے لواطت شدہ نہ بھی ہو تو اس کا نام کو رکھنے کے بعد ضرور ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا ہے:

ان يدعون من دونه الا انا و ان يدعون الا شيطاناً مريداً
(النساء: ۱۱۷)

وہ اس کو چھوڑ کر عورتوں کو پکار رہے ہیں اور وہ سرکش شیطان کو ہی
پکار رہے ہیں۔

راوی نے کہا: مولا! یہ بتائیں کہ آپ کے قائم علیہ السلام کو کس نام سے پکارا
جائے گا؟

آپؐ نے فرمایا: ان پر ان الفاظ سے سلام کیا جائے گا:

السلام علیک یا بقیۃ اللہ، السلام علیکم یا بن رسول اللہ
(تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۷۶، حدیث ۲۷۴۔ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۳۳۱،
حدیث ۷۰۔ البرہان، ج ۱، ص ۴۱۶، حدیث ۲۔ حلیۃ الابراہیم، ج ۲، ص ۶۳۹۔ نور الثقلین،
ج ۲، ص ۵۵۱)

روز طائف اللہ نے حضرت علیؑ سے سرگوشی کی

۱۔ (بخلف اسناد) جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ غزوہ طائف کے
موقع پر رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی۔ لوگ کہنے لگے جن میں
حضرت ابو بکر و عمر بھی شامل تھے کہ رسول خداؐ نے ہمیں چھوڑ کر علیؑ سے ہی سرگوشی کی ہے۔
رسول اکرمؐ نے لوگوں میں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! تم کہتے ہو کہ میں نے علیؑ سے سرگوشی کی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے علیؑ سے
سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی ہے۔ (الاختصاص، ص ۱۹۹۔ بحار الانوار، ج
۳۹، ص ۱۵۳، حدیث ۹۔ بصائر الدرجات، ص ۴۱۰، حدیث ۳)

۲۔ (بخلف اسناد) ابورافع کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ نے حضرت ابو بکر کو
سورہ برأت کی آیات کی تبلیغ کے لیے روانہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے فرمایا:

آپ اسے چھوڑ رہے ہیں جس سے کئی بار میں نے سرگوشی کی ہے اور اسے بھیج رہے ہیں جس سے میں نے کبھی سرگوشی نہیں کی؟

اس کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو تبلیغ سورہ برأت کے لیے روانہ کیا۔ چلتے وقت حضرت علیؑ نے رسول خداؐ سے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے وصیت کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تجھے وصیت کرے گا اور وہ تجھ سے سرگوشی کرے گا۔

چنانچہ برأت کی تبلیغ کے دن نمازِ ظہر سے لے کر نمازِ عصر تک اللہ نے حضرت علیؑ سے سرگوشی کی۔ (الاختصاص، ص ۲۰۰۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۱۵۵، حدیث ۱۳ بصائر الدرجات، ص ۲۱۱، حدیث ۶)

۳۔ (بخلف اسناد) حران بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: میں نے سنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت علیؑ سے مناجات کی تھی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ طائف میں اللہ نے حضرت علیؑ سے سرگوشی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حرام حلال اور تاویل کی تعلیم دی اور رسول خدا نے ان تمام باتوں کی علیؑ کو تعلیم دی۔ (الاختصاص، ص ۲۷۸)

۴۔ (بخلف اسناد) جابر کہتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اسی دوران آپؐ نے علیؑ کو بلایا اور طویل وقت تک علیؑ سے سرگوشیاں کرتے رہے۔

لوگوں نے آنحضرتؐ سے کہا: آج آپؐ نے علیؑ سے طویل سرگوشیاں کی ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی۔ (امالی طوسی، ج ۱، ص ۳۴۰)

۵۔ جب حضرت عمر زخمی ہوئے اور انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے

منصب خلافت کے لیے چھ کئی شورئ کی تشکیل دی اور جب شورئ کا اجلاس ہوا تو حضرت علیؑ نے اہل شورئ سے کہا:

میں تم سے جو کچھ بیان کروں اگر وہ حق ہو تو اسے قبول کر لینا اور میری بات غلط ہو تو تم اس کی تردید کر دینا۔

پھر آپؑ نے وہاں اپنے بہت سے خصائص کا تذکرہ کیا اور اپنی ہر خاصیت کے لیے اہل شورئ سے پوچھتے تھے کہ کیا یہ سچ ہے؟ اس کے جواب میں اہل شورئ آپؑ کے بیان کی تصدیق کرتے تھے۔

آپؑ نے اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے اہل شورئ سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرمؐ نے محاصرہ طائف کے دوران مجھ سے سرگوشی کی تھی جو کہ لمبی ہو گئی۔ تم میں سے کچھ افراد نے آنحضرتؐ سے کہا تھا: یا رسول اللہ! آپؐ نے ہمیں نظر انداز کر کے علیؑ سے سرگوشی کی۔

رسول خداؐ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی۔ تو کیا یہ بات سچ ہے؟ تمام حاضرین نے کہا: جی ہاں یہ سچ ہے۔

اس روایت کو اہل سنت محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ جن میں امام ترمذی، ابویعلیٰ، ابن کثیر، ابن مغازی اور سمعانی زیادہ اہم ہیں۔ (سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۳۹۔ حدیث ۳۷۲۶۔ مسند ابویعلیٰ موصلی، ج ۴، ص ۱۱۸، حدیث ۳۳۹ (۲۱۶۳) ابن کثیر البدای والنہای، ج ۷، ص ۳۵۶۔ انساب سمعانی وغیر ذلک من کتب العامة)

مقام شب معراج

۱۔ (بخلف اسناد) ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علیؑ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

علی! جب میں شب معراج آسمانوں پر گیا تو ہر آسمان پر فرشتوں نے مجھے بشارتیں دیں یہاں تک کہ جبریل امینؑ نے ملائکہ کے گروہ کے ساتھ مجھ سے کہا:

”اگر آپؑ کی اُمت علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتی تو اللہ دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔“

علی! اللہ تعالیٰ نے سات مقامات پر تجھے میرے ساتھ حاضر کیا یہاں تک کہ میں تجھ سے مانوس ہو گیا۔ ان میں سے پہلا موقع وہ ہے جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو جبریل نے مجھ سے کہا:

محمد! آپؐ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپؐ اللہ سے دعا مانگیں وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔

اس وقت میں نے اللہ سے دعا کی تو تیری مثال میرے ساتھ موجود تھی۔ میں نے وہاں

ملائکہ کو صف باندھے ہوئے دیکھا۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: یہ وہ ہیں جن پر اللہ قیامت کے دن فخر و مباہات کرے گا۔

میں قریب گیا اور میں نے وہاں جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا

ہے وہ سب کچھ میں نے وہاں بیان کیا۔

اور دوسرا اس وقت تجھے اپنے پاس موجود پایا جب مجھے صاحب عرش کی طرف سفر

پر لے جایا گیا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا: محمد! آپؐ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپؐ خدا سے دعا مانگیں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کر دے۔

چنانچہ میں نے اللہ سے دعا کی تو تیری مثال میرے پاس موجود تھی۔

میرے لیے ساتوں آسمانوں کے حجاب اٹھا دیے گئے۔ میں نے وہاں کے رہنے

والوں کو دیکھا اور ہر فرشتے کی جگہ کو ملاحظہ کیا۔

تیسرا اس وقت تجھے اپنے پاس موجود پایا جب مجھے جنات کی طرف مبعوث کیا گیا تو جبریل امین نے مجھ سے کہا کہ آپ کا بھائی کہاں ہے؟
میں نے کہا کہ میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریل نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔
میں نے دعا مانگی تو اس وقت بھی مجھے اپنے پاس موجود پایا۔ میں نے وہاں ان سے جو بھی باتیں کیں اور انہوں نے مجھ سے جو بھی باتیں کیں وہ سب کی سب تو نے سنیں اور انھیں یاد رکھا۔

چوتھا مقام جہاں تو میرے ساتھ تھا، ہم لیلۃ القدر کے لیے مخصوص کیے گئے اس وقت تو میرے ساتھ موجود تھا۔ ہمارے علاوہ کسی کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

پانچواں مقام وہ تھا جب میں نے اللہ سے مناجات کی۔ اس وقت تیری مثال میرے ساتھ موجود تھی۔ میں نے تیرے لیے جن جن چیزوں کی اللہ سے درخواست کی سوائے نبوت کے وہ سب کی سب دعائیں قبول ہوئیں مگر نبوت کے متعلق اللہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے نبوت کو تیرے لیے مخصوص کیا اور اس عہدہ کو تجھ پر ختم کیا۔

چھٹا مقام وہ ہے جب میں نے بیت المعمور کا طواف کیا تو اس وقت تیری مثال میرے ساتھ موجود تھی۔

ساتواں مقام وہ ہے جب مختلف گروہ میرے ہاتھوں ہلاک ہوئے تو اس وقت تو میرے ساتھ تھا۔

علی! اللہ تعالیٰ نے دنیا پر نگاہ ڈالی تو اس نے تمام جہانوں کے مردوں میں سے مجھے منتخب کیا۔ اس نے پھر دوسری نگاہ ڈالی تو تمام جہان کے مردوں میں سے تجھے منتخب کیا۔ اس نے تیسری بار کائنات پر نظر ڈالی تو تمام جہانوں کی عورتوں میں سے فاطمہؑ کا انتخاب کیا۔ پھر اس نے چوتھی بار کائنات پر نگاہ ڈالی تو اس نے تمام جہانوں کے مردوں میں سے حسنؑ و حسینؑ اور اولاد ذرہاء کے آئمہ کو منتخب کیا۔

علیؑ! میں نے چار مقامات پر تیرے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا ہوا دیکھا اور اسے دیکھ کر میں بڑا مانوس ہوا۔

۱- جب میں آسمان کا سفر کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچا تو میں نے بیت المقدس کی ایک چٹان پر یہ جملے لکھے ہوئے دیکھے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بہ
اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے
اس کے وزیر کے ذریعہ سے اس کی تائید و نصرت کی۔

میں نے کہا: جبریل! میرا وزیر کون ہے؟

اس نے کہا: وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

۲- جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو میں نے وہاں یہ جملے لکھے ہوئے دیکھے:

لا الہ الا اللہ انا وحدی ومحمد صفوتی من خلقی ایدتہ
بوزیرہ ونصرتہ بہ

مجھ اللہ واحد کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد میری مخلوق میں سے
میرے چنے ہوئے فرد ہیں۔ میں نے اس کی تائید و نصرت اس
کے وزیر سے کرائی ہے۔

میں نے کہا: جبریل! میرا وزیر کون ہے؟

انہوں نے کہا: وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے؟

۳- جب میں نے سدرہ کو عبور کیا اور عرش رب العالمین پر پہنچا تو میں نے عرش
کے ستونوں میں سے ایک ستون پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے:

لا الہ الا اللہ انا وحدی محمد حبیبی و صفوتی من خلقی
ایدتہ بوزیرہ و اخیه ونصرتہ بہ

مجھ واحد اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے محمد میرے محبوب اور میری

مخلوق میں سے میرے چنے ہوئے فرد ہیں۔ میں نے اس کے وزیر اور اس کے بھائی سے ان کی تائید و نصرت کرائی ہے۔

(روایت میں صرف یہی تین مقامات کا ہی تذکرہ کیا گیا ہے جب کہ روایت کی ابتدا میں چار مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے لیے قارئین ہمیں معذور سمجھیں۔ من المترجم عنہ)

علی! اللہ نے مجھے تیرے متعلق سات باتیں عطا کی ہیں:

۱- تو وہ پہلا شخص ہوگا جس کی قبر میری قبر کے ساتھ سب سے پہلے کھول دی جائے گی۔

۲- تو میرے ساتھ (پل) صراط پر ہوگا اور تو دوزخ سے کہے گا: اے پکڑنے! یہ تیرا ہے اور اسے چھوڑ دے یہ تیرا نہیں ہے۔

۳- اور جب مجھے قیامت کے روز لباس پہنایا جائے گا تو تو وہ پہلا شخص ہوگا جسے میرے ساتھ لباس پہنایا جائے گا اور جب میں قبر سے زندہ کیا جاؤں گا تو تو بھی زندہ کیا جائے گا۔

۴- اور تو وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے ساتھ عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوگا۔

۵- اور تو وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر دستک دے گا۔

۶- تو وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے ساتھ مقام علیین پر رہائش اختیار کرے گا۔

۷- تو وہ پہلا شخص ہوگا جسے میرے ساتھ سر بمبر خالص شراب سے سیراب کیا جائے گا جس کی مہر مشک کی ہوگی اور ایسی چیزوں میں شوق کرنے والوں کو

آپس میں سبقت اور رغبت کرنی چاہیے۔ (الآمالی طوسی ج ۲ ص ۲۵۵۔

بحار بحوالہ امالی ج ۱۸ ص ۳۸۸ حدیث ۹۷)

(بخلف اسناد) بریدہ اسلمی نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی! اللہ نے سات مقامات پر تجھے میرے ساتھ حاضر کیا:

۱- ان میں سے پہلا مقام وہ ہے جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا کہ میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔

میں نے دعا مانگی تو تو میرے ساتھ موجود تھا۔ اس مقام پر ملائکہ صفیں باندھے

کھڑے تھے۔ میں نے کہا: جبریلؑ! یہ کون ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: یہ وہ ہیں جن پر اللہ آپ کے ذریعہ سے فخر و مباہات کرتا ہے۔

اس وقت مجھے گفتگو کی اجازت ملی تو میں نے وہاں ایسی حسین گفتگو کی جیسی آج تک کسی

نے نہیں کی ہوگی اور میں نے اپنی گفتگو میں ان تمام چیزوں کا ذکر کیا جنہیں اللہ پیدا کر چکا

ہے یا جنہیں روز قیامت تک وہ پیدا کرے گا۔

۲- جبریلؑ میرے پاس آئے اور مجھے آسمانوں کی سیر کے لیے لے گئے، انہوں

نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا کہ میں اسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ دعا کریں کہ اللہ اسے یہاں آپ کے پاس لے آئے۔

میں نے اللہ سے دعا کی تو اچانک تو میرے ساتھ موجود تھا۔ میرے لیے ساتوں آسمانوں

اور ساتوں زمینوں کے حجاب ہٹا دیے گئے۔ میں نے ان کے تمام باشندوں اور رہائش

پذیر افراد کو دیکھا اور ہر فرشتے کی جگہ کا ملاحظہ کیا اور میں نے وہاں جو کچھ دیکھا وہ سب

کچھ تو نے بھی دیکھا۔

۳- میں جنات کی طرف گیا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔

میں نے اللہ سے دعا کی تو تو میرے ساتھ موجود تھا۔ وہاں پر میں نے جنات سے

جو بھی گفتگو کی اور جو کچھ جنات نے مجھے کہا تو نے وہ تمام باتیں سنیں اور ان باتوں سے تو بھی اتنا ہی واقف ہے جتنا کہ میں واقف ہوں۔

۴- میں نے تیرے متعلق اللہ سے جو بھی سوال کیا تو نبوت کے علاوہ اللہ نے میری ہر درخواست قبول فرمائی اور نبوت کے متعلق کہا: محمد! میں نے نبوت کے لیے تجھے مخصوص کر لیا ہے۔

۵- اللہ نے ہمیں لیلۃ القدر کے لیے مخصوص کیا ہے ہمارے علاوہ اور کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

۶- جبریل آئے اور مجھے آسمان پر لے گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریل نے کہا: آپ اللہ سے دعا مانگیں خدا اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔ میں نے دعا مانگی تو تو میرے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہاں جبریل نے اذان دی اور میں نے تمام آسمان والوں کو نماز پڑھائی۔ اس وقت تو میرے ساتھ تھا۔

۷- ہم باقی رہ جائیں گے یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہے گا اور تمام گروہ ہمارے ہاتھوں سے ہلاک ہوں گے۔ (مختصر البصائر، ص ۶۹- تفسیر قمی، ج ۲، ص ۳۳۵- بحار، ج ۱۸، ص ۴۰۵)

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ کو شب معراج آسمان پر دیکھا اور ان پر سلام کیا جب کہ حضور انھیں زمین پر چھوڑ کر گئے تھے۔ (شارق انوار الیقین فی حقائق کشف اسرار امیر المومنین حافظ رجب البرسی۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ معراج مکہ میں ہوئی اور حضرت علیؓ و زہراءؓ کی شادی مدینہ میں ہوئی اور حسنین کریمین بھی مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ مترجم)

۴ آپؐ کو فرشتوں کے محاکمہ کے لیے جبریلؑ کا آسمان پر لے جانا

۱- (بخاری اسناد) عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں حضرت فاطمہ زہراء سلام

اللہ علیہا کے دروازہ پر گیا اور ان سے کہا: آپؐ کا شوہر کہاں ہے؟

سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: انھیں جبریلؑ آسمان پر لے گئے ہیں؟

میں نے پوچھا: وہ کیوں؟

بی بی نے فرمایا: ملائکہ کا ایک بات میں اختلاف ہوا تو انہوں نے اللہ سے کسی کے

محاکمہ کی درخواست کی۔ اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ تم خود ہی کسی فیصلہ کا انتخاب

کرو۔ اس کے بعد ملائکہ نے علی بن ابی طالبؑ کا انتخاب کیا۔ (الاختصاص مفید ص

۲۱۳۔ بحار الانوار بحوالہ اختصاص ج ۳۹ ص ۱۵۰، حدیث ۱۵)

شبِ بدر جبریل و میکائیل و اسرافیل اور دوسرے فرشتوں کا حضرتؐ

کو سلام کرنا

۱- (بخاری اسناد) جنگِ بدر کی شب کو رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب کو کنوئیں سے

پانی لانے کے لیے کہا مگر سب نے خاموشی اختیار کر لی۔ حضرت علیؑ مشک لے کر کنوئیں کی

طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ نے وہاں سے پانی بھرا اور آپؐ پانی لے کر آ رہے تھے کہ تیز

ہوا کا جھونکا آیا جس سے پانی بہہ گیا۔ آپؐ دوبارہ آئے اور مشک بھری۔ پھر تیز ہوا کا

جھونکا آیا اور پانی زمین پر بہہ گیا۔ الغرض تین بار ایسا ہوتا رہا۔ چوتھی بار آپؐ نے مشک

بھری اور رسولؐ خدا کے پاس آ گئے اور انھیں حالات سے مطلع کیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پہلی ہوا میں جبریلؑ ایک ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر گزرے تھے اور انہوں نے

آپؐ کو سلام کیا تھا اور دوسری ہوا میں میکائیلؑ ایک ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر گزرے۔

انہوں نے بھی آپ کو سلام کیا اور تیسری ہوا میں اسرافیل ایک ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر گزرے تھے۔ انہوں نے بھی آپ کو سلام کیا تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ سب تمہاری حفاظت کے لیے آئے تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۳۲۔ بحار بحوالہ مناقب، ج ۱۹، صفحہ ۲۸۶۔ غایۃ المرام، ص ۶۶۱۔ حدیث ۲)

اسماعیل حمیری نے اسی واقعہ کے متعلق کہا تھا۔ (اسماعیل بن محمد بن یزید بن ربیعہ حمیری اہل بیت طاہرین کے بہترین مداح تھے اور انہوں نے شانِ آل محمد میں مشہور نظمیں لکھی تھیں۔ انہوں نے ۱۷۳ھ میں وفات پائی۔ سیر اعلام النبلاء)

و سلم جبریل و میکال لیلۃ

علیہ و حیاء اسرافیل معربا

احاطوا بدفی روعة جاء یسقی

و کان علی السبھا قد تخربا

ثلاثة آلاف ملائک سلموا

علیہ فادناہم و حیاء ورجبا

جبریل، میکائیل اور اسرافیل نے رات کے وقت انہیں سلام کیا تھا۔ جب وہ خطرات کے دور میں پانی لینے کے لیے آئے تھے تو ملائکہ نے ان کو حفاظت کے لیے اپنے گھیرے میں لیا تھا جب کہ علی خطرات کے عادی تھے۔ تین ہزار فرشتوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں سلام کیا تھا۔

۲۔ اسی واقعہ کو اہل سنت محدث عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بھی نقل کیا اور انہوں نے لکھا کہ حارث نے حضرت علیؑ سے روایت کی انہوں نے کہا: بدر کی شب رسول خداؐ نے فرمایا:

ہمیں کون پانی پلائے گا؟

تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علیؑ اٹھے اور انہوں نے مشک کندھے پہ ڈالی اور تاریک کنوئیں پر آئے اور اس میں پانی بھرنے کے لیے اترے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل (اور اسرافیل) کی طرف وحی کی کہ تم محمد مصطفیٰؐ اور ان کے گروہ کی مدد کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ آسمان سے اترے۔ ان کے اترنے کی شدید قسم کی آواز آئی جس سے کان پھٹنے کو آرہے تھے۔ جب وہ کنوئیں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضرت علیؑ کا احترام کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف سے علیؑ پر سلام کیا۔ (فضائل احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۶۱۳، حدیث ۱۰۴۹۔ طرائف بحوالہ فضائل، ص ۷۲، حدیث ۹۵۔ غایۃ المرام، ص ۶۱، باب ۱۲۱۔ شرح نہج البلاغہ معترلی، ج ۹، ص ۷۲، حدیث ۱۶)

۳۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں اہل شوریٰ کے سامنے اپنے بہت سے فضائل و مناقب بیان کیے تھے ان میں سے حضرتؑ نے ایک فضیلت یہ بھی بیان کی تھی کہ بتاؤ شب بدر ملائکہ نے تمہیں سلام کیا تھا یا مجھے سلام کیا تھا؟

سب نے کہا: ملائکہ نے آپؐ کو ہی سلام کیا تھا۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۱۵۹-۱۶۰۔ بحار، بحوالہ امالی، ج ۸، ص ۳۵۴۔ ارشاد القلوب، ص ۲۵۹، حلیۃ الابرار، ج ۱، ص ۴۰۷)

آسمانی فرشتے حضرت علیؑ کو جانتے پہچانتے ہیں

۱۔ (بخاری اسناد) ابن اذنیہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: فرقہ نواصب کیا بیان کرتا ہے؟

میں نے کہا: مولا کس چیز کے متعلق آپؑ ان کی رائے پوچھنا چاہتے ہیں؟
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ اذان، رکوع و سجود کے متعلق کیا کہتے

ہیں؟

میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب نے یہ سب کچھ نیند میں دیکھا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: انہوں نے جھوٹ کہا: اللہ کا دین اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کی بنیاد ایک خواب پر قرار دے دی جائے۔

سید یرصرنیؒ نے کہا: میں آپؐ پر قربان ہو جاؤں۔ آپ ہی اس کی وضاحت فرمادیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے اپنے نبی کو سات آسمانوں کی سیر کروائی۔ (ایک اور روایت کے مطابق اللہ نے اپنے نبی کو سات مرتبہ معراج کرائی) پہلے آسمان میں ان پر برکت نازل کی اور دوسرے آسمان پر انھیں اپنے فرائض کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ نے نور کا ایک محل اتارا جس میں چالیس قسم کے وہ نور تھے جو اللہ کے عرش کو گھیرے ہوئے تھے اور وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔

ان میں سے ایک نور زرد رنگ کا تھا اور زردی اسی سے پیدا ہوئی۔ ایک نور سرخ تھا۔ چنانچہ سرخ رنگ کو اس سے سرخی نصیب ہوئی۔ ان میں سے ایک سفید تھا۔ اسی سے سفید رنگ کو سفیدی ملی اور باقی نورانی مخلوقات کی تعداد کے مطابق تھے۔ اس محل کے رنگ حلقوں اور چاندی کے زنجیروں کی شکل میں تھے۔ اس کے بعد آپؐ کو آسمان کی جانب لے جایا گیا۔ فرشتے آسمان کے اطراف میں ایک طرف ہو گئے اور وہ سجدے میں گر گئے اور انہوں نے ”سبح قدوس“ کی تسبیح پڑھی اور کہنے لگے: یہ نور ہمارے رب کے نور سے کتنی مشابہت رکھتا ہے!

جبریلؑ نے کہا: اللہ اکبر! اللہ اکبر۔ پھر آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ملائکہ نے صفیں باندھ کر رسول خداؐ کو سلام کیا اور حبیب خدا سے پوچھا:

آپؐ کے بھائی کیسے ہیں؟ جب آپؐ زمین پر جائیں تو انھیں ہمارا سلام کہیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: تو کیا تم اسے جانتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم بھلا ان سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں جبکہ ہم سے اللہ نے آپؐ کا اور علیؑ کا اور قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ان کے شیعوں کا عہد لیا تھا اور

ہم روزانہ پانچ مرتبہ اس کے شیعوں کے چہروں کو مس کرتے ہیں یعنی ہم ہر نماز کے وقت ان کے چہروں کو مس کرتے ہیں اور ہم آپ پر اور ان پر درود بھیجتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے چالیس دوسرے انوار کا اضافہ کیا جو کہ پہلے نور سے مختلف تھے اور میرے لیے نور کے حلقوں اور زنجیروں میں اضافہ کیا اور مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جب میں دوسرے آسمان کے دروازے کے قریب پہنچا تو فرشتے سمٹ کر آسمان کے اطراف میں جمع ہو گئے اور وہ سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے کہا: ”سُبُوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ“۔ پھر کہا: یہ نور ہمارے پروردگار سے کتنی مشابہت رکھتا ہے!

اس وقت جبریلؑ نے کہا:

”اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ“

فرشتے اکٹھے ہوئے اور جبریلؑ سے پوچھنے لگے: آپ کے ساتھ یہ کون آئے

ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: یہ محمدؐ ہیں۔

فرشتوں نے کہا: تو کیا وہ مبعوث ہو چکے ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر وہ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور انہوں

نے مجھ پر سلام کیا اور کہنے لگے: ”اپنے بھائی کو ہمارا سلام کہیے گا۔“

میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تم انھیں جانتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم بھلا ان سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں جب کہ ہم سے اللہ

نے آپؐ کا اور علیؑ کا اور قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ان کے شیعوں کا عہد لیا

تھا اور ہم روزانہ پانچ مرتبہ اس کے شیعوں کے چہروں کو مس کرتے ہیں یعنی ہم ہر نماز کے

وقت ان کے چہروں کو مس کرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر میرے پروردگار نے مجھے چالیس قسم کے اور انوار عطا

کیے جو کہ پہلے انوار سے مختلف تھے اور مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ فرشتے سمٹ کر ایک طرف ہوئے اور سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے: ”سُبْحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ“۔

پھر کہنے لگے: یہ نور ہمارے پروردگار کے نور سے کتنی مشابہت رکھتا ہے۔
اس وقت جبریلؑ نے کہا: اشہد ان محمد ارسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ۔

فرشتے جمع ہوئے اور کہنے لگے: اول و آخر، حاشر، ناشر کو خوش آمدید۔ محمد تمام انبیاء سے بہتر اور علیؑ تمام اوصیاء سے بہتر ہیں۔

پھر انہوں نے مجھ پر سلام کہا اور مجھ سے میرے بھائی کے متعلق پوچھا۔
میں نے کہا کہ وہ زمین پر ہیں تو کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟

کہنے لگے: ہم بھلا ان سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں جبکہ ہر سال بیت المعمور کا حج ہوتا ہے اور اس پر سفید کپڑے کا غلاف چڑھا ہوتا ہے اور اس غلاف پر محمدؐ، علیؑ اور حسن و حسینؑ اور دوسرے ائمہ اور قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ان کے شیعوں کے نام لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور ہم روزانہ پانچ مرتبہ ان پر برکت نازل کرتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ روزانہ ہر نماز کے وقت ان کے سروں پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر میرے پروردگار نے مجھے اور چالیس انوار عطا کیے جو کہ پہلے انوار سے بالکل مختلف تھے اور مجھے چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں پر فرشتوں نے زبان سے کچھ بھی نہ کہا۔ البتہ مجھے بھینھناہٹ کی ایک آوازی سنائی دی۔ گویا وہ ان کے سینوں سے برآمد ہو رہی تھی۔ فرشتے اکٹھے ہوئے اور آسمان کے دروازے کھل گئے اور وہ میری طرف دوڑتے ہوئے آئے۔

اس وقت جبریلؑ نے کہا:

حی علی الصلاة، حی علی الصلاة، حی علی الفلاح،

حسی علی الفلاح۔

فرشتوں نے کہا: یہ دو ملی ہوئی معروف آوازیں ہیں۔

پھر جبریلؑ نے ”قد قامت الصلاة، قد قامت الصلاة“ کہا۔ ملائکہ نے کہا: وہ قیامت کے دن تک اس کے شیعوں کے لیے قائم رہے گی۔
پھر فرشتے جمع ہوئے اور انہوں نے کہا: آپؐ نے اپنے بھائی کو کس حال میں

چھوڑا؟

میں نے ان سے کہا تو کیا تم اسے جانتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم اسے پہچانتے ہیں اور اس کے شیعوں کو بھی پہچانتے ہیں کیونکہ وہ عرش خداوندی کے گرد حالت نور میں ہیں اور بیت المعمور پر نور کا ایک غلاف ہے جس پر نورانی سطریں لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں محمدؐ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور دوسرے ائمہ اور قیامت کے دن تک آنے والے ان کے شیعوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں نہ تو کسی کے نام کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی کمی ہو سکتی ہے اور یہی ہمارا اشتیاق ہے اور ہر جمعہ کے دن یہ یشاق ہمارے سامنے پڑھا جاتا ہے۔

پھر مجھے کہا گیا: محمدؐ! آپ اپنا سراور بلند کریں۔

میں نے سر اٹھایا تو آسمانوں کے طبق شکافتہ ہو گئے اور جبابات اٹھادیے گئے۔

پھر مجھ سے کہا گیا: سر اٹھا کر دیکھیں آپ کو کیا دکھائی دیتا ہے؟

میں نے سر اٹھایا تو مجھے تمہارے اس گھر (کعبہ) جیسا ایک گھر دکھائی دیا اور اس کے حرم جیسا ایک حرم دکھائی دیا اور اگر میں ہاتھ سے کوئی چیز ڈالتا تو وہ اسی پر ہی گرتی۔

پھر مجھ سے کہا گیا: محمدؐ! یہ ایک حرم ہے اور آپ محترم ہیں اور ہر مثل کی کوئی نہ کوئی

مثال ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی اور فرمایا:

محمدؐ! ”صاد“ کے قریب جائیں اور اپنے اعضائے سجدہ کو دھوئیں اور انھیں پاک

کریں اور اپنے رب کی نماز پڑھیں۔

رسول خدا ”صاد“ کے قریب ہوئے اور ”صاد“ عرش کی دائیں طرف سے پہنچے والا پانی تھا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے وضو شروع کیا اسی لیے وضو کے لیے دایاں ہاتھ مقرر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی طرف وحی کی کہ آپ اپنا چہرہ دھوئیں کیونکہ آپ نے میری عظمت کو دیکھنا ہے۔ پھر اپنے دائیں اور بائیں بازو کو دھوئیں کیونکہ آپ نے اپنے ہاتھوں میں میرے کلام کو پکڑنا ہے۔ پھر اپنے ہاتھوں کی تری سے اپنے سر اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کریں۔ میں آپ پر اپنی برکت نازل کروں گا اور آپ کو ایسے مقام پر فائز کروں گا جہاں کسی نے قدم نہیں رکھا ہوگا۔ یہ اذان اور وضو کی وجہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی طرف وحی کی اور فرمایا:

محمد! آپ ہجر اسود کی طرف رخ کر کے میرے حجابات کی تعداد میں تکبیر کہیں۔ اسی لیے سات تکبیرات قائم ہوئیں کیونکہ حجابات کی تعداد بھی سات ہے۔ حجاب کے انقطاع پر آنحضرتؐ نے افتتاح کیا۔ اسی لیے افتتاح کو سنت کا درجہ حاصل ہوا۔ حجابوں کے درمیان نور کے سمندر حائل ہیں اور انھی کا نور اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا۔ افتتاح کی تکبیرات تین مقرر ہوئیں کیونکہ حجابات کو تین بار ہٹایا گیا اور یوں تکبیریں سات اور افتتاح تین مقرر ہوئیں۔

جب آنحضرتؐ تکبیر اور افتتاح سے فارغ ہوئے تو اللہ نے انھیں وحی کی کہ اب میرا نام لو۔ اس کے جواب میں آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کی اور اسی وجہ سے بسملہ ہر سورت کے آغاز میں رکھی گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو وحی کی کہ آپ میری حمد بجالائیں۔ آنحضرتؐ نے حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے ”الحمد للہ رب العالمین“ کہا اور آپ نے اپنے دل میں ”شکراً“ کے الفاظ کہے۔ پھر اللہ نے آپ کو وحی کی کہ تم نے میری حمد کو قطع کیا ہے لہذا میرا نام لو۔ آنحضرتؐ نے کہا: الرحمن الرحیم۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں یہ الفاظ

دو مرتبہ وارد ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ بسملاً میں ہیں اور ایک مرتبہ ”الحمد لله رب العالمین“ کے بعد ہیں۔

جب آنحضرتؐ ”ولا الضالین“ پر پہنچے تو آپؐ نے ”الحمد لله رب العالمین“ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو وحی کی تم نے میرے ذکر کو قطع کیا ہے لہذا پھر میرا نام لو۔ آنحضرتؐ نے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کی اور یہی وجہ ہے کہ بسملہ شریف دوسری سورت کا حصہ قرار پائی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی کی: محمد! آپؐ اپنے رب کی نسبت کی تلاوت کریں اور پڑھیں:

قل هو الله احمد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له

كفو احد

آپؐ نے سورۃ اخلاص پڑھی۔ پھر وحی منقطع ہوئی تو آپؐ نے ”كذلك الله، كذلك ربنا“ کہا۔ جب آنحضرتؐ نے یہ الفاظ ادا کیے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ محمد! اپنے رب کے لیے رکوع کر۔ آپؐ نے رکوع کیا اللہ نے حالت رکوع میں وحی کی کہ تم ”سبحان ربی العظیم“ پڑھو۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔ پھر اللہ نے وحی کی اور فرمایا: محمد! اپنا سر اٹھاؤ۔

یہ حکم خداوندی سن کر آنحضرتؐ نے رکوع سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اللہ نے وحی کی: محمد! اب اپنے رب کا سجدہ بجالاؤ۔ رسول خدا سجدے میں گئے تو اللہ نے وحی کی کہ ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھو۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہ تسبیح دہرائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی کی: سجدے سے سر اٹھاؤ۔ آپؐ نے سر اٹھایا تو آپؐ کو مشاہدہ عظمت نہ ہوا۔ اسی لیے آپؐ نے دوسرا سجدہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر رکعت میں دو سجدے قرار پائے۔

بعد ازاں آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اب سورہ حمد پڑھو۔

جب آپؐ چمکے تو اللہ کی وحی ہوئی کہ اب سورہ ”انا انزلناہ“ پڑھو۔
 یہ سورت قیامت کے دن تک آپؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ سے منسوب رہے گی۔
 اس کے بعد آنحضرتؐ نے رکوع میں وہی ذکر کیا جو پہلے کرچکے تھے۔ پھر آپؐ
 نے سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو عظمت الہی کا مشاہدہ کیا۔ آپؐ نے عظمت الہی کو
 دیکھ کر دوسرا سجدہ کیا۔ یہ دوسرا سجدہ آنحضرتؐ نے اپنی طرف سے کیا تھا۔ اللہ کی طرف
 سے اس کی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔

جب آپؐ دوسرے سجدے میں تھے تو اللہ کی طرف سے وحی ہوئی: محمد! سجدہ سے
 سر اٹھاؤ اور بیٹھ جاؤ۔ آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم پر نعمات کی ہیں لہذا امیرانام لو اور الہام میں آپؐ
 کو یہ کلمات تعلیم کیے گئے:

بسم اللہ وبالله ولا الہ الا اللہ والاسماء الحسنی کلہا للہ

بعد ازاں آپؐ کو وحی ہوئی: محمد! اپنے آپؐ پر اور اپنے اہل بیتؑ پر درود بھیجو۔
 آپؐ نے کہا: صل اللہ علی وعلی اہل البیت۔ پھر آپؐ نے دیکھا کہ انبیاء
 و مرسلین اور ملائکہ کی صفیں لگی ہوئی تھیں۔ آپؐ سے کہا گیا: محمد! آپؐ ان پر سلام کریں۔
 آپؐ نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر آپؐ کو وحی کی گئی
 کہ سلام تحیت و رحمت و برکات آپؐ اور آپؐ کی اہل بیتؑ ہیں۔
 بعد ازاں اللہ نے وحی کی کہ بائیں طرف متوجہ نہ ہوں۔

آنحضرتؐ جب رکوع میں تھے تو آپؐ نے ملائکہ کی تسبیح و تہلیل کی صدائیں سنی
 تھیں۔ اسی لیے جب آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپؐ نے ”سمع اللہ لمن حمدہ“
 کہا۔

آنحضرتؐ کی یہ دو رکعات ہی نماز کی اولین بنیاد ہیں۔ لہذا اگر ان پہلی دو رکعات
 میں کوئی کمی بیشی ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور نمازی کو دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی اور

ابتدا میں نمازِ ظہر بھی دو رکعات نازل ہوئی تھی۔

۲۔ (بخاری اسناد) ابن شہر آشوب نقل کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت ”وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ“ (الزخرف: ۵) ”اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو آپ کی قوم اس سے منہ موڑ لیتی ہے“۔ اس کی آیت مجیدہ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عباس نے کہا۔

ایک مرتبہ جبریل امینؑ رسول خدا کی دائیں طرف بیٹھے تھے کہ اتنے میں علی بن ابی طالب آئے۔ انھیں دیکھ کر جبریلؑ ہنس دیے اور کہا: محمدؐ! یہ علی بن ابی طالب آئے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جبریلؑ تو کیا آسمان والے بھی اسے پہچانتے ہیں؟ جبریل امینؑ نے کہا: محمدؐ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ آسمان والے زمین والوں کی بہ نسبت علیؑ کو زیادہ جانتے پہچانتے ہیں۔ علیؑ نے جب بھی کسی جنگ میں تکبیر کہی تو ہم نے بھی اس کے ساتھ تکبیر کہی اور اس نے جب بھی کوئی حملہ کیا تو ہم نے بھی اس کے ساتھ حملہ کیا اور جب بھی اس نے تلوار چلائی تو ہم نے بھی اس کے ساتھ تلوار چلائی۔

محمدؐ! آپ کو جب بھی عیسیٰؑ کے چہرے اور اس کی عبادت اور نیکی کے زہد اور اس کی اطاعت اور ملک سلیمانؑ اور اس کی سخاوت دیکھنے کا اشتیاق ہو تو آپ علی بن ابی طالبؑ کے چہرہ کو دیکھ لیں۔ علی بن ابی طالبؑ، عیسیٰ بن مریمؑ کی شبیہ ہے (اذا قومک منہ یصدون) آپ کی قوم اس کا ذکر سن کر چیخنے اور تعجب کرنے لگ جاتی ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۲۳۵۔ بحار الانوار بحوالہ مناقب ج ۳۹ ص ۹۸)

پانی پر موکل فرشتے کا حضرتؑ کو سلام کرنا

۱۔ (بخاری اسناد) جابر بیان کرتے ہیں کہ میں فرات کے کنارے حضرت علیؑ

علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ اچانک فرات سے ایک موج بلند ہوئی اور اس نے حضرت علیؑ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آپ مجھے دکھائی نہ دیتے تھے۔ پھر وہ موج واپس دریا میں چلی گئی اور حضرت اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور آپ کا لباس بھی گیلیا نہیں ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا اور میں تعجب کرنے لگ گیا اور میں نے اُس کے متعلق آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تو نے اسے دیکھا تھا؟ میں نے کہا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: وہ پانی پر موکل فرشتہ تھا۔ وہ پانی سے نکلا اور اس نے مجھ پر سلام کہا اور مجھے گلے لگایا۔ (امالی شیخ طوسی ج ۱ ص ۳۰۴۔ بحار الانوار بحوالہ امالی ج ۳۹ ص ۱۰۹ حدیث ۱۱۶)

ایک اور فرشتے کا حضرتؑ پر سلام کرنا

۱- (بخلف اسناد) حذیفہ یمانی نے بیان کیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے اس شخص کو دیکھا جو ابھی میرے پاس آیا تھا؟ میں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

آنحضرتؑ نے فرمایا: یہ دراصل ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اتر ا۔ اس نے اللہ سے زمین پر اترنے کی اجازت مانگی تاکہ وہ علیؑ علیہ السلام پر سلام کرے۔ چنانچہ اس نے علیؑ کو سلام کیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ حسن و حسین علیہم السلام جو انان جنت کے سردار ہیں اور فاطمہؑ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ (امالی شیخ مفید ص ۲۲ حدیث ۴۔ بحار الانوار ج ۳ ص ۳۸ حدیث ۲۶)

بدر و احد میں ”لا سیف الا ذوالفقار“ کی منادی

۱- (بخلف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبا ئے طاہرین علیہم

السلام کی سند سے روایت کی کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایک اعرابی رسول خدا سے ملنے کے لیے آیا۔ آپ سرخ رنگ کی خوبصورت چادر اوڑھ کر اس کے پاس آئے۔ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو یوں میرے پاس آئے جیسے آپ جوان ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اعرابی! میں خود ہی جوان نہیں بلکہ میں ایک جوان کا فرزند اور ایک جوان کا بھائی بھی ہوں۔

اعرابی نے کہا: آپ تو جوان ہیں لیکن آپ جوان کے فرزند اور جوان کے بھائی کیسے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

قَالُوا سَمِعْنَا فَتَىٰ يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ (الانبیاء: ۶۰)

کہنے لگے ہم نے ایک جوان کے متعلق سنا جو ان بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔

ابراہیم جوان تھے، میں ان کا فرزند ہوں اور جہاں تک ایک جوان کے بھائی ہونے کا تعلق ہے تو اُحد کے دن منادی نے یہ ندا دی تھی:

لافتی الا علی لاسیف الا ذو الفقار

علیؑ جیسا کوئی جوان نہیں اور ذو الفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔

وہ جوان علیؑ میرا بھائی ہے اور میں اس کا بھائی ہوں۔ (امالی صدوق، ص ۱۶۷)

حدیث ۱۰۔ معانی الاخبار، ص ۱۱۹۔ بحار بحوالہ امالی وہانی، ج ۳۲، ص ۶۴، حدیث ۶)

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنگ بدر میں ایک فرشتے نے آسمان سے منادی کی۔ اس فرشتے کا نام رضوان تھا اور اس نے یہ منادی کی تھی:

لاسیف الا ذو الفقار ولافتی الا علی (روضۃ الواعظین، ص ۱۲۸)

یہی روایت علمائے اہل سنت نے بھی اپنے ہاں نقل کی ہے۔ چنانچہ سمعانی نے

کتاب فضائل الصحابہ، ابن مغازی الشافعی نے مناقب میں بھی یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

حضرت علیؑ اپنے گھر پر جبریلؑ کے قدموں کی آہٹ سنا کرتے تھے

۱- (بخاری اسناد) ابن عباس کے سامنے کچھ لوگوں نے حضرت علیؑ کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا: تم لوگ اس کا شکوہ کرتے ہو جو اپنے گھر کی چھت پر سے جبریل کے قدموں کی آہٹ سنا کرتا تھا۔ (فضائل الصحابہ احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۶۵۳، حدیث ۱۱۱۲ ذخائر العقبیٰ، ص ۹۴)

منبر پر بیٹھ کر جبریلؑ کو پہچان لینا

ایک مرتبہ امیر المومنین منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ نے فرمایا:

ایہا الناس سلونی قبل ان تفقدونی سلونی عن طرق

السموات فانی اعرف بها من طرق الارض

لوگو! مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ مجھ سے آسمانوں

کے راستے پوچھ لو میں آسمان کے راستوں کو زمین کے راستوں

سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔

مجمع کے درمیان سے ایک شخص اٹھا اور کہا کہ بتائیں اس وقت جبریلؑ کہاں

ہے؟

حضرت امیر علیہ السلام نے آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر آپؑ نے

زمین کی طرف دیکھا۔ پھر آپؑ نے مشرق کی طرف دیکھ اور بعد میں مغرب کی طرف

دیکھا۔ پھر آپؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

شیخ! تو ہی جبریلؑ ہے۔

یہ کہنا تھا کہ اس نے ایک پرندہ کی شکل اختیار کی اور لوگوں کے درمیان سے پرواز کر گیا۔ اس وقت لوگوں نے چیخ کر کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ واقعی رسول خدا کے حقیقی جانشین ہیں۔ (فضائل ابن شاذان، ص ۹۸۔ بحار بحوالہ فضائل، ج ۳۹، ص ۱۰۸ حدیث ۱۳)

وہ ناقہ جو حضرت نے جبریل سے خریدی اور میکائیل کے ہاتھ فروخت کی

۱- (بخاری اسناد) خالد ربیع راوی ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنے کسی کام کے سلسلہ میں مکہ آئے۔ آپ نے ایک اعرابی کو دیکھا جو غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا تھا اور وہ گڑ گڑا کر کہہ رہا تھا:

یا صاحب البیت! البیت بیتک والضيف ضیفک ولکل

ضيف من ضيفه قری فاجعل قرای منک الیة المغفرة

اے گھر کے مالک! یہ گھر تیرا گھر ہے اور مہمان تیرا مہمان ہے اور

ہر میزبان اپنے مہمان کو مہمانی دیتا ہے۔ آج رات مجھے مغفرت کی

مہمانی عطا فرما۔

امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا تم اعرابی کی گفتگو سن رہے ہو؟

آپ کے ساتھیوں نے کہا: جی ہاں۔ ہم سن رہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:

اللہ کی شان اسی سے کہیں بلند و برتر ہے کہ وہ اپنے مہمان کو خالی ہاتھ لوٹائے۔

اور دوسری روایت آپ حرم میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا وہ اسی رکن کے

ساتھ چمٹ کر کہہ رہا تھا:

یا عزیز فی عزک فلا اعز منک فی عزک اعزنی بعز

غرک فی عز لا یعلم احد کیف هو اتوجه الیک واتوسل

الیک بحق محمد وال محمد علیک اعطنی ما لا

يعطينى احد غيرك واصرف عني مالا يصرفه احد
غيرك

اے وہ ذات جو اپنی عزت میں عزیز ہے اور عزت کے اعتبار سے
تجھ سے زیادہ صاحب عزت کوئی نہیں۔ اپنی عزت کے صدقہ میں
مجھے بھی ایسی عزت عطا کر جس کی ماہیت کے متعلق کسی کو علم نہ ہو۔
میں تیرے حضور محمد وآل محمد کے حق کا وسیلہ دے کر تجھ سے
درخواست کرتا ہوں کہ مجھے وہ کچھ عطا کر جو تیرے علاوہ اور کوئی
کسی کو نہیں دے سکتا اور مجھ سے وہ مصائب دور فرما جو تیرے علاوہ
کوئی دور نہیں کر سکتا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ سریانی میں اسم اعظم ہے۔ مجھے
میرے حبیب حضرت رسول خدا نے اسی کی خبر دی تھی۔ اسی نے اللہ سے جنت طلب کی
ہے اور خدا نے اسے دی ہے اور اسی نے خدا سے دوزخ سے محفوظ رہنے کی دعا دی
ہے اللہ نے اسے دوزخ سے بچا لیا ہے۔

تیسری رات آپ حرم میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا وہ اعرابی اسی رکن
کعبہ سے چٹ کر یہ مناجات کر رہا تھا:

يامن لا يحويه مكان ولا يخلو منه مكان بلا كيفية كان
ارزق الاعرابى اربعة الاف دراهم

اے وہ ذات جسے مکان اپنے اندر سامنے سے قاصر ہے اور اے وہ
ذات جس سے کوئی بھی مکان خالی نہیں ہے اور جو بغیر کسی کیفیت
کے ہر مقام پر موجود ہے۔ اعرابی کو چار ہزار درہم عطا فرما۔

اس کی یہ التجاسن کر امیر المومنین علیہ السلام آگے بڑھے اور فرمایا: اعرابی! تو نے
اپنے رب سے مغفرت کی مہمانی طلب کی، اللہ نے تجھے عطا فرمائی۔ تو نے اس سے جنت

مانگی اس نے تجھے عنایت کی اور تو نے اس سے دوزخ سے بچنے کا سوال کیا، اس نے تجھے دوزخ سے بچالیا اور آج رات تو اللہ سے چار ہزار درہم مانگ رہا ہے؟

اعرابی نے کہا: آپؐ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں علی بن ابی طالبؑ ہوں۔

اعرابی نے جیسے ہی آپؐ کا نام سنا تو اس نے کہا: خدا کی قسم! آپؐ ہی میرا مقصود ہیں اور میری حاجت کا تعلق آپؐ سے ہی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: پھر تم سوال کرو۔

اعرابی نے کہا: مجھے ایک ہزار درہم حق مہر کے لیے ضرورت ہے اور ایک ہزار درہم قرض کی ادائیگی کے لیے ضرورت ہے۔ ایک ہزار درہم سے مکان خریدوں گا اور ایک ہزار درہم سے اپنی ضروریات پوری کروں گا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں مکہ سے مدینہ جا رہا ہوں تم مدینہ آ کر میرے گھر کا کسی سے پوچھ لینا۔

اعرابی نے ایک ہفتہ تک مکہ میں قیام کیا۔ پھر وہ مدینہ آیا اور مدینہ پہنچ کر اس نے بلند آواز سے کہا: کوئی ہے جو مجھے امیر المومنینؑ کا گھر بتائے۔

اس وقت امام حسین علیہ السلام بچوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں نے جیسے ہی اعرابی کی صدا سنی تو انہوں نے فرمایا: میں تجھے امیر المومنینؑ کے گھر لے جاتا ہوں اور میں ان کا بیٹا حسینؑ بن علیؑ ہوں۔

اعرابی نے کہا: آپؐ کے والد کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میرے والد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

اس نے کہا: آپؐ کی والدہ کون ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: میری والدہ فاطمہ زہراءؑ دختر رسول خدا ہیں۔

اس نے کہا: آپؐ کی نانی کون تھیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: میں خدیجہ بنت خویلد کا نواسا ہوں۔

اس نے کہا: آپ کا بھائی کون ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میرے بھائی کا نام ابو محمد حسن بن علیؑ ہے۔

اعرابی نے کہا: آپ ہر طرف سے نجیب ہیں۔ اب آپ مجھے امیر المومنینؑ کے دروازے پر لے چلیں اور ان سے کہیں: آپ نے مکہ میں جس اعرابی کو ضمانت دی تھی وہ اس وقت دروازہ پر ہے۔

جب وہ آیا تو حضرتؑ نے اپنی زوجہ طاہرہ سے فرمایا: کیا آپ کے پاس کوئی چیز کھانے کے لیے موجود ہے جو اعرابی کو دی جاسکے؟
حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: ابوالحسن! میرے گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: جاؤ سلمان فارسی کو میرے پاس لے آؤ۔

سلمان فارسی آئے تو حضرتؑ نے اس سے کہا: تمہارا وہ باغ جو رسول خداؐ نے کاشت کیا تھا اس باغ کو تاجروں کے سامنے پیش کرو۔

سلمان بازار گئے اور انہوں نے باغ بیچنے کا اعلان کیا۔ ان کا باغ بارہ ہزار درہم میں فروخت ہوا۔ سلمان نے ساری رقم اٹھا کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کی۔ امیر المومنینؑ نے اعرابی کو بلا کر چار ہزار درہم دیے۔ اس کے بعد آپؑ نے اسے اور چالیس درہم نان و نفقہ کے لیے دیے۔

جب مدینہ کے دوسرے حاجت مندوں کو پتہ چلا تو وہ بھی اکٹھے ہو گئے۔ ایک انصاری حضرت سیدہؑ کے دروازہ پر گیا اور انھیں واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت سیدہؑ نے فرمایا:

یہاں پر چل کر آنے کی تجھے خدا اچھی جزا دے گا۔

حضرت علیؑ علیہ السلام بیٹھ گئے اور آپؑ نے ساری رقم اپنے سامنے ڈھیر کر کے

رکھ دی اور سائل آنے لگے۔ آپ مٹھی درہموں کی بھر کر ایک ایک سائل کو دیتے گئے یہاں تک کہ ساری رقم ختم ہو گئی۔

جب آپ اپنے بیت الشرف تشریف لائے تو حضرت سیدہ نے عرض کیا: ابن عم! آپ نے وہ باغ فروخت کر دیا جو کہ میرے والد نے آپ کے لیے کاشت کیا تھا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں نے اس کے بدلے دنیا اور آخرت کی زیادہ بھلائی حاصل کی ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: وہ رقم کہاں ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: میں نے وہ تمام دولت ان آنکھوں کے سپرد کی ہے جنہیں میں سوال کی ذلت میں جتلا ہوتے ہوئے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

حضرت سیدہ نے عرض کیا: اس وقت میں اور میرے دونوں بیٹے بھوکے ہیں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آپؑ بھی ہماری طرح بھوکے ہوں گے تو کیا اس ساری دولت میں ہمارے لیے کوئی حصہ نہیں تھا؟

یہ کہہ کر حضرت سیدہ نے اپنے شوہر کا دامن تھاما۔

حضرتؑ نے فرمایا: زہراء! اسے چھوڑ دو۔

حضرت زہراءؑ نے کہا: میں آپؑ کا دامن عصمت اس وقت تک نہیں چھوڑوں گی جب تک میرے والد ماجد آپؑ کے اور میرے درمیان آ کر فیصلہ نہیں کریں گے۔

جبریل امین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: محمد! اللہ آپؑ کو سلام کہتا ہے اور آپؑ سے فرما رہا ہے کہ میری طرف سے آپؑ علیؑ کو سلام کریں اور فاطمہؑ سے کہہ دیں کہ وہ علیؑ کے دامن عصمت کو چھوڑ دیں۔

رسول اکرمؐ حضرت علیؑ کے بیت الشرف میں تشریف لائے۔ آپؑ نے دیکھا کہ

حضرت سیدہ نے اپنے شوہر کا دامن عصمت تھاما ہوا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: بیٹی! آپ نے شوہر کا دامن کیوں تھام رکھا ہے؟
 بی بی نے عرض کیا: ابا جان! آپ نے جو باغ لگایا تھا اسے انہوں نے بارہ ہزار
 درہم میں فروخت کر دیا ہے اور ساری رقم غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی ہے اور گھر میں
 ایک درہم تک بھی نہیں لائے جس سے ہم کھانے پینے کا کچھ سامان خریدتے۔
 آنحضرتؐ نے فرمایا: پیاری بیٹی! جبریلؑ نے مجھے میرے رب کے سلام پہنچائے
 ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ میں اللہ کی طرف سے علیؑ کو بھی سلام کہوں اور اللہ نے مجھے
 کہا ہے کہ میں آپؐ کو یہ پیغام پہنچاؤں کہ آپؐ اپنے شوہر کا دامن عصمت چھوڑ دیں۔
 حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے کہا: میں خدا سے استغفار کرتی ہوں اور آئندہ ایسا
 نہیں کروں گی۔

حضرت سیدہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میرے والد میرے گھر سے اٹھ کر ایک
 طرف کوچل دیئے اور میرے شوہر اٹھ کر دوسری طرف کوچل دیئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر
 گزری تھی کہ میرے والد صلوات اللہ علیہ میرے گھر تشریف لائے اور ان کے پاس
 سات سو بھری درہم تھے اور انہوں نے فرمایا: میرے ابن عم کہاں ہیں؟
 میں نے عرض کیا: وہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا:
 آپؐ یہ درہم سنبھالیں اور جب میرے ابن عم آئیں تو ان سے کہیں کہ وہ
 تمہارے لیے کھانے پینے کی اشیاء خرید کر لائیں۔

تھوڑی سی دیر گزری کہ میرے شوہر بھی گھر میں تشریف لائے اور انہوں نے
 فرمایا: کیا رسولؐ خدا ہمارے گھر تشریف لائے تھے کیونکہ مجھے گھر میں ان کی خوشبو محسوس
 ہو رہی ہے۔

میں (جناب سیدہ) نے عرض کیا: جی ہاں! آنحضرتؐ تشریف لائے تھے اور وہ
 کچھ رقم بھی ہمارے حوالے کر گئے ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ اس سے آپؐ خور و نوش کی
 چیزیں خرید کریں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ رقم میرے سپرد کرو۔

میں نے سات سو بھری درہم ان کے حوالے کیے اور انہوں نے وہ رقم لے کر کہا:

بسم اللہ والحمد للہ کثیرا طیباً و هذا من رزق اللہ

پھر حضرت علیؑ نے حسنؑ مجتبیٰ سے فرمایا: بیٹا! میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ باپ بیٹا

دونوں بازار آئے وہاں ایک شخص کو کھڑے دیکھا جو کہہ رہا تھا:

کوئی ہے جو صحیح وقت پر ادا کرنے والے کو قرض دے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: پیارے فرزند! کیا ہم اسے قرض دے دیں؟

حسنؑ مجتبیٰ نے عرض کیا: جی ہاں ابا جان!

حضرت علیؑ نے وہ تمام درہم اس کے سپرد کر دیئے۔ یہ فیاضی دیکھ کر امام حسنؑ نے

عرض کی: ابا جان! آپ نے سارے درہم ہی اسے دے ڈالے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ پیارے فرزند جو ذات قلیل رزق دے سکتی ہے

وہ ذات کثیر رزق دینے پر بھی قادر ہے۔

پھر آپ حسنؑ مجتبیٰ کو ساتھ لے کر بازار گئے تو ایک اعرابی کھڑا تھا اور اس کے

ہاتھ میں ناقہ کی مہارتھی۔ اس نے حضرتؑ سے کہا: آپ مجھ سے میری یہ ناقہ خرید لیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میرے پاس رقم نہیں ہے؟

اس نے کہا: میں دو پہر ہونے تک آپ کو مہلت دیتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اعرابی! اس کی قیمت کیا ہے؟

اعرابی نے کہا: اس کی قیمت ایک سو درہم ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: حسنؑ! اس سے ناقہ لے لو۔ امام حسنؑ نے ناقہ کی مہار

تھامی۔ تھوڑا سا آگے گئے تو ایک اور اعرابی حضرت سے ملا اور دونوں کی شکلیں ایک

دوسرے سے ملتی جلتی تھیں اور لباس ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اس نے حضرت سے

کہا: کیا آپ ناقہ فروخت کریں گے؟

حضرتؑ نے فرمایا: تم ناقہ لے کر کیا کرو گے؟

اس نے کہا: جب آپ کے ابن عم (رسول اکرمؐ) پہلی جنگ کے لیے جائیں گے تو میں بھی اس ناقہ پر سوار ہو کر ان کی معیت میں جہاد کروں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر تم قبول کرو تو میں یہ ناقہ تمہیں مفت دینے پر بھی آمادہ ہوں۔

اس اعرابی نے کہا: نہیں میرے پاس رقم موجود ہے اور میں قیمت دے کر ہی یہ ناقہ خریدوں گا۔

پھر اس نے آپ سے پوچھا: آپ نے یہ ناقہ کتنے میں خرید کی ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میں نے یہ ناقہ ایک سو درہم میں خرید کی ہے۔

اعرابی نے کہا: میں آپ کو ایک سو ستر درہم دوں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: حسن بیٹا رقم لے لو اور ناقہ کی مہار اس کے حوالے کر دو۔ اس میں سے ہم ایک سو درہم اس اعرابی کو دیں گے جس سے ہم نے ناقہ خرید کی تھی اور ستر درہم سے ہم اپنے گھر کے لیے خورد و نوش کا سامان خرید کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ پھر میں رقم لے کر اس اعرابی کی تلاش میں گیا جس سے میں نے ناقہ خریدی تھی تو وہاں مجھے اعرابی تو دکھائی نہ دیا البتہ وہاں پیغمبر اسلامؐ مجھے دکھائی دیئے جب کہ رسول اکرمؐ اس جگہ پر کبھی بھی تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ کی مجھ پر نظر پڑی تو آپؐ اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک چمک اٹھے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپؐ کو مسکراہٹ نصیب کرے اور آپؐ کو ہر روز خوش خبری عطا کرے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: ابوالحسن! آپ اس اعرابی کو ڈھونڈ رہے ہیں جس سے تم نے ناقہ خرید کی تھی؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ابوالحسن تمہارے ہاتھ ناقہ فروخت کرنے والے جبریلؑ تھے اور تم سے ناقہ خرید کرنے والے میکائیل تھے اور وہ ناقہ جنت کی ناقہوں میں سے تھی اور یہ درہم رب العالمین نے بھیجے آپ انھیں خرچ کریں اور کسی قسم کے فاقہ و غربت سے مت گھبرائیں۔ (امالیٰ شیخ صدوق، ص ۳۷۷، حدیث ۱۰۔ بحار الانوار، بحوالہ امالیٰ، ج ۴۱، ص ۴۴، حدیث ۱)۔

(یہ روایت بلحاظ متن و سند مخدوش ہے کیونکہ حضرت زہراءؑ کے زہد سے یہ بات بعید ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند کے دامن عصمت کو پکڑ کر یہ کہا ہو کہ میں یہ دامن اس وقت تک نہیں چھوڑوں گی جب تک میرے والد فیصلہ نہ کر دیں۔ حضرت سیدہ قطیبہؓ کی محور تھیں اسی لیے ان سے اس تلخی کی توقع نہیں کی جاسکتی اور حضرت علیؓ جناب سیدہ کے امام بھی تھے اور جناب سیدہ امام کی مخالفت نہیں کر سکتی تھیں اور بلحاظ سند بھی اس کے رجال کی توثیق علمائے رجال نے نہیں کی ہے۔ من المترجم عنہ)

قمیص ہارونؑ جو حضرتؑ کو اللہ نے ہدیہ میں بھیجی

حضرت قنبرؓ راوی ہیں کہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ فرات کے کنارے جا رہا تھا۔ آپؑ نے نہانے کی غرض سے قمیص اتاری اور پانی میں داخل ہوئے۔ اتنے میں دریا سے ایک موج اٹھی اور قمیص کو اپنے ساتھ لے گئی۔ جب حضرت نہا کر باہر تشریف لائے تو آپؑ کو قمیص دکھائی نہ دی۔ آپؑ سخت غمگین ہوئے۔ اس وقت ایک ہاتھ غیبی نے صدادی:

”ابوالحسن! اپنی دائیں جانب دیکھیں اور وہاں جو آپؑ کو دکھائی دے رہا ہو اسے اٹھالیں۔“

جب آپؑ نے دائیں جانب دیکھا تو وہاں ایک چادر رکھی تھی جس میں ایک قمیص لپیٹی ہوئی تھی۔ آپؑ نے قمیص اٹھا کر اپنی تو اس کی جیب سے ایک رقعہ گرا جس میں یہ

عبارت تحریر تھی۔

هذه هدية من الله العزيز الحكيم الى علي بن ابي طالب
وهذا قميص هارون بن عمران واورثناها قوما اخرين
یہ خدائے عزیز و حکیم کی طرف سے علی بن ابی طالب کے لیے ہدیہ
ہے۔ یہ ہارون بن عمران کی قمیص ہے۔ ہم نے ایک اور قوم کو اس
کا وارث بنایا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۲۹)

وہ گھوڑا جو خدا کی طرف سے آپ کو بطور ہدیہ عطا ہوا

حسن بن زکریا فارسی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم اور حضرت علیؑ کسی کام
کے سلسلہ میں باہر گئے۔ رسول اکرم گھوڑے پر سوار تھے جب کہ حضرت علیؑ پیدل تھے۔
چلتے چلتے ایک تالاب پر پہنچے جہاں انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔
حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں رکوع و سجدہ کے درمیان میں تھا کہ میں نے ایک
آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا:

علی! سراٹھا کر دیکھو تمہارے لیے خدا کی طرف سے ہدیہ آیا ہے۔

میں نے دیکھا تو ایک گھوڑا جس پر زین اور لگام لگی ہوئی تھی وہاں کھڑا تھا۔ پھر
منادی نے کہا:

اللہ کی طرف سے یہ گھوڑا تیرے لیے ہدیہ ہے۔ اس پر سواری کرو۔ چنانچہ میں
نماز ختم کر کے اس گھوڑے پر سوار ہوا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۲۹۔ بحار
الانوار بحوالہ مناقب، ج ۳۹، ص ۱۲۶)

زمین کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا

سند متصل کے ساتھ اسماء بنت داہلہ بن الاسقع سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ

میں نے اسماء بنت عمیسؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سیدہ فاطمہؓ زہراء سلام اللہ علیہا سے سنا۔ انہوں نے فرمایا:

ایک رات علی ابن ابی طالبؓ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ زمین ان سے ہم کلام تھی اور وہ زمین سے باتیں کر رہے تھے۔ صبح کے وقت میں اپنے والد صلوات اللہ علیہ کے پاس گئی اور ان سے رات کا واقعہ گوش گزار کیا۔ آنحضرتؐ نے یہ سن کر ایک طویل سجدہ کیا اور مجھ سے فرمایا:

اللہ نے تیرے شوہر کو اپنی باقی مخلوق پر فضیلت دی ہے اور اللہ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے حالات سے انھیں آگاہ کیا کرے۔ چنانچہ مشرق سے مغرب تک جو کچھ بھی زمین پر ہوتا ہے زمین انھیں اس سے آگاہ کرتی ہے۔ (کتاب الاقبال سید ابن طاووس ص ۵۸۵-۵۸۶۔ بحار الانوار، بحوالہ کتاب الاقبال ج ۳۳ ص ۱۱۸، حدیث ۲۶-۲۷۔ عوالم ج ۱۱ ص ۱۵۶، حدیث ۶-۷۔ کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۷۵)

ابلیسؑ کی طرف سے فضیلتِ علیؑ کا اعتراف

۱- (بخلف اسناد) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کچھ افراد جمع ہو کر حضرت علی علیہ السلام کا شکوہ کرنے میں مصروف تھے۔ اتنے میں ابلیس کا وہاں سے گزر ہوا اور وہ انھیں دیکھ کر ان کے سامنے رک گیا۔

حضرت علیؑ کے حریفوں نے کہا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ابو مرہ ہوں۔

اہلِ محفل نے کہا: کیا تو ہماری گفتگو سن رہا ہے؟

ابلیس لعین نے کہا: تمہارا براہو تم امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو سب کر رہے

ہو جب کہ وہ تمہارا مولا ہے۔

حضرت علیؑ کے مخالفین نے کہا: تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ ہمارا مولا ہے؟

ابلیس نے کہا: تمہارے نبیؑ نے خود ہی تو کہا تھا:

من كنت مولا له فعلى مولا ، اللهم وال من والاه وعاد من

عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله

”جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا جو اس سے دوستی

رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو اسے دشمنی رکھے تو بھی اس سے

دشمنی رکھ۔ اور جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو اسے بے

یار و مددگار چھوڑ دے تو بھی اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔“

منافقین کہنے لگے: تو کیا تو بھی اس کے دوستوں اور شیعوں میں سے ہے؟

ابلیس لعین نے کہا: میں اس کے دوستوں اور شیعوں میں سے نہیں ہوں البتہ میں

اس سے محبت کرتا ہوں اور جو بھی اس سے بغض رکھتا ہے میں اس کی دولت و اولاد میں

شریک ہو جاتا ہوں۔

منافقین نے کہا: ابوہریرہ! تو اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟

اس نے کہا: اے گروہ ناکثین و قاسطین و مارقین! میں نے جنات میں رہ کر بارہ

ہزار سال تک اللہ کی عبادت کی تھی اور جب اللہ نے قوم جنات کو ہلاک کیا تھا تو میں نے

اللہ کے حضور اپنی تنہائی کی شکایت کی تھی۔ چنانچہ مجھے آسمان دنیا پر لے جایا گیا۔ میں نے

آسمان دنیا پر رہ کر بارہ ہزار سال تک اللہ کی عبادت کی اور میں یہ عبادت بزم ملائکہ کے

ساتھ بجالایا تھا۔

ایک مرتبہ ہم اللہ کی تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے کہ ہمارے پاس سے ایک نور

وہابی کا گزر ہوا۔ اس نور کو دیکھ کر فرشتے سجدہ میں گر پڑے اور انہوں نے ”سبح

قدوس“ کی تسبیح پڑھی اور حیرت سے پوچھا:

خدایا! یہ نور کسی ملک مقرب کا تھا یا کسی بنی مرسل کا تھا؟

اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی۔ یہ نور نہ تو کسی ملک مقرب کا تھا اور نہ

ہی کسی نبی مرسل کا تھا۔ یہ نور علی بن ابی طالب کی طینت کا تھا۔ (امالی صدوق، ص ۲۸۴۔
حدیث ۶، علل الشرائع، ص ۱۳۳، حدیث ۹۔ بحار الانوار، بحوالہ امالی و علل الشرائع، ج ۳۹،
ص ۱۶۲، حدیث ۱)

۲۔ ابن شہر آشوب نے ایک طویل واقعہ مناقب میں نقل کیا جس کا کچھ حصہ یہ ہے:

علی بن محمد صوفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس لعین سے میری ملاقات ہوئی۔
اس نے مجھ سے پوچھا: تو کون ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ میرا تعلق اولادِ آدم سے ہے۔

اس نے کہا: لا الہ الا اللہ۔ تیرا تعلق اس قوم سے ہے جو اپنے خیال کے مطابق
اللہ سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور زبان سے ابلیس سے نفرت
کرتے ہیں پھر اسی کی ہی اطاعت کرتے ہیں؟
میں (صوفی) نے کہا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں اسم کبیر اور طہیل عظیم کا مالک ہوں۔ میں ہاتیل کا قاتل ہوں اور
میں نوع کے ساتھ کشتی میں بیٹھنے والا ہوں۔ میں ناقہ صالح کو بچانے والا ہوں اور
میں ابراہیم کے جلانے کے لیے نارِ نمرود بھڑکانے والا ہوں۔ میں یحییٰ کی قتل کی تدبیر
کرنے والا ہوں۔ میں ہی جادوگروں کو ابتدا میں دربارِ فرعون میں لانے والا ہوں اور
سامری کے ہاتھوں میں ہی بنی اسرائیل کی گمراہی کے لیے گنواں بنانے والا ہوں اور
میں ابرہہ اور اس کے لشکر کو ہاتھیوں پر سوار کر کے کعبہ کو تباہ کرنے کی غرض سے انھیں مکہ کی
طرف روانہ کرنے والا ہوں۔ میں اُحد و حنین میں محمدؐ کے مقابلہ کے لیے لوگوں کو جمع
کرنے والا ہوں اور میں وفاتِ پیغمبرؐ کے دن اہل سقیفہ کے دلوں میں حسد کی آگ روشن
کرنے والا ہوں۔ میں بصرہ کی جنگ میں ہودج اور اونٹ کو میدان میں لانے والا
ہوں۔ میں منافقین کا امام ہوں۔ پہلے گروہوں کو تباہ کرانے والا اور آخری گروہوں کو

گمراہ کرنے والا میں ہوں۔ میں ناکشیں کا بزرگ، قاسطین کا رکن اور مارقین کی اُمید ہوں۔ میں ابو مرہ ہوں۔ میں آگ کا پیکر ہوں۔ میری تخلیق مٹی سے نہیں ہوئی اور میں وہی ہوں جس پر رب العالمین کا غضب نازل ہوا تھا۔

میں (صوفی) نے کہا: تجھے اللہ کا واسطہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا جس کی وجہ سے مجھے اللہ کی قربت حاصل ہو اور اس کے ساتھ مجھے ایسا عمل بتا جس کے ذریعے سے میں دنیاوی مصائب کا مقابلہ کر سکوں۔

اس نے کہا: اگر دنیا کے مصائب سے بچنا چاہتا ہے تو پھر کفایت شعاری اختیار کر اور اگر آخرت کی ضرورت ہے تو اس کے لیے علی ابن ابی طالبؑ سے محبت کر اور اس کے دشمنوں سے بغض رکھ۔ یاد رکھ میں سات آسمانوں پر اللہ کی اطاعت کر چکا ہوں اور سات زمینوں پر اللہ کی نافرمانی کر چکا ہوں۔ میں نے جس بھی ملک مقرب اور بنی مرسل کو دیکھا تو اسے علیؑ کی محبت کے ذریعے سے ہی اللہ کا قرب حاصل کرتے ہوئے پایا۔

صوفی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ بعد ازاں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کی اور انھیں اسی روئید کی خبر دی تو انہوں نے سارا واقعہ سن کر فرمایا: ملعون نے زبان سے ایمان کا اظہار کیا اور دل سے کفر کیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۵۱۔ بحار الانوار بحوالہ مناقب، ج ۳۹، ص ۱۸۱) حدیث ۲۳۔ یہ روایت از روئے سند مجہول ہے جیسا کہ الفاظ سے ہی ظاہر ہے۔ من المترجم)

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ایک جنی عورت نبی اکرمؐ کے پاس آیا کرتی تھی اور اس کا نام عفرات تھا۔ وہ رسول اکرمؐ کی گفتگو سن کر قوم جنات کے نیک اطوار لوگوں کے پاس جاتی تھی اور انھیں آپؐ کے فرامین سنایا کرتی تھی۔ چنانچہ بہت سے جنات نے حضرتؐ کے کلام سے متاثر ہو کر اس کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔

ایک مرتبہ وہ جنی عورت ایک طویل عرصہ تک آنحضرتؐ کی خدمت میں نہ آئی۔ رسول اکرمؐ نے اس کے متعلق جبریل امینؑ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ اپنی ایک بہن کو ملنے کے لیے گئی ہوئی ہے جس سے وہ راہِ خدا میں محبت کرتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہو جو اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں سرخ یا قوت سے ایک عمود بنایا ہے۔ اس عمود پر ستر ہزار محل ہیں اور ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہیں جنہیں اللہ نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد عفرآ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

عفرآ تو کہاں چلی گئی تھی؟

اس نے کہا: میں اپنی ایک بہن سے ملنے کے لیے گئی تھی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: خوشخبری ہو ان کے لیے جو اللہ کی وجہ سے محبت کریں اور ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔

پھر آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: تو نے کیا کچھ دیکھا ہے؟

اس نے کہا: میں نے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے سب سے زیادہ عجیب کیا چیز دیکھی ہے؟

اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے بحرِ اخضر میں ابلیس کو ایک سفید چٹان پر بیٹھا ہوا

دیکھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا رکھے تھے اور وہ کہہ رہا تھا:

پروردگار! تو نے قسم کھا رکھی ہے کہ تو مجھے دوزخ میں ضرور ڈالے گا۔ خدایا! جب

تیری قسم پوری ہو جائے اور تو مجھے دوزخ میں ڈال دے تو میں تجھے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور

حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے چھٹکارہ دینا اور مجھے

محمد و آل محمد کے ساتھ محشور کرنا۔

میں ”عفراء“ نے اس سے کہا:

حارث! یہ کون سے اسماء ہیں جن کا واسطہ دے کر تو خدا سے سوال کر رہا ہے۔ ابلیس لعین نے کہا: میں نے خلقتِ آدم سے نو ہزار برس قبل یہ نام ساقی عرش پر لکھے ہوئے دیکھے تھے جس سے میں نے جانا کہ یہ اللہ کی انتہائی پیاری مخلوق ہے اسی لیے میں اللہ کو ان کے حق کا واسطہ دے کر سوال کر رہا ہوں۔

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر اہل ارض اللہ کو ان اسماء کا واسطہ دے کر اس سے سوال کریں تو اللہ ان کی حاجات ضرور پوری کرے گا۔

ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس کا واقعہ

۱۔ (بخاری اسناد) حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے کہا کہ میرے جد اطہر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک کھجور جتنا لمبا شخص مسجد میں داخل ہوا اور جب وہ پاؤں اٹھا کر رکھتا تو کھڑکھڑاہٹ کی آواز سی بلند ہوتی۔

اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگو! اس شخص کا تعلق اولادِ آدم سے نہیں ہے۔

حاضرین نے کہا: تو کیا یہاں آدمی کے علاوہ کوئی اور بھی آ سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بہر حال یہ انسانوں کی صنف سے تعلق نہیں رکھتا۔

وہ شخص آنحضرتؐ کے قریب ہوا اور اس نے آپؐ پر سلام کیا۔ اس کے جواب

میں آنحضرتؐ نے بھی اسے سلام کیا۔ پھر آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیرے اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتوں کا فاصلہ

ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس وقت تیری عمر کیا ہوگی؟

اس نے کہا کہ آپ میری عمر کا اس بات سے خود ہی اندازہ لگائیں جب قاتیل نے ہاتیل کو قتل کیا تھا تو میں اس وقت لڑکا تھا۔ مجھے باتوں کی سمجھ تھی اور میں جنگلوں میں پھرا کرتا تھا اور قطع رحمی کا حکم دیا کرتا تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تو ان عادات پر باقی ہے تو پھر تو انتہائی بدسیرت ہے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہرگز نہیں! میں خدا کے فضل سے توبہ کر چکا ہوں اور میں مومن ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے کس کے ہاتھ پر توبہ کی تھی اور ایمان قبول کیا تھا؟

اس نے کہا: میں نے نوح علیہ السلام کے ہاتھوں پر توبہ کی تھی اور انہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور میں نے انہیں ان کی بددعا کی وجہ سے ملامت بھی کی تھی جس کے جواب میں انہوں نے بھی فرمایا تھا کہ مجھے خود بھی اس پر ندامت محسوس ہوئی ہے اور میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے قرار پاؤں۔

پھر میں نے ان کے بعد ہود علیہ السلام سے ملاقات کی تھی اور میں ان کی نماز پڑھتا تھا اور ہوڈ نے مجھے اپنے جد امجد ادریسؑ کے کچھ صحائف کی بھی تعلیم دی تھی۔ اور میں مسلسل ہوڈ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کی بدکار قوم پر آندھنی کا عذاب نازل کیا تھا اور خدا نے انھیں اور مجھے اس عذاب سے محفوظ رکھا۔

ہوڈ کے بعد میرے صالحؑ نبی کے ساتھ بھی رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس کی قوم پر زلزلہ کا عذاب نازل کیا اور اللہ نے اس عذاب سے انھیں اور مجھے محفوظ رکھا۔

صالحؑ کے بعد میں نے آپؑ کے والد حضرت ابراہیمؑ سے بھی ملاقات کی اور میں ان کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ خدا کے نازل کردہ صحائف کی

مجھے بھی تعلیم دیں۔ چنانچہ انہوں نے میری درخواست قبول کی تھی اور انہوں نے مجھے اپنے صحائف کی تعلیم دی تھی۔ میں ان کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور جب مشرکین نے انھیں آگ میں ڈالا اور اللہ نے اس آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی میں تبدیل کیا تو میں اس وقت بھی وہیں موجود تھا اور میں ان کا ہمدرد تھا اور ان کی وفات تک میں ان کے ساتھ رہا۔

ان کی وفات کے بعد میں ان کے فرزند اسماعیلؑ اور اسحاق علیہم السلام کے ساتھ رہا۔ پھر میں یعقوبؑ کے ساتھ رہا اور جب یعقوبؑ کے بیٹوں نے آپؐ کے بھائی یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالا تو اس وقت میں ان کے ساتھ تھا اور میں کنوئیں میں انھیں تسلیاں دیتا رہا اور جب وہ کنوئیں سے نکلے اور بادشاہ بنے اور جب ان کے والدین ان کے پاس آئے اس تمام عرصہ میں میں ان کے ساتھ رہا۔

میں نے آپؐ کے بھائی موسیٰؑ سے ملاقات کی اور میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے تورات کی تعلیم دیں۔ انہوں نے مجھے تورات کی تعلیم دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد میں ان کے وصی یوشع بن نونؑ کے ساتھ رہا اور یوشعؑ کی وفات تک میں ان کے ساتھ رہا۔

پھر میں مختلف انبیاء کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میں آپؐ کے بھائی داؤدؑ کے ساتھ رہا اور میں نے ان سے زبور سیکھنے کی درخواست کی تھی اور انہوں نے مجھے زبور کی تعلیم دی تھی۔ پھر میں سلیمان بن داؤدؑ کے ساتھ رہا اور ان کے بعد ان کے وصی آصف بن برخیا بن سمعیاء کے ساتھ رہا۔ الغرض میں مختلف انبیاء کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میں عیسیٰؑ کی صحبت میں رہا اور اس وقت میں آپؐ کو جملہ انبیائے سابقین اور بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سلام عرض کرتا ہوں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سرگزشت سننے کے بعد فرمایا:

میری طرف سے بھی اللہ کے جملہ انبیاء و رسل اور بالخصوص میرے بھائی عیسیٰؑ کو

سلام پہنچیں اور جب تک آسمان وزمین قائم ہیں ان تمام بزرگوار شخصیات پر سلام ہو اور ہام بن ہیم تجھ پر بھی میرا سلام ہو۔ تو نے وصیت کی حفاظت کی اور امانت کی ادائیگی کی۔ اب اگر تجھے کوئی حاجت ہو تو مجھ سے بیان کرو۔

ہام بن ہیم نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنی اُمت کو حکم صادر فرمائیں کہ وہ آپ کے بعد آپ کے وصی کے فرمان کی مخالفت نہ کرے۔ میں نے گذشتہ اُمتوں کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اسی لیے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اوصیاء کی نافرمانی کی تھی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہام! کیا تو میرے وصی کو جانتا ہے؟
اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے ان کا حلیہ سنا ہے اور کتب سابقہ میں ان کی صفات اور ان کا نام پڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ میں جب انہیں دیکھوں گا تو پہچان لوں گا۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: اس محفل میں نگاہ کرو کیا تمہیں میرا وصی اس وقت یہاں دکھائی دیتا ہے؟

اس نے دائیں بائیں پوری محفل پر نگاہ دوڑائی اور کہا: یا رسول اللہ! اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا: آدم کا وصی کون تھا؟

اس نے کہا: شیث علیہ السلام

(چونکہ یہ مکالمہ کافی طویل ہے اس لیے ہم نے اسے مکالمہ کی شکل میں لکھیں

گے۔ مترجم)

رسول خداؐ: شیث کا وصی کون تھا؟

ہام: انوش۔

رسول خداؐ: انوش کا وصی کون تھا؟

ہام: قینان۔

رسول خدا: قینان کا وصی کون تھا؟

ہام: مہلائیل۔

رسول خدا: مہلائیل کا وصی کون تھا؟

ہام: اُد۔

رسول خدا: اُد کا وصی کون تھا؟

ہام: نبی مرسل اور لیس۔

رسول خدا: اور لیس کا وصی کون تھا؟

ہام: متوشلخ۔

رسول خدا: متوشلخ کا وصی کون تھا؟

ہام: لمک۔

رسول خدا: لمک کا وصی کون تھا؟

ہام: اللہ کا سب سے بڑا اذکر اور شاہک حضرت نوح علیہ السلام۔

رسول خدا: حضرت نوح کا وصی کون تھا؟

ہام: سام بن نوح۔

رسول خدا: سام کا وصی کون تھا؟

ہام: ارفخشذ۔

رسول خدا: ارفخشذ کا وصی کون تھا؟

ہام: غابر۔

رسول خدا: غابر کا وصی کون تھا؟

ہام: صالح۔

رسول خدا: صالح کا وصی کون تھا؟

ہام: قانع۔

رسول خدا: قانع کا وصی کون تھا؟

ہام: اشروع۔

رسول خدا: اشروع کا وصی کون تھا؟

ہام: ارغو۔

رسول خدا: ارغو کا وصی کون تھا؟

ہام: تاخور۔

رسول خدا: تاخور کا وصی کون تھا؟

ہام: تاریخ۔

رسول خدا: تاریخ کا وصی کون تھا؟

ہام: اس کا کوئی وصی نہ تھا۔ اللہ نے اس کی صلب سے ابراہیم خلیل اللہ کو پیدا کیا۔

رسول خدا: تو نے بالکل سچ کہا۔ ابراہیم خلیل اللہ کا وصی کون تھا؟

ہام: اسماعیل۔

رسول خدا: اسماعیل کا وصی کون تھا؟

ہام: قیدار۔

رسول خدا: قیدار کا وصی کون تھا؟

ہام: بنت۔

رسول خدا: بنت کا وصی کون تھا؟

ہام: جمل۔

رسول خدا: جمل کا وصی کون تھا؟

ہام: اس کا کوئی وصی نہ تھا۔ اس کی بجائے اللہ نے سلسلہ ہدایت کو گھرانہ اسحاق

کی طرف منتقل کر دیا اور اسحاق کا وصی یعقوب تھا۔

رسول خدا نے فرمایا: جی ہاں۔ تو نے بالکل سچ کہا۔ اب بتا کہ ان کے اوصیاء کی

کیا ترتیب تھی؟

ہام: یعقوبؑ کا وصی یوسفؑ۔ یوسفؑ کا وصی موسیٰؑ، موسیٰؑ کا یوشع بن نونؑ، یوشع کا وصی داؤدؑ۔ داؤدؑ کا وصی سلیمانؑ اور سلیمانؑ کا وصی آصف بن برخیا اور عیسیٰؑ کا وصی شمعون الصفا تھا۔

رسولؑ خدا: کیا تو نے میرے وصی کا ذکر اور اس کے اوصاف کا تذکرہ سابقہ کتابوں میں کہیں پایا ہے؟

ہام: جی ہاں یا رسولؑ اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو برحق نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ تورات میں آپؐ کا نام ”ومیز و میز“ ہے اور آپؐ کے وصی کا نام ”ایلیا“ ہے۔ انجیل میں آپؐ کا نام ”خمیاطا“ ہے اور آپؐ کے وصی کا نام ”ہیدار“ ہے۔ اور زبور میں آپؐ کا نام ”ماح ماح“ ہے اور آپؐ کے وصی کا نام ”فارقلیطا“ ہے۔

رسولؑ خدا: ”ومیز و میز“ کا کیا معنی ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے طیب و طاہر۔

رسولؑ خدا: ”خمیاطا“ کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے مصطفیٰ۔ یعنی چنا ہوا۔

رسولؑ خدا: ”ماح ماح“ کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے ”ہر کفر و شرک کو مٹانے والا“۔

رسولؑ خدا: تورات میں میرے وصی کا نام ”ایلیا“ ہے اس کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا مفہوم ہے ”ولی“۔ کیونکہ وہ آپؐ کے بعد ولی ہوگا اسی لیے تورات

میں اسے ”ایلیا“ کہا گیا ہے۔

رسولؑ خدا: میرے وصی کا نام انجیل میں ”ہیدار“ ہے اس کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے صدیق اکبر اور فاروق اعظم۔

رسولؑ خدا: میرے وصی کا نام زبور میں ”فارقلیطا“ ہے۔ اس لفظ کا کیا معنی ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے ”اپنے رب کا محبوب“۔

رسول خدا: ہام! کیا اگر تو اسے دیکھ لے تو کیا تو اسے پہچان لے گا؟

ہام: جی ہاں۔ آپ کے وصی کے سر کی کھوپڑی گول ہے اور وہ معتدل القامت

ہے۔ اس کا سینہ چوڑا ہے۔ وہ شجاعت کے بیشہ کا شیر ہے۔ اس کی آنکھیں بڑی اور روشن

ہیں۔ اس کی پنڈلیاں پتلیاں اور اس کے کندھے چوڑے ہیں۔

یہ سن کر رسول خدا نے سلمان سے فرمایا کہ جاؤ اور میرے بھائی علیؑ کو یہاں بلا

لاؤ۔ حضرت علیؑ تشریف لائے اور ہام کی نگاہ جیسے ہی حضرت کے چہرہ پر پڑی تو اس نے

بے ساختہ کہا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان آپ کا وصی یہ ہے۔ آپؑ اپنی اُمت کو حکم دیں

کہ وہ آپؑ کے بعد ان کی نافرمانی نہ کرے۔ اگر لوگوں نے ان کی مخالفت کی تو وہ بھی

سابقہ اُمتوں کی طرح سے ہلاک ہو جائیں گے۔

رسول خدا نے فرمایا: ہام! میں اپنی اُمت کو یہ بات بتا چکا ہوں۔ کیا اس کے علاوہ

تیری کوئی اور حاجت ہے تو میں اسے پورا کروں؟

ہام نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؑ مجھے قرآن مجید کی چند

سورتوں کی تعلیم دیں اور اپنے سنن و شرائع بیان فرمائیں تاکہ میں آپؑ کے طریقہ کے

مطابق اللہ کی نماز پڑھ سکوں۔

نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو آواز دے کر فرمایا: ابوالحسن! اسے اپنے ساتھ لے

جاؤ اور اسے تعلیم دو۔

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ میں نے اسے سورہ فاتحہ، معوذتین، سورہ اخلاص اور

آیت الکرسی اور آل عمران، اعراف، انعام اور انفال کی کچھ آیات اور مفصلات میں سے

تیس سورتوں کی تعلیم دی۔ پھر وہ ہم سے غائب ہو گیا۔ بعد ازاں جنگ صفین میں ہمیں

”لیلۃ الہری“ کو دکھائی دیا۔ جب ”لیلۃ الہری“ کو شدید جنگ ہو رہی تھی تو میں نے ایک

آواز سنی۔ کسی نے پکار کر کہا:

امیر المومنین! اپنے سر سے خود ہٹائیں کیونکہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کے سر پر بال کم ہوں گے۔

میں نے جواب میں کہا: میں وہی ہوں اور میں نے اس وقت اپنے سر سے خود ہٹائی۔ پھر میں نے اسے کہا: آواز دینے والے! ہمارے سامنے آؤ خدا تم پر رحم کرے۔

میرے کہنے پر وہ ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا وہ ہام بن ہیم تھا۔ میں نے اس سے کہا تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں آپ کا ممنون احسان ہوں۔ میں آپ کا وہی شاگرد ہوں جسے آپ نے اللہ کی کتاب کی تعلیم دی تھی اور میں آپ پر اور محمد مصطفیٰ پر ایمان لایا تھا۔ پھر اس نے حضرت پر سلام کیا اور آپ سے گفتگو کی اور صبح ہونے تک وہ حضرت کے شانہ بشانہ شریک ہو کر جنگ کرتا رہا۔ اس کے بعد غائب ہو گیا۔

اصح بن نباتہ کہتے ہیں: میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے کچھ عرصہ بعد اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہام بن ہیم شہید ہو چکا ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ (روضۃ شاذان: ص ۴۱-۴۲۔ بحار بحوالہ روضہ ج ۳۸، ص ۵۴، حدیث ۹۔ عرض مترجم: قرآن مجید کی اس آیت سے اس واقعہ کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهُ وَاَوْلِيَآءِهٖ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَا اَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَصَدًا.
(الکہف: ۵۰-۵۱)

”کیا تم لوگ مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی اولاد کو اپنا سرپرست بنا رہے ہو جب کہ وہ تو تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بدترین بدلہ ہے۔ میں نے انہیں (شیطان اور اس کی اولاد)

آسمانوں اور زمین کی خلقت کا گواہ نہیں بنایا اور انھیں خود ان کی خلقت کا بھی گواہ نہیں بنایا اور میں ظالموں کو قوتِ بازو نہیں کرتا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطانی ذریت کو گمراہ کہا ہے اور اہل ایمان کا دشمن کہا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ نے انھیں اپنے دین کا یاد دہانہ نہیں بنایا۔ یہاں چند مفسرین نے کہا ہے کہ ذریت شیطان سے اس کے پیروکار مراد ہیں۔ مگر پورے قرآن میں لفظ ذریت پیروکار کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے اور ویسے بھی مجازی معنی تب لیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو۔ فتدبر ولا تکن من الغافلین۔)

اژدہا کی شکل میں حضرتؑ کے پاس آنے والا جن

۱۔ (بخاری اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام منبر پر تشریف فرما تھے کہ اچانک مسجد کے دروازے سے ایک اژدہا نمودار ہوا۔ لوگوں نے اٹھ کر اسے مارنا چاہا۔ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر وہی اژدہا مسجد میں داخل ہوا اور سیدھا حضرت کے منبر کے پاس آیا۔ اس نے اپنا پھن اٹھا کر حضرت کو سلام کیا۔ آپ نے اسے اشارہ سے فرمایا کہ وہ فی الحال رک جائے اور آپ کا خطبہ پورا ہو لینے دے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اس سے فرمایا تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں آپؑ کی طرف سے جنات پر مقرر کردہ جانشین عمرو بن عثمان ہوں۔ میرے باپ کی وفات ہو چکی ہے اور اس نے مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضری دوں اور آپؑ کی رائے سے آگاہی حاصل کروں۔

اب میں اپنے والد کی حسب وصیت آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپؑ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور آپؑ کی خواہش کیا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تجھے تیرے باپ کا جانشین مقرر کرتا ہوں لہذا تو یہاں سے واپس چلا جا اور اپنے باپ کے منصب کو جا کر سنبھال۔ چنانچہ عمرو نے امیر المومنین کو الوداع کہا اور واپس چلا گیا۔ اور وہی قوم جنات پر حضرت علیؑ کی طرف سے جانشین ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ کیا وہ عمرو آپ کے پاس بھی حاضری دیتا ہے اور کیا اس کے لیے آپ کے پاس آنا واجب ہے؟ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ (الکافی، ج ۱، ص ۳۹۶، بصائر الدرجات، ص ۹۷، حدیث ۷۔ اثبات الہدایۃ، ج ۲، ص ۴۰۴، حدیث ۱۰)

اثر دہا کی شکل میں آنے والا ایک اور جن

۱۔ (بخلف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام منبر کوفہ پر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے لوگوں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں سنیں۔ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: لوگو! کیا بات ہے تم اتنے پریشان کیوں ہو گئے ہو؟

لوگوں نے کہا: امیر المومنین! مسجد میں بہت بڑا اثر دہا آچکا ہے اور ہم اس سے ڈر گئے ہیں اور ہم اسے جان سے مارنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: مت گھبراؤ اور تم اسے کچھ نہ کہو۔ اسے میرے پاس آنے دو۔ یہ ایک قاصد ہے ایک ضرورت کے سلسلہ میں یہاں آیا ہے۔

یہ سن کر لوگ ادھر ادھر ہو گئے اور اثر دہا صفوں کے درمیان میں سے ہوتا ہوا منبر کے پاس آیا اور اس نے اپنا منہ امیر المومنینؑ کے کارِ برکھ دیا اور کافی دیر تک اس کے

منہ سے سیٹھوں کی سی آوازیں آتی رہیں اور امیر المومنینؑ بھی اپنا سر مسلسل ہلاتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے بھی اس کی طرح منہ سے کچھ سیٹھیاں سی نکالیں۔ وہ منبر سے دُور ہو گیا اور اچانک صفوں کے درمیان ہی گم ہو گیا۔ اور اس کی یوں گمشدگی پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا اور لوگوں نے حضرت سے پوچھا کہ اس اژدہا کا کیا معاملہ تھا؟

آپ نے فرمایا: یہ مسلمان جنات پر میرا جانشین ہے۔ اس کی قوم کا چند باتوں میں اختلاف ہوا تھا۔ انہوں نے اسے میرے پاس روانہ کیا۔ اور اس نے آکر مجھ سے وہ مسائل دریافت کیے اور میں نے اسے ان مسائل کا جواب دیا۔ اب یہ مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۳)

گوشہ مسجد سے برآمد ہونے والے ایک سانپ کا واقعہ

۱۔ (بخاری اسناد) حارث اعور کا بیان ہے کہ امیر المومنینؑ منبر کوفہ پر بیٹھ کر خطبہ دینے میں مصروف تھے کہ آپ نے مسجد کے ایک گوشہ کی طرف نگاہ کی تو آپ نے قنبر سے فرمایا: اس بل میں تجھے جو کچھ بھی دکھائی دے اسے اٹھا کر میرے سامنے لے آؤ۔ قنبر گئے۔ انہوں نے بل میں دیکھا تو انھیں وہاں ایک خوبصورت نقش و نگار والا سانپ دکھائی دیا۔ پہلے پہلے تو قنبر گھبرا گئے لیکن اپنے آقا کا حکم سمجھ کر انہوں نے اسے اٹھالیا۔ سانپ ان کے ہاتھ سے پھسلا اور سیدھا منبر کی طرف بڑھا جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ اس نے اپنا پھن بلند کیا اور امیر المومنین علیہ السلام کے کان میں کچھ سرگوشیاں کرتا رہا اور اس کے جواب میں حضرت نے بھی اس سے کچھ سرگوشیاں کیں۔ پھر وہ منبر سے نیچے اتر کر اس بل کی طرف آیا اور وہاں گم ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد امیر المومنینؑ کچھ سوچتے رہے۔ پھر آپ سر جھکا کر رونے لگے اور جب رو چکے تو حاضرین سے فرمایا: کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے؟

حاضرین نے کہا: مولا! یہ بات ہی تعجب کی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اس سانپ نے سب و طاعت کی شرط پر حضرت رسولؐ خدا کی بیعت کی تھی وہ اس وقت بھی میرا فرمان سنتا اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ میں رسولؐ خدا کا وصی ہوں لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ میں تمہیں سب و طاعت کا حکم دیتا ہوں تم میں سے کچھ میرا فرمان سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور کچھ سرے سے نہ تو میرا فرمان سنتے ہیں اور نہ ہی اطاعت کرتے ہیں۔ (الثائب فی المناقب، ص ۲۴۷، حدیث ۱۔ بحار الانوار، ج ۴، ص ۲۳۱، حدیث ۲ بحوالہ الخراج، ج ۱، ص ۱۹۱، حدیث ۳۷۔ اسی روایت کو حنفی نے الہدایہ، ص ۲۷ پر بھی نقل کیا ہے)

باب فیل سے آنے والے اژدہا کا واقعہ

۱۔ (بخاری اسناد) حارث انصاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن امیر المومنین علیہ السلام منبر کوفہ پر بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے کہ مسجد کوفہ کے باب فیل سے ایک اژدہا نمودار ہوا جس کا سراونٹ کے سر سے بھی بڑا تھا اور وہ سر کو ہلاتا ہوا منبر کی طرف روانہ ہوا۔ لوگوں نے جیسے ہی اتنے بڑے اژدہا کو دیکھا تو خوف کے مارے ہٹ گئے اور وہ اژدہا بڑے اطمینان و سکون سے منبر کے قریب آیا اور اس نے حضرتؑ کے کان میں کچھ باتیں کیں اور آپؑ نے بھی اس سے سرگوشی کی۔ پھر وہ واپس چلا گیا اور جب وہ باب الفیل کے قریب پہنچا تو لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گیا۔

یہ منظر دیکھ کر اہل ایمان نے کہا: یہ امیر المومنین کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے جب کہ منافقین نے کہا: یہ علیؑ کا جادو ہے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! جسے تم نے ابھی دیکھا ہے اسے رسول کریمؐ نے قوم جنات پر اپنا وصی مقرر کیا تھا جب کہ آنحضرتؐ نے مجھے انسانوں پر اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ اس کی قوم میں تنازعہ ہوا جس کی وجہ سے بہت سی جانیں تلف ہو گئیں اور اسے اس تنازعہ کا حل معلوم نہیں تھا۔ اسی لیے یہ میرے پاس اس شکل و صورت میں آیا اور مجھ

سے اس تنازعہ کا حل دریافت کیا اور میں نے اسے اس کا حل بتایا۔
 اس شکل و صورت میں آنے سے اس کا ایک مقصد یہ تھا کہ وہ تمہیں میری فضیلت
 اور مقام دکھانا چاہتا تھا اور وہ تمہاری بہ نسبت میری فضیلت و مقام کو زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔
 (الثاقب فی المناقب، صفحہ ۲۴۸، حدیث ۲)

موسیٰ و ہارونؑ کی مدد کرنے والا سلطان کون تھا؟

۱۔ رجب بری مشارق انوار الیقین میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت
 موسیٰؑ و ہارونؑ کو حکم دیا کہ وہ فرعون کو جا کر تبلیغ کریں۔ حکم الہی پا کر دونوں بھائی دربار
 فرعون کی طرف روانہ ہوئے اور دونوں دل ہی دل میں گھبرا رہے تھے کہ نجانے فرعون ہم
 سے کیا سلوک کر بیٹھے۔ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار ان کے آگے آیا جس نے
 زربفت کا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی تلوار تھی۔ اس نے ان سے کہا
 کہ تم دونوں بے خطر ہو کر میرے پیچھے چلے آؤ۔

اس سوار نے فرعون کے پاس پہنچ کر فرعون سے کہا: ان دونوں بزرگواروں کی
 اطاعت کر ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

فرعون یہ دھمکی سن کر گھبرا گیا اور پھر وہ شاہسوار اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔
 فرعون نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ سے کہا کہ تم کل میرے پاس آنا اور جو کچھ
 تمہیں کہنا ہو مجھ سے کہنا۔

جب موسیٰؑ و ہارونؑ وہاں سے چلے گئے تو فرعون نے اپنے دربانوں سے کہا: تم
 نے اس شاہسوار کو میری اجازت کے بغیر کیوں آنے دیا تھا؟

دربانوں نے کہا: ہمیں آپ کی عزت کی قسم! ہم نے کسی شاہسوار کو یہاں سے
 گزرتے ہوئے نہیں دیکھا ہمارے سامنے سے تو صرف یہی دو بھائی گزر کر آپ کے
 پاس آئے ہیں۔

وہ شاہسوار مثال علیؑ تھا جس کے ذریعہ سے اللہ نے انبیاء کی چھپ کر تائید کرائی اور محمد مصطفیٰؐ کی کھلم کھلا تائید کرائی۔ کیونکہ علیؑ ہی اللہ کا وہ کلمہ کبریٰ ہے جسے اللہ نے اپنے اولیاء کی مدد کے لیے مختلف ادوار میں مختلف صورتوں میں بھیجا اور علیؑ نے اولیائے الہی کی ہر دور میں مدد کی اور اسی کلمہ کبریٰ کا واسطہ دے کر اولیائے الہی نے خدا سے دعائیں کیں۔ اللہ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور انھیں مشکلات سے نجات دی اور قرآن مجید کی اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَنَجْعَلُ لَكُمْ سُلْطٰنًا فَلَا يَصْلُوْنَ إِلَيْكُمْ بَايَاتُنَا.....

ہم تم دونوں کے لیے سلطان مقرر کریں گے فرعون اور اس کے پیرو
ہماری آیات کی بدولت تم تک نہ پہنچ پائیں گے۔

ابن عباس نے کہا: ان دونوں کے لیے وہ شاہسوار آیت الکبریٰ اور سلطان
تھا۔ (مشارك انوار اليقين، ص ۸۱)

۲۔ بری لکھتے ہیں:

مفسرین نے اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں لکھا۔ یہ آیت اور سلطان علیؑ کی صورت
تھی۔ اسی طرح سے دوسرے انبیاء کے لیے بھی علیؑ کی صورت آیت اللہ الکبریٰ بنتی
ربی۔

۳۔ بری لکھتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ياعلى ان الله ايدبك النبيين سرا وايدني بك جهرا
علیؑ! اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء کی تائید تیرے ذریعہ سے چھپ کر
کرائی اور میری تائید تیرے ذریعہ سے کھلم کھلا کرائی۔

عطر فہ جن کا واقعہ

سید مرتضیٰ ”عیون المعجزات“ میں رقم طراز ہیں کہ عطر فہ جن کا واقعہ علمائے شیعہ

کے ہاں بڑا معروف ہے اور یہ واقعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ اور آپ کے دلائل امامت میں سے ایک دلیل ہے اور میں نے اس واقعہ کو ”کتاب الانوار“ سے نقل کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے:

زاذان نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے باہر ایک چٹیل میدان میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس آپ کے صحابہ کی ایک جماعت بھی موجود تھی اور آپ ان سے گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک بگولہ بلند ہوا جس سے کافی غبار پھیلا اور وہ بگولہ قریب ہوتے ہوتے رسول خدا کے سامنے آ کر رک گیا۔ پھر اس میں سے ایک آواز بلند ہوئی اور سب سے پہلے اس نے آنحضرتؐ پر سلام کیا، پھر کہا:

یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کی طرف سے آپ کے پاس قاصد بن کر آیا ہوں اور ہم اپنے آپ کو آپ کی پناہ میں دیتے ہیں اور آپ بھی ہمیں پناہ دیں۔ آپ سے ہم یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ کسی مرد کو روانہ کریں جو کہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق و صداقت کا فیصلہ کرے اور آپ مجھ سے پختہ قسم اور عہد لے لیں کہ میں اسے کل صبح کے وقت آپ کی خدمت میں صحیح سالم پہنچاؤں گا۔ ہاں البتہ اگر میں مر گیا یا اللہ کی طرف سے میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو پھر میری مجبوری ہوگی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو کون ہے اور تیرا تعلق کس قوم و قبیلہ سے ہے؟

اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں عطفہ ہوں اور میرے باپ کا نام شمران ہے اور میرا تعلق قوم جنات کے قبیلہ بنی نجاہ سے ہے۔ آپ کی بعثت سے قبل میں اور میری قوم کے افراد آسمان پر جا کر وہاں کی خبریں سنا کرتے تھے اور آپ کی بعثت سے وہ سلسلہ قدرت کی طرف سے بند ہو گیا اور جب اللہ نے آپ کو مبعوث کیا تو ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی جب کہ ہماری قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت

کی جس کی وجہ سے ہماری قوم میں پھوٹ پڑ گئی اور ہمارے مخالفین طاقت اور عددی قوت کے لحاظ سے ہم سے زیادہ طاقتور ہیں۔ انہوں نے ہمارے پانی کے چشموں اور چراگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ ہمیں اور ہمارے مویشیوں کو ستاتے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو روانہ کریں جو ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان حق و صداقت کے مطابق فیصلہ کرے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ہمیں اپنی شکل و صورت تو دکھاؤ۔ حضرت سلمان کہتے ہیں: پھر اس نے اپنی صورت ہمیں دکھائی۔ اس کے پورے بدن پر بال ہی بال تھے۔ اس کی آنکھیں بڑی لیکن سیدھی تھیں اور اس کی آنکھیں پورے سر تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے دانت کسی درندہ کی طرح تھے۔

پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پختہ عہد لیا کہ وہ جس فرد کو بھی لے جائے گا اسے صحیح و سلامت واپس پہنچائے گا۔

جب جن ضروری قسمیں کھا چکا تو رسول خدا نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: تم اپنے ایمانی بھائی عطفہ کے ساتھ جاؤ اور ان کے حالات کا جائزہ لے کر حق و صداقت پر مبنی فیصلہ کرو۔

حضرت ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو بتائیں کہ یہ لوگ رہتے کہاں ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ زمین کے نیچے رہتے ہیں۔

حضرت ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہ! میں بھلا زمین کے نیچے کس طرح جاؤں گا اور میں تو ان کی زبان بھی نہیں جانتا اسی لیے میں ان کے درمیان فیصلہ کیسے کروں گا؟ پھر آنحضرتؐ نے حضرت عمر بن الخطاب کو جانے کے لیے کہا تو انہوں نے حضرت ابو بکر کا سا جواب دیا۔

پھر رسول خدا نے حضرت عثمان کو عطفہ کے ساتھ جانے کے لیے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو ان سے پہلے ان کے دو ساتھی دے چکے تھے۔

پھر رسول خدا نے حضرت علیؑ کو طلب کیا اور آپؑ نے ان سے فرمایا: علیؑ! تم اپنے ایمانی بھائی عطفہ کے ساتھ جاؤ اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر ان میں حق و صداقت کا فیصلہ کرو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے تلوار حائل کی اور عطفہ کے ساتھ چل پڑے۔ سلمان کا بیان ہے کچھ دیر تک میں ان دونوں کے پیچھے چلتا رہا۔ حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! خدا تیری سعی پر تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تم واپس لوٹ جاؤ۔ میں وہاں رک گیا اور انھیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے یہ منظر دیکھا کہ زمین پھٹ گئی اور وہ دونوں اس میں داخل ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے علیؑ کی جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہوا اور مجھے اس پر سخت قلق پہنچا۔

الغرض رات گزر گئی اور رسول اکرمؐ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آنحضرتؐ ایک پہاڑی پر آ کر بیٹھ گئے اور علیؑ کا انتظار کرنے لگے۔ آپؐ کے اصحاب بھی آپؐ کے گرد جمع ہو گئے مگر امیر المومنین نہ آئے یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا اور لوگوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنا شروع کیں۔ منافقین نے کہا:

اچھا ہوا جن بہانہ بنا کر علیؑ کو یہاں سے لے گیا اور ابو ترابؓ سے ہماری جان چھوٹ گئی اور یہ جو ہر وقت علیؑ پر فخر کرتے تھے ان کا فخر بھی ختم ہوا۔

رسول اکرمؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپؐ پھر علیؑ کے انتظار میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ رسول خدا علیؑ کے نہ آنے پر پریشان ہوئے۔ سورج ڈوبنے کے قریب آیا کہ جہاں آنحضرتؐ بیٹھے تھے قریب سے زمین شق ہوئی۔ امیر المومنین علیہ السلام برآمد ہوئے جبکہ آپؐ کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور واپسی پر عطفہ جن بھی حضرت کے ساتھ تھا۔

رسول اکرمؐ نے اپنے بھائی کو آتے ہوئے دیکھا تو آپؐ اٹھے اور فراط مسرت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: تم نے آنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں وہاں گیا تو عطرہ کی قوم کے ہزاروں افراد اور منافقین اس کے خلاف بغاوت کر چکے تھے۔ میں نے انھیں تین باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کی دعوت دی۔

میں نے ان سے کہا کہ وہ اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آئیں لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ پھر میں نے ان سے جزیہ دینے کو کہا لیکن انہوں نے جزیہ سے بھی انکار کر دیا۔ پھر میں نے انھیں کہا کہ وہ عطرہ اور اس کی قوم کے ساتھ مصالحت کر لیں اور مصالحت کے طور پر وہ کچھ پانی کے چشمے اور کچھ چراگاہیں عطرہ اور اس کی قوم کے حوالے کر دیں لیکن انہوں نے اس سے بھی انکار کیا۔ چنانچہ مجبوراً تلوار کا سہارا لینا پڑا اور ان سے شدید جنگ کی چنانچہ ۸۰ ہزار افراد قتل کیے۔ جب انہوں نے اپنی اتنی بڑی بربادی کو دیکھا تو مجھ سے امان اور صلح کی درخواست کی۔ پھر وہ ایمان لائے اور میں نے ان کے اختلاف ختم کرائے۔ اب ان معاملات سے فراغت پا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

عطرہ جن نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اور امیر المومنین کو ہماری مدد پر جزائے خیر دے۔ (عیون المعجزات، ص ۴۳۔ بحار الانوار بحوالہ عیون، ج ۱۸، ص ۸۶ حدیث ۴ و جلد ۶۳، ص ۹۰ حدیث ۴۵۔ حلیۃ الابرار ج ۱، ص ۲۷۰ نوادر المعجزات طبری، ص ۵۲ حدیث ۲۱ اربعین ابن ابی القوارس، حدیث ۲۶ بروایت ابوسعید خدری۔ الیقین، ص ۶۸ باب ۹۰ بروایت ابوسعید خدری بطور حدیث مرفوع۔ الفصائل شاذان، ص ۶۰ بروایت زاذان، الروضۃ، ص ۳۳ بروایت ابوسعید خدری۔ چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ)

آسمان سے اترنے والا جام

حسین بن ہمدان حسینی نے الہدایہ الکبریٰ میں اپنے اسناد کے ساتھ مفصل بن عمر جعفی سے نقل کیا اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے

فرمایا:

ایک دن حضرت رسولؐ خدا مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے اور امیر المومنین علیہ السلام آپ کے دائیں جانب اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان پر ایک بادل نے سایہ کیا جس سے چمک اور ہلکی آوازیں آرہی تھیں اور وہ بادل کافی جھک آیا۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ابوالحسن! اللہ کی طرف سے ہمارے لیے ہدیہ آیا ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ بادل کی طرف بلند کیا اور آپ کے ہاتھ کا اٹھنا تھا کہ بادل مزید جھکا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے ہاتھ سے ٹکرانے لگا۔ اس سے ایک جام ظاہر ہوا جس کی چمک دمک اتنی زیادہ تھی کہ آنکھیں چندھیا گئیں اور اس سے خوشبو کی اتنی لپٹیں اٹھ رہی تھیں کہ حاضرین دنگ رہ گئے اور جام سے تسبیح پروردگار کی آوازیں آرہی تھیں اور وہ تسبیح بھی خالص عربی زبان میں کر رہا تھا۔ پھر وہ جام سیدھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی پر آیا جب وہ جام آنحضرتؐ کے کف مبارک پر آیا تو آوازیں آئی:

السلام علیک یا حبیب اللہ وصفوۃ وبنیہ المختار من
العالمین والمفضل علی اہل الملل اجمعین من الاولین
والاخرین وعلی وحیک خیر الوصیین واخیک
خیر المؤاخیین وخلیفتک خیر المستخلفین وامام
المتقین وامیر المومنین ونور المستیزین وسراج المتقین
وعلی زوجتہ خیر نساء العالمین الزہراء فی الزاہرین
البتول ام الائمۃ الراشدین وعلی سبطیک ونوریک
وریحانیتک وقرۃ عینک الحسن والحسین -

”اللہ کے محبوب اور ان کے مصطفیٰ اور تمام عالمین میں سے اللہ کے چنے ہوئے اور اولین و آخرین کی تمام حلقوں میں سے خدا کے منتخب کردہ رسول پر سلام ہوں اور آپ

کے دھی پر جو کہ تمام اوصیاء سے افضل ہے اور آپ کے اس بھائی پر جو تمام بھائیوں سے بہتر ہے اور آپ کے اس جانشین پر جو کہ تمام خلفاء سے بہتر ہے جو متقین کا رہبر اور مومنین کا حاکم اور روشنی طلب کرنے والوں کے لیے روشنی اور جو متقین کا چراغ ہے اس پر سلام ہوں اور ان کی زوجہ پر سلام ہوں جو کہ تمام جہانوں کی عورتوں سے بہتر ہے جو تمام روشن اجسام میں سب سے زیادہ روشن ہے جو بتول ہے اور جو آمنہ راشدین کی والدہ ہے۔ اس پر سلام ہوں۔ آپ کے دونوں اسوں، دونوں بیٹی اور آپ کے دو پھولوں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک حسن و حسین پر سلام ہوں۔

جام سے سلام کی آواز اتنی واضح اور بلند تھی جسے رسول خدا، امیر المومنین، حسین کریمین اور تمام حاضرین مسجد نے اپنے کانوں سنا جبکہ اس کی تیز روشنی آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھی۔

اس تمام عرصہ میں رسول خدا مسلسل اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتے رہے۔ پھر اس جام سے یہ آواز بلند ہوئی:

یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ اور علیؑ کی صاحبزادی فاطمہؑ اور حسن و حسینؑ کی طرف بھیجا ہے۔ اب آپ مجھے علیؑ کی ہتھیلی پر رکھیں۔

رسول خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اب تم اللہ کے تحفہ کو اپنے ہاتھوں پہ لو۔

حضرت علیؑ نے دایاں ہاتھ بڑھایا اور اس جام کو اپنی ہتھیلی پر رکھا، اسے بوسہ دیا، اس کی خوشبو سونگھی اور فرمایا: اللہ کی طرف سے اس کے رسول اور ان کے اہل بیت کی طرف نازل ہونے والے ہدیہ کو خوش آمدید ہو۔ پھر حضرت علیؑ نے کثرت سے اللہ کی حمد و ثنا کی اور جام سے بھی تکبیر و تہلیل کی آوازیں آتی رہیں۔

اس کے بعد جام سے آواز آئی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اللہ کے حکم کے مطابق فاطمہ زہراءؑ اور حسن و حسینؑ کے حوالے کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

ابوالحسن! اٹھو اور یہ جامِ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھو۔

امیر المومنین علیہ السلام جام اٹھا کر گھر کو چل پڑے اور اس وقت اس جام کی روشنی سورج کی روشنی کو بھی مات کر رہی تھی اور اس کی خوشبو نے تمام خوشبوؤں سے افضل تھی۔ آپ نے پیغمبر اکرمؐ کے حکم کے مطابق وہ جام حضرت سیدہ الاحسین کریمین علیہم السلام کے ہاتھوں پر رکھا اور جناب سیدہ اور حسین کریمین نے اس جام کو بوسے دیے اور اللہ کی حمد و ثنا کی۔ بعد ازاں حضرت علیؑ نے اس جام کو اٹھایا اور دوبارہ رسول خدا کی ہتھیلی پر جا کر رکھ دیا۔ اب وہ جام آنحضرتؐ کی ہتھیلی پر آیا تو اہل مسجد میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا:

یا رسول اللہ! آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب بھی اللہ کی طرف سے آپ کو کوئی تحفہ اور ہدیہ ملتا ہے تو آپ اس میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو شریک کر لیتے ہیں؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تو بہت زیادہ جسارت کر رہا ہے۔ کیا تو نے جام کی باتیں خود نہیں سنی تھیں۔ اب اس کے بعد تو تجھے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی؟

اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں اسے اٹھا کر سونگھوں

اور اسے بوسہ دوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تجھے یا کسی اور کو ایسا کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔

اس نے کہا: تو کیا مجھے اتنی اجازت دیں گے کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے چھو

سکوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تو بہت زیادہ اصرار کر رہا ہے۔ اٹھ اور اسے ہاتھ لگانے کی کوشش کر اور اگر تو اپنی

کوشش میں کامیاب ہو گیا تو پھر میں اللہ کا رسول ہی نہیں ہوں کہ اللہ کی طرف سے حق

لے کر ہی نہیں آیا۔

اس شخص نے جام کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ جام تک نہ پہنچ سکا اور دیکھتے ہی دیکھتے جام بلند ہوا اور بادل کی طرف چلا گیا۔

اس وقت جام سے آواز بلند ہوئی:

یا رسول اللہ! کیا کوئی اپنے زائر سے یہ سلوک بھی کرتا ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا:

تجھ پر افسوس خدا اور اس کے رسول کے خلاف تیری جراتیں بہت ہی بڑھ چکی

ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے کہا:

علیؑ! اٹھو اور اٹھ کر جام کو دوبارہ پکڑو اور اس سے کہو کہ خدا نے تجھے کون سا پیغام

دے کر ہمارے پاس بھیجا تھا؟ اور کیا تم اس پیغام کو بھول گئے ہو۔

امیر المومنینؑ اٹھے اور آپؐ نے ہاتھ بڑھا کر جام کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور فرمایا:

رسول خدا فرما رہے ہیں کہ اللہ نے تجھے کون سا پیغام دے کر ہمارے پاس بھیجا

تھا اور کیا تو وہ پیغام بھول گیا؟

جام نے کہا: برادر رسول! اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تم سے یہ کہو کہ اللہ نے

میرے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ جب بھی تمہارے کسی شیعہ کی وفات کا وقت ہوتا ہے تو

میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں اور وہ مجھے دیکھ کر مانوس ہوتا ہے اور اسے موت کی اذیت

کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ تمہارا شیعہ موت کے وقت تمہارا دیدار کرتا ہے اور میری خوشبو

سوگھتا ہے اور اس حالت میں اس کی روح اس کے جسد غصری سے پرواز کر جاتی ہے اور

اسے موت کا مطلقاً احساس ہی نہیں ہوتا۔

جب جام نے یہ پیغام پہنچایا تو اس وقت اس گستاخ نے اپنے ساتھی سے کہا:

کاش! جام نے پہلی بات ہی کی ہوتی تو بہتر تھا۔ کم از کم وہ دوسری بات تو نہ

کہتا۔ (الہدایہ الکبریٰ، صفحہ ۳۲-۳۳۔ مؤلف نے اس واقعہ کو اپنی دوسری کتاب معالم الزلفی باب ۸۶ ص ۳۱۸ پر بھی نقل کیا ہے)

حضرت کے وضو کے لیے جنت سے پانی کا آنا

۱۔ علمائے تنسن کے مشہور عالم موفق بن احمد خوارزمی نے اپنی کتاب مناقب امیر المومنین علیہ السلام میں اپنے اسناد سے انس بن مالک سے یہ روایت نقل کی کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے نماز کی پہلی رکعت کے رکوع کو کافی لمبا کیا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید آپ کو سہو ہی واقع نہ ہوا ہو۔ پھر کافی دیر کے بعد آپ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور ”سمیع اللہ لمن حمدہ“ کہا۔ اس کے بعد آپ نے مختصری نماز پڑھی اور جب آپ نے سلام پڑھ کر نماز تمام کی تو آپ نے پلٹ کر صفوں کو دیکھنا شروع کیا اور آپ کا چہرہ یوں لگتا تھا جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند ہو۔ پھر آپ نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا اور سیدھے کھڑے ہوئے اور آپ کے چہرہ کے نور سے مسجد چمک اٹھی۔ بعد ازاں آپ نے پوری توجہ سے پہلی صف کو دیکھا۔ پھر آپ نے پوری توجہ سے دوسری صف کو دیکھا۔ پھر آپ نے پوری توجہ کے ساتھ تیسری صف میں بیٹھے ہوئے ایک ایک شخص کو دیکھا اور پھر آپ نے اچنتی سی ایک نظر باقی صفوں پر کی اور فرمایا:

کیا وجہ ہے مجھے میرا ابن عم علی بن ابی طالب دکھائی کیوں نہیں دیتا؟
حضرت علیؑ جو کہ آخری صف میں بیٹھے ہوئے تھے وہ اٹھے اور عرض کیا:

لبیک لبیک یا رسول اللہ! آقا میں حاضر ہوں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: علیؑ! یہاں قریب آؤ۔

حکم پیغمبرؐ سن کر علیؑ صفوں کو چیرتے ہوئے اور مہاجرین و انصار کی گردنوں کو

پھلانگتے ہوئے آنحضرتؐ کے قریب پہنچے تو رسول خداؐ نے فرمایا:

علی! آج تم نے دیر کیوں کی اور پہلی صف میں کیوں شامل نہ ہوئے؟
حضرت علیؑ نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے تجدید وضو کی احتیاج تھی اور میں وضو کی غرض سے اپنے گھر گیا اور میں نے وہاں حسن، حسینؑ اور فضہ کو آواز دی لیکن کسی نے مجھے جواب نہ دیا۔ اتنے میں ایک ہاتف کی آواز مجھے سنائی دی جو کہہ رہا تھا کہ ابوالحسن اے ابن عم پیغمبر! ذرا اس طرف نگاہ کریں۔

میں نے جب اس طرف دیکھا تو میں نے دیکھا کہ ایک سونے کا آفتابہ وہاں رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا اور اس کے اوپر رومال تھا۔ چنانچہ میں نے رومال کو اٹھا کر اپنے دائیں کندھے پر ڈالا آفتابہ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس سے پانی خود بخود گر کر میرے ہاتھوں پر آنے لگا۔ میں نے اس سے وضو کیا اور وہ پانی مکھن کی طرح نرم اور شہد سے زیادہ شیریں تھا اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی اور جیسے ہی میں وضو سے فارغ ہوا تو وہاں نہ تو کوئی آفتابہ تھا اور نہ ہی کوئی رومال تھا اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ آفتابہ اور رومال کو کس نے اٹھایا۔

یہ سن کر رسول خدا مسکرا دیئے اور آپ نے حضرت کو اپنے سینے سے لگایا آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا:

ابوالحسن! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں وہ آفتابہ جنت کا تھا اور رومال اور پانی فردوس سے آیا تھا۔ جبریلؑ نے تجھے نماز کے لیے تیار کر دیا اور وہ رومال میکائیل کے ہاتھ میں تھا۔

علی! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے جب تک تم نماز میں شامل نہیں ہوئے اس وقت تک اسرافیلؑ رکوع میں میرے گھٹنے کو تھامے رہے اور مجھے رکوع سے اٹھنے ہی نہیں دیا۔ کیا اس فضیلت کے باوجود بھی تیری محبت کی وجہ سے مجھے لوگ ملاعت کرتے ہیں؟ جب کہ آسمان کے اوپر اللہ اور اس کے فرشتے تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ (مناقب خوارزمی، ص ۲۱۶۔ الطراف بحوالہ مناقب، ص ۶۸۔ بحار الانوار

بحوالہ الطرائف، ج ۳۹، صفحہ ۱۱۶ حدیث ۴)

درِ خیبر اکھاڑنا

شیخ مفیدہ ”الارشاد“ میں اپنے اسناد سے ابو عبد اللہ جدلی سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جب میں نے خیبر کا دروازہ اکھاڑا تو میں نے اسے اپنی ڈھال بنالیا اور میں نے اسے ڈھال بنا کر یہودیوں سے جنگ کی اور جب اللہ نے انھیں رسوا کر دیا تو میں نے اس دروازے کو خندق پر ڈال دیا۔

ایک شخص نے آپؐ سے کہا: یا علیؑ! آپ کو اس کا بوجھ تو محسوس ہوا ہوگا؟
آپؐ نے جواب دیا: مجھے درِ خیبر کا بوجھ بس اپنی اس ڈھال جتنا ہی محسوس ہوا جسے میں پہلے سے اٹھایا کرتا تھا۔

اہل سیر کا بیان ہے کہ جب مسلمان خیبر کی جنگ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے درِ خیبر کو اٹھانا چاہا مگر وہ اتنا بھاری تھا کہ ستر افراد نے مل کر اسے اٹھایا۔
ایک شاعر نے حضرت علیؑ کے اس کارنامے کو ان الفاظ میں سراہا:

ان امرء احمل الرتاج بخیبر

يوم اليهود بقدره لمؤيد

حمل الرتاج رتاج باب قموصها

والمسلمون واهل خيبر حشد

فرمى به ولقد تكلف رده

سبعون شنها كلهم يتشدد

ردوه بعد مشقة وتكلف

ومقال بعضهم بعض اردو

بے شک جس نے یہود سے جنگ کرتے ہوئے خیبر کا دروازہ اٹھایا
وہ قدرت کی طرف سے مؤید ہے
جس نے مسلمانوں اور یہودیوں کے دیکھتے ہوئے قلعہ قموص کا
دروازہ اٹھایا

اور جب اس نے دروازہ پھینکا اور اس دروازہ کو ستر افراد نے بڑی
مشکل سے حرکت دی۔ (ارشاد مفید ص ۶۷، بحار الانوار ج ۲۱
ص ۴۲، حدیث ۱۱)

۲- ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں:

دروازے کا طول اٹھارہ ہاتھ تھا اور خندق کا عرض بیس ہاتھ تھا۔ حضرت علیؑ نے
دروازے کو خندق کے ایک سرے پر رکھا مگر اس کا دوسرا سر خندق کے دوسرے کنارے
تک نہیں پہنچتا تھا۔ اسی لیے آپ خندق میں اترے اور دروازے کو اپنے ہاتھ پہ تھاما اور
پورا لشکر وہاں سے گزرا اور آپ اس پورے عرصہ میں دروازے کو تھام کر کھڑے رہے۔
لشکر میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو ڈرڈر کر دروازے سے گزرتے تھے۔ ایک روایت کے
مطابق اس جنگ میں لشکر کی تعداد آٹھ ہزار سات سو تھی۔

ایک کاہنہ اور ایک یہودی عالم نے خیبر کی تباہی کی پیش گوئی کی تھی

۲- شیخ مفید "الارشاد" میں رقم طراز ہیں کہ آنحضرتؐ نے بیس سے کچھ زیادہ
راتوں تک خیبر کا محاصرہ کیا تھا۔ آپ اپنا پرچم علیؑ کے سپرد کرنا چاہتے تھے لیکن علیؑ آشوب
چشم میں مبتلا ہو گئے اور جنگ کرنے کے قابل نہ رہے۔ خیبر کے ایک قلعہ کا محافظ مرحب
تھا۔ رسول خداؐ نے اس قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر کو روانہ کیا اور پرچم حضرت ابو بکر
کو دیا۔ حضرت ابو بکر مہاجرین و انصار کا لشکر لے کر گئے لیکن ناکام لوٹے۔ لشکر انھیں
ملامت کرتا تھا اور وہ لشکر کا شکوہ کرتے تھے۔

دوسرے دن رسولؐ خدا نے حضرت عمرؓ کو پرچم دیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آ گئے۔ وہ لشکر کو بزدل کہتے تھے اور لشکر والے انھیں بزدل کہتے تھے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: یہ لوگ اس پرچم کے لائق ہی نہیں ہیں۔ علی ابن ابی طالب کو میرے پاس لے آؤ۔ لوگوں نے کہا: وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میرے پاس اس مرد کو لے آؤ جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسولؐ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ اس پرچم کا حق ادا کرے گا اور وہ فرار نہیں ہوگا۔

کچھ افراد علیؓ کو بازو سے پکڑ کر رسولؐ خدا کی خدمت میں لے آئے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: علیؓ! تمہیں کیا تکلیف ہے؟

حضرت علیؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میں آشوب چشم میں مبتلا ہوں مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور مجھے سر میں درد ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور اپنا سر میری ران پر رکھو۔ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا۔ رسولؐ خدا نے ان کے لیے دعا مانگی اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا۔ لعاب دہن لگتے ہی آپؐ کی آنکھیں کھل گئیں اور درد ختم ہو گیا۔

آپؐ نے دعا میں کہا تھا:

اللَّهُمَّ فِيهِ الْحَرُّ وَالْبُرْدُ

خدا یا! اسے گرمی اور سردی سے محفوظ رکھنا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پرچم ان کے سپرد کیا اور وہ پرچم سفید رنگ کا تھا اور آپؐ نے ان سے فرمایا: یہ پرچم تھا مو اور روانہ ہو جاؤ۔ جبریل تمہارے ساتھ ہوں گے فتح و نصرت تمہارے آگے ہوگی اور یہودیوں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا جائے گا اور علیؓ یاد رکھنا! ان لوگوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو انھیں تباہ کرے گا اس کا نام ”ایلیاہ“ ہوگا لہذا جب تم ان کے مقابلہ پر جاؤ تو ان سے کہنا کہ میں ”علیؓ“ ہوں

انشاء اللہ وہ مغلوب ہو جائیں گے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میں پرچم لے کر قلعہ قوص کے سامنے آیا اور مرحب میرے مقابلہ پر آیا۔ اس نے خود اور زرہ پہن رکھی تھی اور اس نے رجز پڑھا:

قد علمت خیر انسی مرحب

شاکی السلاح بطل معرب

سارا خیر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ میں ہتھیار بند بہادر اور تجربہ کار شجاع ہوں۔

اس کے جواب میں میں نے یہ رجز پڑھا:

انا الذی سمتی امی حیدرة

ضرغام اجام ولیث قسورة

عبل الذراعین شدید القصرة

کلیث غابات کریم المنظره

اکیلکم بالسیف کیل السندرة

اضربکم ضربا یبین الفقرة

واترک القرن بقاع جذرة

اضرب بالسیف رقاب الکفرة

ضرب غلام ماجد حزورة

من یشرک الحق یقوم صفرة

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں

جنگلوں کا شیر اور پھاڑنے والا درندہ ہوں۔

میں موٹے بازوؤں اور مضبوط گردن والا ہوں۔ اور میں جنگلات

کے شیر کی طرح مہیب صورت ہوں۔

میں تمہیں تلوار سے اس طرح ناپوں گا جس طرح بڑے پیمانے سے ناپا جاتا ہے اور تمہیں ایسی مار ماروں گا جو پیٹھ کی تک ہڈی کو جدا کر دے گی۔

اور میں اپنے مد مقابل کو میدان میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑوں گا اور تلوار سے کافروں کی گردنیں اڑا دوں گا جیسے شریف قوی اور نوجوان گردن اڑاتے ہیں۔ جو حق ترک کرے گا وہ ذلت اٹھائے گا۔ (نقلاً عن دیوان علیؑ۔ من المترجم غفرلہ)

پھر ہم نے ایک دوسرے پر حملے کیے۔ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی خود اور زرہ کٹ گئی اور وہ زمین پر گر گیا۔

روایات میں ہے کہ جب آپؐ نے فرمایا: ”میں علی بن ابی طالب ہوں“ تو اس وقت ایک یہودی عالم نے چیخ کر کہا: موسیٰ کی کتاب کی قسم! اب تم مغلوب ہوں گے۔ یہودی عالم کی اس پیش گوئی نے یہودیوں کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے وہ لڑائی کے قابل ہی نہ رہے۔

جب مرحب قتل ہوا تو اس کے ساتھیوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ حضرت علیؑ نے خیبر کا دروازہ اُکھاڑا۔ پھر آپؐ نے اس دروازہ کو خندق پر ڈال کر اسے پل بنا دیا۔ اسلامی لشکر نے اس پل کو عبور کیا اور قلعہ قوص میں داخل ہو گیا جہاں انھیں بہت زیادہ مال غنیمت ملا اور جب لشکر وہاں سے واپس آ گیا تو آپؐ نے اس دروازے کو پکڑ کر دُور اُچھال دیا جو کہ چالیس ہاتھ دُور جا گرا۔ اس دروازے کو بیس افراد بند کیا کرتے تھے۔

جب مرحب واصل جہنم ہوا اور اسلامی لشکر کو فتح نصیب ہوئی تو حسان بن ثابتؓ نے آنحضرتؐ سے اس واقعہ کو نظم میں بیان کرنے کی درخواست کی۔

رسول اکرمؐ کی طرف سے اجازت ملنے پر حسان نے یہ اشعار کہے:

فكان على ارمم العين يتغى
 دواء فلما لم يهس مداويا
 شفاه رسول الله منه بتفلة
 فبورك مرقيا وبورك راقيا
 وقال ساعطي الراية اليوم فارسا
 كريما محبا للرسول مواليا
 يحب الهى والاله يحبه
 به يفتح الله الحصون الاوابيا
 فاصفى به دون البرية كلها
 عليا وسماه الوزير المواخيا

علیؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے اور وہ دوا کے خواہش تھے لیکن انھیں
 کوئی معالج نہ ملا۔

رسولؐ خدا نے لعابِ دہن کے ذریعہ انھیں تندرست کر دیا جس پر
 دم کیا گیا وہ بھی بابرکت تھا اور جس نے دم کیا وہ بھی بابرکت تھا۔
 رسول کریمؐ نے فرمایا: میں آج نخی شاہسوار کو علم دوں گا جو کہ رسولؐ
 سے محبت رکھتا ہوگا

اور جو میرے خدا سے محبت رکھتا ہوگا اور خدا بھی اس سے محبت رکھتا
 ہوگا اور اس کے ذریعہ سے اللہ مضبوط قلعوں کو فتح کرے گا۔

رسول کریمؐ نے تمام لوگوں میں سے صرف علیؑ کا انتخاب کیا اور
 انھیں بھائی اور وزیر کا لقب دیا۔ (ارشاد مفید ص ۶۵-۶۷۔
 بحار الانوار بحوالہ ارشاد ج ۲۱ ص ۱۴ حدیث ۱۱۔ رحاب اہل بیت
 ج ۱ ص ۲۴۳۔ الخراج راوندی ج ۱ ص ۱۶۰ و صفحہ ۲۱۷۔ مذکورہ

اشعار گیارہ صحابہ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہیں۔ (الفدیر)

۳۔ شیخ طوسی نے امالی میں اپنی اسناد سے لکھا: جب مسلمان خیبر میں یہودیوں کے مقابلہ میں گئے تو قلعہ سے ایک یہودی پہلوان برآمد ہوا جس کا نام مرحب تھا۔ اس کا قد بڑا لمبا اور اس کی کھوپڑی بہت بڑی تھی اور وہ یہودیوں کا مشہور و معروف پہلوان تھا۔ مرحب کو دیکھ کر مسلمان فوجی واپس آ گئے اور کوئی بھی جم کر مقابلہ نہ کر سکا۔ مرحب کی دایہ اس سے بہت محبت کرتی تھی اور وہ کاہنہ تھی اور وہ مرحب سے ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ ہر پہلوان سے جنگ لڑنا تو کامیاب ہوگا لیکن جس پہلوان کا نام ”حیدر“ ہو اس سے جنگ نہ کرنا کیونکہ اگر تو نے حیدر سے جنگ کی تو تُو ہلاک ہو جائے گا۔

صحابہ نے رسول خدا سے مرحب کی شکایت کی اور کہا کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہے اور اس درخواست کی کہ آپ اس کے مقابلہ پر علیؑ کو روانہ کریں۔

نبی اکرمؐ نے علیؑ کو بلایا اور فرمایا کہ تم مرحب کے مقابلہ پر جاؤ۔

حضرت علیؑ علم اسلام لے کر مرحب کے مقابلہ پر روانہ ہوئے اور مرحب بھی جھومتا ہوا آپ کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا مگر حضرت نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ مرحب نے آپ کے سامنے آکر رجز پڑھا اور کہا: علمت خیبر انی مرحب ”زمینِ خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں۔“

اس کے جواب میں حضرت نے رجز پڑھا اور کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

”میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا تھا۔“

جب مرحب نے حیدر کا نام سنا تو اسے اپنی دایہ کی نصیحت یاد آئی اور وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ ابلیس نے جب اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا تو ایک یہودی عالم کی شکل و صورت میں اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: مرحب کہاں جا رہا ہے؟

اس نے کہا: میری دایہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ جس کا نام حیدر ہو اس سے کبھی

جنگ نہ کرنا اور اگر تو نے حیدر سے جنگ کی تو تو مارا جائے گا۔ چنانچہ میں اسی لیے واپس جا رہا ہوں۔

ابلیس نے کہا: عورتیں ویسے ہی ناقص العقل ہوتی ہیں اور ان کی باتیں زیادہ تر غلط ہوتی ہیں اور پوری کائنات میں یہ اکیلا ”حیدر“ تو نہیں ہے اور اگر بالفرض پوری دنیا میں یہ اکیلا ہی حیدر ہوتا تو بھی تجھ جیسے بہادر کے لیے یوں واپس جانا مناسب نہیں تھا۔ اب اس کے مقابلہ کے لیے واپس چلا جا، ممکن ہے تو ہی کامیاب ہو جائے اور اسے قتل کر ڈالے اور اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تو ہمیشہ کے لیے اپنی قوم کا سربراہ ہو جائے گا اور میں تیرا معاون بنوں گا اور تمام یہودیوں سے کہوں گا کہ وہ تجھے اپنا سردار مان لیں۔

الغرض مرحب ابلیس کی باتوں میں آ گیا اور واپس آیا۔ خدا کی قسم! بس اوٹنی کے دودھ دوہنے جتنا ہی وقت گزرا تھا کہ حضرت علیؑ نے اس پر ایسی ضرب ماری جس سے وہ منہ کے بل زمین پر گرا اور مر گیا۔ اس کے مرتے ہی یہودیوں کو شکست ہو گئی اور مرحب مارا گیا، مرحب مارا گیا، کی آوازیں لگاتے ہوئے دوڑنے لگے۔

حضرت کیت بن زید اسدی نے آپؐ کی تعریف میں کہا تھا:

سقى جرح الموت ابن عثمان بعدما

تعاورهما منه وليد و مرحب

علیؑ وہ ہیں جنہوں نے طلحہ بن عثمان اور ولید و مرحب کو موت کے

گھاٹ اتارا تھا۔

واضح رہے کہ ولید بن عتبہ معاویہ کا ماموں تھا اور طلحہ بن عثمان کا تعلق بھی قریش سے تھا۔ ان دونوں کو حضرتؐ نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا اور مرحب کا تعلق یہودیوں سے تھا اسے آپؐ نے جنگ خیبر میں موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ (امالی طوسی، ج ۱، ص ۴۰۲۔

بحار الانوار بحوالہ امالی، ج ۲۱، ص ۹، حدیث ۳۔ الخراج، ج ۱، ص ۲۱۷، حدیث ۶۱)

حدیث بساط اور اصحاب کھف سے گفتگو

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان فرمایا: ایک دن حضرت رسول خدا مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور ان کی بساط اور اصحاب کھف کا ذکر ہوا اور لوگ پوچھنے لگے کہ کیا وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو باب کھف کو دیکھنے اور اصحاب کھف پر سلام کرنا چاہتا ہے؟

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے کہا کہ ہم ان پر سلام کے خواہش مند ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: درحان بن مالک! آ جاؤ۔

اس آواز پر ایک نوجوان معطر لباس پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا: ہمارے پاس بساط سلیمان لاؤ۔

چند لمحات کے بعد وہ جوان مسجد میں حاضر ہوا اور اس نے ایک چادر اٹھائی ہوئی تھی جس کا طول و عرض چالیس چالیس ذراع تھا اور وہ چادر سفید بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ جوان نے وہ چادر مسجد میں رکھی اور غائب ہو گیا۔

رسول اکرمؐ نے بلال اور اپنے غلام ثوبان سے فرمایا کہ وہ اس چادر کو زمین پر پھیلائیں۔ بلال اور ثوبان نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، امیر المومنین اور سلمان سے فرمایا: تم اٹھو اور تم میں سے ہر ایک شخص چادر کے ایک ایک کونے پر بیٹھ جائے اور امیر المومنین تمہارے درمیان میں بیٹھیں گے۔

نبی اکرمؐ کے فرمان کے مطابق پانچوں افراد اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے۔ حضرت علیؓ نے آواز دی: اے منہم! آ جاؤ۔

پھر اس چادر کے نیچے ہوا داخل ہوئی اور جس نے چادر کو بلند کیا اور چادر فضا میں

پرواز کرنے لگی یہاں تک کہ وہ اس غار کے دہانے پر آ کر رک گئی جس میں اصحابِ کہف موجود تھے۔

تمام افراد چادر سے اترے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: تم شیخ قریش ہو۔ لہذا آگے بڑھو اور انھیں سلام کرو۔

حضرت ابو بکر نے کہا: یا علی! میں انھیں کن الفاظ سے سلام کہوں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم ان پر ان الفاظ سے سلام کرو۔

السلام علیکم ایہا الفتیۃ الذین امنوا ببرہم، السلام
علیکم یا نجباء اللہ فی ارضہ

”یعنی اپنے رب پر ایمان لانے والے جو انو تم پر سلام ہو۔ خدا کی
زمین پر خدا کے منتخب کردہ لوگو تم پر سلام ہو“۔

حضرت ابو بکر غار کے دروازہ کی طرف بڑھے۔ اس وقت غار کا دروازہ بند تھا۔
انہوں نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ تین بار سلام کیا لیکن کسی نے بھی انھیں جواب نہ دیا۔ وہ
واپس آئے اور امیر المومنینؑ سے کہا کہ مجھے تو کسی نے جواب نہیں دیا۔

امیر المومنینؑ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اب تم اٹھو اور ان پر سلام کرو۔

حضرت عمرؓ نے بھی تین مرتبہ اصحابِ کہف کو سلام کیا لیکن کسی نے انھیں جواب نہ

دیا۔

پھر امیر المومنینؑ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ تم اٹھو اور اصحابِ کہف کو سلام کرو۔
چنانچہ انہوں نے بھی سلام کیا لیکن کسی نے انھیں جواب نہ دیا۔

پھر امیر المومنینؑ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ اب تم اٹھو اور انھیں سلام
کرو۔

سلمان اٹھے اور انہوں نے بھی اصحابِ کہف کو سلام کیا۔ اسی وقت غار سے آواز
آئی تو ایک ایسا بندہ ہے جس کے دل کا اللہ نے ایمان کے لیے امتحان لیا ہے تو بھلائی پر

ہے اور تیرا انجام بھی بہتر ہوگا لیکن ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم صرف انبیاء و اوصیاء کے سلام کا ہی جواب دیتے ہیں۔

ان کا یہ جواب سن کر سلمان آئے اور وہ بھی بیٹھ گئے۔

آخر میں حضرت امیر المومنینؑ اٹھے اور آپ نے انھیں سلام کرتے ہوئے فرمایا:

السلام علیکم یا نجباء اللہ فی ارضہ الوافین بعہد اللہ،

نعم الفتیۃ انتم

خدا کی زمین پر اس کے منتخب کردہ لوگو! تم پر سلام ہو اللہ کے عہد کو

نبھانے والو تم پر سلام ہو تم بہترین جوان ہو۔

اس وقت غار کے اندر سے بہت سی آوازیں بلند ہوئیں:

وعلیک السلام یا امیر المومنین وسید المسلمین وامام

المتقین وقائد الفر المحجلین فاز واللہ من والاک

وخاب من عاداک

امیر المومنین، سید المسلمین اور قائد الفرائض! آپ پر بھی سلام ہو۔

خدا کی قسم وہ کامیاب ہوا جس نے آپ سے محبت رکھی اور وہ شخص

ناکام ہوا جس نے آپ سے دشمنی رکھی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم نے میرے ساتھیوں کو جواب کیوں

نہیں دیا؟

اصحاب کہف نے کہا: امیر المومنین! ہم زندہ ہیں لیکن ہمیں کلام کرنے سے روک

دیا گیا ہے اور ہم بنی یابنی کے وحی کے علاوہ کسی کو جواب نہیں دیتے اور آپ پر اور آپ

کے بعد آپ کے اوصیاء پر سلام ہو۔ اللہ ان کے ہاتھوں پر اپنے حق کو غالب کرے گا۔

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ حضرت امیر المومنین نے پھر سب کو بیٹھنے کا حکم

دیا۔ جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے ”منشہ“ کو حکم دیا۔ اس نے بساط کو بلند کیا اور چادر

پرواز کرتی ہوئی مدینہ واپس آ گئی اور صحابہ نے آنحضرتؐ کو ساری روئیداد سنائی۔ (عیون المعجزات، صفحہ ۱۲۔ بحار الانوار، بحوالہ عیون، ج ۳۹، ص ۱۳۶، حدیث ۱۱)

۲۔ اسی سلسلہ کی ایک اور روایت ابو جعدہ سے مروی ہے۔ اس نے کہا میں بصرہ گیا اور وہاں صحابی انس بن مالک کی محفل میں شریک ہوا۔ وہ لوگوں سے رسول خدا کی احادیث بیان کر رہا تھا۔ اہل مسجد میں سے ایک شخص نے انس سے کہا: یہ تمہارے بدن پر برص کے داغ کیوں ہیں جب کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کسی مومن کو برص اور جذام میں مبتلا نہیں کرتا۔

یہ سن کر انس بن مالک نے اپنا سر زمین کی طرف جھکایا، اس کی آنکھوں سے آنسو نپکنے لگ گئے اور اس نے رورود کر کہا: خدا کے نیک بندے علی بن ابی طالب کی مجھے بددعا لگی ہے۔

لوگوں نے کہا: پھر ہمیں بتاؤ کہ علی بن ابی طالب نے تجھے بددعا کیوں دی تھی؟ انس نے کہا: تم لوگ اس بات کو رہنے دو۔ لیکن حاضرین نے اصرار کیا اور کہا تجھے اس کا سبب ضرور بتانا ہوگا۔

اس نے کہا: پھر تم لوگ آرام سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ اور مجھ سے اس کا سبب سنو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مشرق کی طرف ایک قریہ ہے جس کا نام ہندف ہے۔ وہاں سے رسول خدا کو ایک چادر ہدیہ میں بھیجی گئی۔ رسول اکرمؐ نے مجھے ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، سعید اور عبدالرحمن بن عوف کے پاس بھیجا۔ اس وقت رسول خدا کے ابن عم علی بن ابی طالب ان کے پاس پہلے سے بیٹھے تھے۔ میں گیا اور تمام افراد کو بلا کر دربار نبوی میں لے آیا۔ پھر آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ اس چادر کو پھیلاؤ اور ان افراد کو چادر پر بٹھاؤ۔

میں نے حکم نبویؐ ہی تعمیل کی۔ پھر رسول خدا نے مجھے حکم دیا کہ تم بھی ان کے ساتھ

چادر پر بیٹھ جاؤ اور پھر جو کچھ دیکھو مجھے اس کی اطلاع کرو۔

اس کے بعد رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اس چادر پر بیٹھو۔ جب علیؑ بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا: تم ہوا سے کہو کہ وہ تمہیں اپنے دوش پر اٹھالے۔

حضرت علیؑ نے ہوا کو حکم دیا تو چادر اڑنے لگی اور ہم ہوا میں پرواز کرنے لگے۔ جتنا اللہ کو منظور تھا وہاں تک ہماری چادر نے پرواز کی۔ پھر حضرت علیؑ نے کہا: ہوا اب ہمیں یہیں اُتار دے۔ ہوانے یہ حکم سن کر ہمیں وہاں اُتار دیا۔ حضرت علیؑ نے ہم سے کہا: بھلا جانتے ہو اس وقت تم لوگ کہاں آ گئے ہو؟

ہم نے کہا: خدا! اس کا رسولؐ اور علیؑ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے کہا: یہ کہف درقیم والے ہیں جو اللہ کی عجیب نشانی ہیں۔ اصحاب پیغمبر! آؤ اور ان پر سلام کرو۔

اس وقت ابو بکر و عمرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا: السلام علیکم یا اصحاب الکہف والرقیم۔ لیکن کسی نے انھیں جواب نہ دیا۔ پھر طلحہ و زبیرؓ نے انھیں سلام کیا لیکن انھیں بھی جواب نہ ملا۔ پھر میں اور عبدالرحمن بن عوفؓ آگے بڑھے اور میں نے کہا: السلام علیکم یا اصحاب الکہف والرقیم۔ میں رسول خداؐ کا خادم انس ہوں لیکن مجھے بھی کوئی جواب نہ ملا۔ الغرض سب نے باری باری سلام کیا اور کسی کو سلام کا جواب نہ ملا۔ آخر میں امام اٹھے اور انہوں نے سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیکم یا اصحاب الکہف والرقیم الذین کانوا

من اياتنا عجبا

اے اصحاب کہف و رقیم جو خدا کی عجیب نشانی ہو تم پر سلام۔

اس وقت غار سے آواز بلند ہوئی:

وعلیک السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ یا وصی رسول اللہ
رسول خدا کے وصی! آپؐ پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں

ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم نے رسول خدا کے صحابہ کو جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا: اے جانشین رسول! ہم وہ جوان ہیں جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور خدا نے ہماری ہدایت میں اضافہ فرمایا تھا۔ ہمیں صرف نبی یا نبی کے وصی کے سلام کا جواب دینے کی اجازت ہے اور آپ چونکہ خاتم النبیین کے آخری وصی ہیں اسی لیے ہم نے صرف آپ کے سلام کا جواب دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے صحابہ سے فرمایا: اصحاب پیغمبر! کیا تم لوگوں نے ان کی بات سن لی ہے؟

سب نے کہا: جی ہاں! اے امیر المومنین!

پھر آپؑ نے فرمایا: اب تم لوگ چادر پر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ ہم سب بیٹھ گئے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اے ہوا اب ہمیں اٹھاؤ۔ چنانچہ ہوا نے ہمیں اٹھایا اور ہم مسلسل پرواز کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس وقت حضرت علیؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ ہمیں یہاں اتار دو۔

ہوا نے ہمیں وہاں اتارا تو وہاں کی زمین زعفران کی طرح تھی اور وہاں کوئی انسان دکھائی نہ دیتا تھا وہاں پر خوشبودار بوٹیاں اگی ہوئی تھیں مگر وہاں پانی موجود نہیں تھا۔ ہم نے حضرت سے کہا کہ نماز کا وقت ہو چلا ہے اور یہاں تو پانی بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

حضرت علیؑ اٹھے اور ایک جگہ پر آئے اور وہاں انہوں نے پاؤں کی ٹھوکری ماری تو وہاں ٹھٹھے پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: لو یہ پانی موجود ہے۔ اگر آج تم مجھ سے پانی طلب نہ کرتے تو جبریل امین یہاں جنت سے پانی لے کر آ جاتے۔

الغرض ہم نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ حضرت علیؑ وہاں ٹھہر کر نماز میں مصروف رہے یہاں تک کہ آدھی رات کا وقت ہو گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اٹھو اور چادر پر بیٹھ

جاؤ۔ خدا نے چاہا تو تم صبح کی پوری نماز یا اس کا کچھ حصہ رسول خدا کی امامت میں ادا کرو گے۔ پھر چادر نے دوبارہ پرواز کی اور پرواز کرتے کرتے ہماری چادر مسجد نبویؐ میں اتری۔ اس وقت رسول خدا نماز فجر کی پہلی رکعت ادا کر چکے تھے۔ ہم نے آنحضرتؐ کی امامت میں نماز ادا کی اور جب ہم نے نماز تمام کر لی تو آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:

انس! حالات و واقعات تم بیان کرو گے یا میں بیان کروں؟

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپؐ کی پاکیزہ زبان سے ہی سننا پسند کروں

گا۔

اس کے بعد رسول خداؐ نے ہمیں ہمارے سفر کے تمام حالات سنائے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: انس! جو کچھ تو نے دیکھا ہے کیا تو اس کی گواہی دے گا؟

میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپؐ کے بھائی جب بھی مجھ سے گواہی طلب کریں گے تو میں ضرور گواہی دوں گا۔

رسول اکرمؐ کی وفات ہوئی اور حضرت ابو بکرؓ برسرِ اقتدار آئے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا اور دوسرے بھی بہت سے لوگ وہاں بیٹھے تھے۔ حضرت علیؓ وہاں آئے اور مجھ سے فرمایا:

انس! کیا تم اس مجمع میں چادر اور چشمہ کے جاری ہونے کی گواہی دیتے ہو؟

میں نے کہا: علیؓ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے وہ باتیں بھول گئی ہیں۔

حضرت علیؓ نے کہا: اگر تو رسول خداؐ کی وصیت کے بعد جان بوجھ کر گواہی چھپا رہا ہے تو اللہ تیرے چہرے پر برص کو مسلط کرے اور تیرے شکم میں جلن پیدا کرے اور تجھے آنکھوں سے اندھا کر دے۔

میں ابھی اس محفل سے اٹھنے نہیں پایا تھا یہاں تک کہ میں مبروص ہو گیا اور اندھا ہو گیا اور اب میری حالت یہ ہے کہ میں ماہِ رمضان کے روزے تک بھی نہیں رکھ سکتا کیونکہ میرے شکم میں غذا باقی نہیں رہتی۔ اسی حالت میں ہی انسؓ کی بصرہ میں وفات

ہوئی۔ (فضائل شاذان، صفحہ ۱۶۳-۱۶۶۔ الروضۃ فی الفضائل شاذان، ص ۳۷-۳۸۔
 بحار ج ۴، ص ۲۱۷ حدیث ۳۱۔ تفسیر البرہان ج ۴، ص ۴۵۷ حدیث ۱۵)
 کشی رقطراز ہیں کہ امیر المومنین کی بددعا لگنے کے بعد جب انس مبروص ہوا تو
 اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ علی بن ابی طالب کی کوئی منقبت نہیں چھپائے گا۔ (رجال کشی،
 ص ۴۵، بحار بحوالہ رجال کشی ج ۴، ص ۲۶)

علمائے اہل تسنن میں سے ابن مغازی شافعی نے بھی حدیث بساط کو کتاب
 المناقب کے صفحہ ۲۳۲ پر اسے نقل کیا ہے اور ابن بطریق نے اسے ”عمدہ“ میں نقل کیا۔
 ثعلبی نے اس واقعہ کو نقل کیا اور آخر میں لکھا کہ اصحاب کہف دوبارہ نیند میں چلے گئے اور
 وہ امام مہدیؑ کے ظہور تک گہری نیند میں ہی رہیں گے اور جب امام مہدیؑ ظہور کریں
 گے تو ان پر سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں نیند سے بیدار کرے گا اور وہ سلام کا جواب
 دیں گے۔ پھر قیامت تک دوبارہ نیند میں چلے جائیں گے۔ مذکورہ علماء کے علاوہ صاحب
 ثاقب المناقب نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

سرزمین بابل پر سورج کا حضرت کے لیے پلٹنا
 ۱۔ سید مرتضیٰ نے عیون المعجزات میں اپنی اسناد سے امام محمد باقر علیہ السلام سے
 روایت کی۔ انہوں نے اپنے والد کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔
 انہوں نے فرمایا:

امیر المومنین علیہ السلام جب نہروان سے فارغ ہوئے اور عراقی علاقہ سے
 گزرتے ہوئے ”براثا“ (یہ وہی جگہ ہے جہاں بغداد میں مسجد براثانی ہوئی ہے) کے
 مقام پر آپؑ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے نکل کر سرزمین بابل میں داخل
 ہوئے۔ اس اثنا میں نماز عصر کا وقت ہو گیا اور لوگ کہنے لگے کہ امیر المومنین نماز عصر کا
 وقت ہو چکا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: یہ زمین تین دفعہ دھنسی گئی ہے اور ابھی اس نے چوتھی بار دھنسا رہی ہے۔ وحی کے لیے اس سرزمین پر نماز پڑھنا مناسب ہے۔ ہاں اگر تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کا خواہش مند ہو تو وہ یہاں پڑھ لے۔ منافقین نے ایک دوسرے سے کہا: ”یہ خود تو نماز نہیں پڑھتا اور نمازیوں کو قتل کرتا ہے“۔ اس سے ان کی مراد نہروان کے خارجی تھے۔

جویریہ بن مسہر العبدی کا بیان ہے کہ میں ایک سو سواروں کے ساتھ مولاؑ کے پیچھے چلتا رہا اور میں نے دل میں کہا کہ جب تک میرے مولا نماز نہیں پڑھیں گے اس وقت تک میں بھی نماز نہیں پڑھوں گا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اپنا سفر جاری رکھا اور جب وہ بابل کی حدود سے باہر آئے تو سورج غروب ہونے کو تھا۔ پھر چند ہی لمحات گزرے کہ سورج ڈوب گیا اور آفتاب میں سرخی پھیل گئی۔

امیر المومنینؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ پانی لے آؤ۔

جویریہ کا بیان ہے کہ میں نے پانی پیش کیا۔ حضرتؑ نے وضو کیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جویریہ! اذان دو۔

میں نے عرض کیا: مولا! ابھی اذان مغرب سے چند لمحات باقی ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: عصر کے لیے اذان کہو۔

میں نے اپنے دل میں کہا: کیا میں عصر کے لیے اذان کہوں جب کہ سورج بھی ڈوب چکا ہے لیکن مجھ پر اطاعت واجب ہے۔ چنانچہ میں نے اذان کہی اور جب میں اذان سے فارغ ہوا تو مولاؑ نے فرمایا: اب اقامت کہو۔

میں نے اقامت کہی۔ اس دوران مولاؑ نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور کچھ الفاظ کہے جنہیں میں نہ سمجھ سکا۔ پھر میں نے دیکھا سورج واپس پلٹ آیا اور مقام عصر پر آ گیا۔ امام علیہ السلام نے نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور جب آپؐ

نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے دیکھا تو سورج یوں لگا جیسے کسی طشت میں چراغ جل رہا ہو۔ پھر سورج ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے۔ اس وقت حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ضعیف الیقین! اب مغرب کی اذان کہو۔ (عیون المعجزات، ص ۷۔ اثبات الہدایۃ، ج ۲، ص ۴۹۰، حدیث ۳۱۷۔ غایۃ المرام، ص ۶۳۰۔ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۶۸۔ فضائل شاذان، ص ۶۸۔ روضۃ الفضائل شاذان، ص ۳۰۔ الغدیر، ج ۲۳، ص ۱۲۶-۱۴۱۔ احقاق الحق، ج ۵، ص ۵۳۷۔ واضح رہے کہ جویریہ کا تعلق حضرت کے اصحاب کے ساتھ تھا اور وہ حضرت کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک تھا۔ کلینی نے اس کی توثیق کی اور مفید نے ارشاد میں لکھا کہ زیاد بن ابیہ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انھیں صلیب پر لٹکایا تھا)

۲- سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رسول خدا کی زندگی میں بھی حضرت علیؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورج پلٹایا تھا۔ اور اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ نبی اکرمؐ ابھی مکہ ہی میں تھے۔ آپؐ کو بخار تھا۔ آپؐ نے اپنا سرا میر المؤمنین علیہ السلام کی گود میں رکھا اور اتنے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے آپؐ کا سر ہٹانا پسند نہ کیا اور جب آپؐ کی آنکھ کھلی تو آنحضرتؐ نے دعا کی: پروردگار! علی تیری اطاعت میں مصروف تھا اس کے لیے سورج کو پلٹا دے تاکہ وہ عصر کی نماز پڑھ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج پلٹایا۔ حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ پھر سورج غروب ہو گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۸۔ غایۃ المرام، ص ۶۳۰)

۳- کتاب ثاقب المناقب میں جویریہ بن مسہر کی زبانی مذکورہ روایت ان الفاظ میں سے مذکور ہے۔

جویریہ کا بیان ہے کہ جب ہم جنگ نہروان سے فارغ ہوئے تو ہمارا گزر بابل سے ہوا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: یہ معذب زمین ہے۔ اس زمین پر دو مرتبہ عذاب نازل

ہو چکا ہے اور یہاں ایک لاکھ دو سو افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ لہذا اس زمین پر نہ تو کوئی نبی نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی نبی کا وحی نماز پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اگر تم میں سے کوئی نماز پڑھنا چاہے تو وہ عصر کی نماز پڑھ لے۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج میں اپنی نماز اور انا دین امانت بنا کر امیر المومنین کے پاس رکھتا ہوں ہم نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے اور نماز عشاء کا وقت ہو گیا۔ جب ہم سرزمین بابل کی حدود سے باہر نکلے تو امیر المومنین حجر سے اترے اور آپ نے حجر کے سموں سے مٹی جھاڑی اور پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی اپنے جانور کے سموں سے مٹی جھاڑ دو۔ میں نے حضرت کے فرمان پر عمل کیا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: عصر کی اذان کہو۔ میں نے اذان کہی لیکن اپنے دل میں کہا: جویریہ! تو مر جائے دن چلا گیا اور رات ہو چکی ہے پھر بھی تو نے عصر کی اذان کہی ہے۔ آپ نماز عصر کے لیے کھڑے ہوئے تو سورج لوٹ آیا اور اس سے کسی اونٹ کے بلبلانے جیسی آواز آرہی تھی اور سورج مقام عصر پر آ کر رک گیا۔

امیر المومنین نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا: اب مغرب کی اذان کہو۔ میں نے اذان کہی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سورج کسی گھوڑے کی رفتار سے دوڑ کر افق مغرب کی طرف جا رہا ہو۔ بہر نوع سورج فوراً ڈوب گیا اور میں نے حضرت کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا: اب عشاء کی اذان کہو۔ میں نے اذان کہی اور آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اس وقت میں نے پکار کر کہا:

رب کعبہ کی قسم! بے شک آپ محمد مصطفیٰ کے سچے ہیں جس نے آپ کی مخالفت کی وہ گمراہ ہلاک اور کافر ہے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۲۵۳، حدیث ۱، غایۃ المرام، ص

مدینہ میں حضرت کے لیے سورج کا پلٹنا

ابن شہر آشوب نے حضرت ام سلمہؓ، اسماء بنت عمیسؓ اور جابر انصاریؓ، ابن عباسؓ، ابوسعید خدریؓ، ابو ہریرہؓ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”کراع النمیم“ کے مقام پر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ اتنے میں حضرت علیؓ آئے۔ انہوں نے آپ کی حالت وحی کو ملاحظہ کیا تو انہوں نے آپ کی پشت کو سہارا دیا اور غروب آفتاب تک وحی کا سلسلہ جاری رہا اور قرآن مجید اترتا رہا۔

جب وحی مکمل ہو گئی تو رسول خداؐ نے فرمایا: علی! کیا تم نے عصر کی نماز پڑھی؟

حضرت علیؓ نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! میں نے آپ کو سہارا دیا ہوا تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ سے دعا مانگو وہ تمہارے لیے سورج کو پلٹا دے۔

حضرت علیؓ نے دعا مانگی تو سورج پلٹ آیا۔

ابو جعفر طحاوی لکھتے ہیں: نبی اکرمؐ نے دعا مانگی۔ پروردگار! علیؓ تیری اور تیرے

رسولؐ کی اطاعت میں مصروف رہا اس کے لیے سورج لوٹا دے۔ (مشکل الآثار ج ۳، ص

(۳۸۸-۳۸۹)

حضرت کی دعا قبول ہوئی اور سورج پلٹ آیا۔ حضرت علیؓ نے نماز عصر ادا کی۔

جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج فوراً ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے۔

ابو بکر بن محروم لکھتے ہیں کہ اسماء بنت عمیسؓ نے کہا:

جب سورج غروب ہوا تو ہمیں یوں آواز سنائی دی جیسے لکڑی کو آرے میں چیرا

جار رہا ہو اور سورج پلٹنے کا واقعہ جبکہ خیبر کے موقع پر مقام ”صہباء“ میں پیش آیا۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اشارہ سے نماز ادا کی تھی اور جب

سورج پلٹ آیا تو آپؐ نے حکم رسولؐ کے تحت نماز کا اعادہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد رسول

اکرمؑ نے حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ اس واقعہ کو نظم میں بیان کرے تو اس نے یہ اشعار کہے:

لا تقبل التوبة من تائب

الابحہب علی بن ابی طالب

اخى رسول الله بل صهره

والصهر لا يعدل بالصاحب

يا قوم من مثل علی وقد

ردت عليه الشمس من غائب

علی بن ابی طالبؑ کی محبت کے بغیر کسی توبہ کرنے والے کی توبہ

قبول نہیں ہوتی۔ علیؑ رسول خدا کا صرف بھائی ہی نہیں بلکہ ان کا

داماد بھی ہے اور داماد کا مواز نہ دوست سے نہیں کیا جاسکتا۔

لوگو! علیؑ جیسا کون ہو سکتا ہے جس کے لیے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ (مناقب

ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۳۱۷۔ بحار الانوار، بحوالہ مناقب ج ۳ ص ۱۷۴۔ غایۃ المرام

ص ۶۳۰۔ ارشاد مفید ص ۱۸۲۔ اعلام الوری طبرسی ص ۱۸۰)

۲۔ شیخ طوسی امالی میں رقم طراز ہیں کہ حضرت عمرؓ کی قائم کردہ شوروی کے اجلاس

میں حضرت علیؑ نے اہل شوروی کے سامنے اپنے بہت سے فضائل بیان کیے تھے۔ ان میں

سے آپؑ نے اپنی یہ فضیلت ان کے سامنے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ تم میں سے کسی کی نماز کے لیے ڈوبا

ہوا سورج مقام عصر پر واپس آیا؟ اور بتاؤ کہ سورج میرے لیے واپس آیا تھا یا تمہارے

لیے واپس آیا تھا۔

حاضرین نے کہا: بے شک سورج آپ کے لیے ہی واپس آیا تھا۔ (امالی طوسی

ج ۲ ص ۱۶۱۔ احتجاج طبرسی ص ۱۳۲۔ بحار الانوار، بحوالہ احتجاج ج ۸ ص ۳۴۶ طبع

کمپانی۔ حلیۃ الارواح، ص ۴۱۰)

علمائے تسنن میں سے ردئس کی روایت کو ابن مغازی شافعی نے کتاب مناقب المومنین (مناقب ابن المغازی، ص ۹۶، حدیث ۱۴۰۔ الطرائف بحوالہ مناقب ابن المغازی، ص ۸۴، کنایۃ الطالب، ص ۳۸۳ پر ابن خزیمہ کا یہ قول منقول ہے کہ احمد بن صالح کہا کرتے تھے کہ کسی اہل علم کے لیے اسماء کی حدیث سے انکار کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے نبی کی صداقت کی دلیل ہے۔ مذکورہ علماء کے علاوہ حافظ ابوالفتح محمد بن حسین ازدی الموصلی نے ”حدیث رد الشمس“ کے اسناد پر مکمل کتاب لکھی تھی) میں دو اسناد کے ساتھ اور موفق بن احمد نے اپنی کتاب مناقب خوارزی میں تین اسناد کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (مناقب خوارزمی، ص ۲۲۱-۲۲۳)

سورج کا حضرت سے ہم کلام ہونا اور آپؐ پر سلام کرنا

۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن عباس المعروف ابن عجام نے اپنی کتاب ”ما انزل اللہ فی اہل البیت من القرآن“ میں اپنی اسناد کے ساتھ جابر بن عبد اللہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا: مدینہ کی ایک گلی میں میری ملاقات عمار یاسر سے ہوئی۔ میں نے اس سے رسول خدا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آنحضرتؐ اس وقت اپنی قوم کے سرداروں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آج عجیب بات یہ ہوئی کہ ہم نے صبح کی نماز آنحضرتؐ کے ساتھ ادا کی۔ پھر جب سورج چڑھ آیا تو اس وقت علیؑ مسجد میں آئے۔ نبی اکرمؐ نے کھڑے ہو کر ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انھیں اپنے قریب بیٹھایا یہاں تک کہ علیؑ کے گھٹنے رسول اکرمؐ کے گھٹنوں سے لگ رہے تھے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ اٹھو اور سورج سے گفتگو کرو۔ وہ بھی تم سے گفتگو کرے گا۔

اہل مسجد نے تعجب سے کہا: کیا سورج علیؑ سے باتیں کرے گا؟

کچھ حاسد تو آہستہ سے کہنے لگے کہ یہ تو ہر وقت اپنے ابن عم کے نام کو بلند کرنا

چاہتے ہیں۔

علیؑ اٹھے اور آپؐ نے سورج سے فرمایا:

کیف اصبحت یا خالق اللہ؟

اے مخلوق خدا تم کیسے ہو اور تم نے کیسے صبح کی؟

سورج سے آواز بلند ہوئی:

بخیر یا اخا رسول اللہ یا اول یا اخر یا ظاہر یا باطن یا من ہو

بکل شئی علیم

”میں خیریت سے ہوں، اے برادر رسول! اے اول، اے آخر،

اے ظاہر، اے باطن اور اے وہ شخصیت جو ہر چیز کو جانتی ہے۔“

حضرت علیؑ رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریمؐ نے تبسم فرمایا اور کہا:

تم مجھے بتاؤ گے یا میں تمہیں بتاؤں؟

حضرت علیؑ نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپؐ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: سورج نے تمہیں ”اول“ کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو اللہ

پر ایمان لانے والا پہلا فرد ہے۔ سورج نے تمہیں ”آخر“ کہہ کر سلام کیا ہے اس کی وجہ یہ

ہے کہ تم میرے غسل و کفن میں تم آخر تک شریک رہو گے۔

سورج نے تمہیں یا ظاہر کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پوشیدہ رازوں پر تو

ہی غلبہ حاصل کرے گا۔ سورج نے تمہیں یا باطن کہا کہ سلام کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ

تو میرے علم کو اپنے بطن میں سنبھال کر رکھے گا۔

علاوہ ازیں سورج نے تمہیں یا من ہو بکل شئی علیم کہہ کر سلام کیا ہے۔ تو اس کا

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حلال، حرام، فرائض، احکام، تنزیل، تاویل، نسخ، منسوخ، محکم،

متشابہ اور مشکل کا جو بھی علم نازل کیا ہے تم ان تمام علوم کے عالم ہو اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا

کہ میری امت کے لوگ تیرے متعلق وہ کچھ نہ کہیں جو نصاریٰ نے عیسیٰ کے متعلق کہا ہے تو

میں تیرے متعلق وہ کچھ کہتا کہ لوگ تیرے قدموں کی خاک اٹھا کر اسے ذریعہ شفا بنا لیتے۔

حضرت جابر کا بیان ہے۔ جب عمار مکمل واقعہ سنا چکے تو اتنے میں سلمان آ گئے۔ عمار نے کہا: سلمان بھی ہمارے ساتھ تھا تم اس سے سن لو۔ پھر سلمان نے بھی تمام واقعہ اسی طرح سے سنایا جیسا کہ عمار سنا چکے تھے۔

۲۔ (بخاری اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی گود میں سر رکھا اور آپؐ سو گئے۔ حضرت علیؑ نے اس وقت تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ سورج ڈوبنے لگا تو رسولؐ خدا بیدار ہوئے تو حضرت علیؑ نے ان سے اپنی نماز قضاء ہونے کا تذکرہ کیا۔ رسولؐ خدا نے دعا کی۔ سورج عصر کے مقام پر پلٹ آیا اور حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔

پھر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اٹھو! سورج پر سلام کرو وہ بھی تم سے کلام کرے گا۔

حضرت علیؑ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں سورج کو کیسے سلام کروں؟
رسولؐ خدا نے فرمایا: تم اسے ”السلام علیک یا خلق اللہ“ کہہ کر سلام کرو۔
حضرت علیؑ اٹھے اور انہوں نے سورج کو ”السلام علیکم یا خلق اللہ“ کہہ کر سلام کیا۔
جواب میں سورج نے کہا:

وعلیک السلام یا اول یا آخر یا ظاہر یا باطن یا من ینجی
محبیہ ویوثق مبغضیہ۔

تجھ پر سلام ہو اے اول، اے آخر، اے ظاہر، اے باطن، اے اپنے
محبوں کو نجات دینے والے اور اے اپنے دشمنوں کو جکڑنے والے!
نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: سورج نے تمہیں کیا کہا؟
حضرت علیؑ نے سورج کی گفتگو آنحضرتؐ سے نقل کی تو آپؐ نے فرمایا:

سورج نے سچ کہا ہے اور اسی نے حکم خداوندی سے گفتگو کی ہے۔ تو ایمان لانے میں تمام مومنین سے اول ہے اور تو آخری وصی ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تیرے بعد کوئی وصی نہیں ہے اور تو اپنے دشمنوں پر غالب ہے (عربی زبان میں غالب کو ظاہر بھی کہا جاتا ہے) اور تو علم کو اپنے بطن میں محفوظ رکھنے والا ہے۔ تو میرے علم کا امین اور میرے رب کی وحی کا خزانہ ہے۔ تیری اولاد بہترین اولاد ہے اور تیرے شیعہ قیامت کے دن خدا کے منتخب کردہ ہوں گے۔ (تاویل الایات، ج ۲، ص ۶۵۵۔ البرہان، ج ۳، ص ۲۸۸، حدیث ۸)

۳۔ ثاقب المناقب میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں علی بن ابی طالب مسجد میں داخل ہوئے۔ رسول خدا نے ان سے فرمایا: کیا تم خدا کے ہاں اپنی عزت کو ملاحظہ کرنا پسند کرو گے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر شمار ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: کل میرے ساتھ چلنا اور سورج سے گفتگو کرنا۔ اللہ کے حکم سے سورج بھی تم سے کلام کرے گا۔

دوسرے دن ہم نے نماز فجر پڑھی۔ رسول خدا نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور مسجد سے باہر نکل آئے اور سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ تمام مہاجرین و انصار نے ان کے گرد گھیرا کر لیا تھا۔ جیسے ہی سورج طلوع ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اس سے کلام کرو! اسے اللہ کی طرف سے حکم ہے وہ بھی تم سے کلام کرے گا۔

حضرت علیؑ نے سورج سے کہا:

السلام علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ ایہا الخلق السامع

المطیع

اے اللہ کا فرمان سن کر اطاعت کرنے والی مخلوق! تجھ پر سلام ہو

اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

اس کے جواب میں سورج نے کہا:

وعلیک السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ یاخیر الاوصیاء لقد

اعطیت فی الدنیا والاخرۃ مالا عین رأت ولا اذن سمعت

آپؐ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، اے بہترین وصی!

آپؐ کو دنیا و آخرت میں وہ نعمات عطا ہوئی ہیں جسے کسی آنکھ نے

نہیں دیکھا اور جسے کسی کان نے نہیں سنا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھے کیا عطا ہوا ہے؟

سورج نے کہا: مجھے ان انعامات کے بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ لوگ
فتنہ میں پڑ جائیں گے لیکن تجھے دنیا و آخرت میں علم و حکمت مبارک ہو۔ اور تو ان لوگوں
میں سے ہے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا

یعملون (السجدہ: ۱۷)

کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا

سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

اور تیرا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے:

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستوون

(السجدہ: ۱۸)

کیا وہ جو مومن ہے وہ فاسق کی طرح سے ہو سکتا ہے۔ وہ برابر نہیں

ہو سکتے۔

روایت میں ہے کہ سورج نے حضرت علیؑ سے تین بار کلام کی تھی۔ (الثقب فی

المناقب، ج ۲۵۵، حدیث ۳۔ فرائد السمطین، ج ۱، ص ۱۸۵۔ فضائل شاذان، ص ۱۶۳)

اسی روایت کو ابن شہر آشوب نے مناقب میں شیخ ابوعلی محمد بن احمد بن علی قتال نے روضۃ الواعظین میں اور خطیب خوارزمی نے کتاب مناقب امیر المومنین میں اسے اپنی اپنی اسناد سے نقل کیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۳۲۳۔ بحار الانوار بحوالہ مناقب ج ۳۱ ص ۱۷۶۔ روضۃ الواعظین ص ۱۲۸۔ امالی صدوق ص ۴۷۲۔ قصص الانبیاء راوندی ص ۲۹۲۔ حدیث ۳۶۱۔ مناقب خوارزمی ص ۶۳۔ المحققین فی امرۃ امیر المومنین ص ۲۵۔ کشف الغم ج ۱ ص ۱۵۴)

کسریٰ کی کھوپڑی کا حضرت سے کلام کرنا

۱۔ سید مرتضیٰ رقم طراز ہیں کہ ابوعلی محمد بن ہمام نے کتاب الانوار میں اپنی اسناد سے عمار ساباطی سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام مدائن میں تشریف لائے اور آپ نے ایوان کسریٰ میں قیام کیا اور کسریٰ کے منجم کا بیٹا دلف بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی تو دلف سے فرمایا: میرے ساتھ اٹھو۔ دلف آپ کے ساتھ اٹھا اور آپ نے ایوان کسریٰ میں چلنا شروع کیا اور ایوان کے ہر کمرہ کو دیکھ کر آپ بتانے لگے کہ یہ کمرہ فلاں کام کے لیے تھا اور یہ کمرہ فلاں کام کے لیے تھا۔

دلف نے کہا: خدا کی قسم! آپ بالکل درست فرماتے ہیں: الغرض آپ نے پورا ایوان دیکھا اور اس کے متعلق معلومات فراہم کرتے گئے۔ آپ کی بیان کردہ معلومات سن کر دلف نے کہا:

امیر المومنین! مجھے تو یوں لگتا ہے جیسا کہ سارا ایوان آپ کے ہاتھوں سے تعمیر ہوا ہے۔ پھر ایوان میں آپ کی نظر ایک بوسیدہ کھوپڑی پر پڑی۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: اس کھوپڑی کو اٹھا کر یہاں لے آؤ۔

آپ کا ساتھی کھوپڑی کو اٹھا کر لایا۔ آپ دوبارہ ایوان کے ہال میں تشریف

لائے اور وہاں بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے ایک تھال طلب کیا۔ جب تھال آ گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں پانی ڈالو۔ اس کے بعد آپ نے اپنے صحابی کو حکم دیا کہ اس بوسیدہ کھوپڑی کو اس تھال میں رکھ دو۔

اس کے بعد آپ نے کھوپڑی سے فرمایا: اے کھوپڑی! مجھے بتا کہ میں کون ہوں اور تو کون ہے؟

کھوپڑی نے فصیح عربی زبان میں کہا: آپ امیر المومنین اور سید الوصیین ہیں اور آپ ظاہر و باطن میں امام المتقین ہیں اور آپ کا مقام تو صیف و ثنا سے کہیں بلند و بالا ہے اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اللہ کا بندہ اور اللہ کی کنیز کا بیٹا کسریٰ النوشیروان ہوں۔

ساباط مائن کے لوگوں نے حضرت کا یہ معجزہ دیکھا اور پھر وہ اپنے گھروں کو گئے اور انہوں نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کیا۔ لوگوں نے حضرت کے اس معجزہ کے متعلق طرح طرح کی تاویلات کیں۔

دوسرے دن لوگ آپ کے پاس آئے تو کچھ لوگوں نے آپ سے کہا: جن لوگوں نے آپ کا معجزہ دیکھا تھا انہوں نے تو ہمارے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے۔

کچھ لوگوں نے آپ کے متعلق وہی کچھ کہنا شروع کر دیا جو نصاریٰ حضرت مسیح کے متعلق کہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے آپ کے متعلق الوہیت کے دعوے شروع کر دیئے ہیں اور اگر آپ نے انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا تو لوگ کافر ہو جائیں گے۔

حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے کہا: تم کیا چاہتے ہو کہ میں ان کے ساتھ کیسا سلوک کروں؟

لوگوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو آپ نے عبد اللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا تھا اور جس طرح سے آپ نے انہیں آگ میں جلایا تھا اسی طرح سے انہیں بھی آگ میں جلائیں۔

پھر آپ نے ان لوگوں کو بلایا جو حضرت کو خدا کہہ رہے تھے اور جب وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

تم نے مجھے خدا کیوں کہا اور اس کی وجہ کیا تھی؟

انہوں نے کہا: ہم نے دیکھا کہ آپ نے کھوپڑی سے گفتگو کی اور اس نے بھی آپ سے گفتگو کی اور یہ کام اللہ کے علاوہ کوئی بھی سرانجام نہیں دے سکتا۔ اسی لیے اگر ہم نے آپ کو اللہ کہا ہے تو ہم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔

حضرت نے ان سے فرمایا:

اپنے نظریات سے باز آ جاؤ اور خدا کے حضور توبہ کرو۔

انہوں نے کہا: ہم اپنے نظریہ سے رجوع نہیں کریں گے۔ آپ نے ہم سے جو بھی سلوک کرنا ہو کر لیں۔

یہ سن کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آگ روشن کرو۔ جب آگ روشن ہوئی تو آپ نے ان لوگوں کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ وہ سب جل کر خاکستر ہو گئے۔

پھر آپ نے فرمایا: ان کی راکھ کو اٹھا کر ہوا میں اڑا دو۔

چنانچہ آپ کے ساتھیوں نے ان کی راکھ کو اٹھا کر ہوا میں اڑا دیا۔ الغرض انھیں جلائے ہوئے تین دن گزر گئے۔ تیسرے دن اہل سبابط حیران و پریشان ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

مولا! خدا کے لیے دین محمد کو بچائیں جن لوگوں کو آپ نے آگ میں جلایا تھا وہ

صحیح سلامت اور خوبصورت شکل و لباس میں اپنے گھروں میں آ گئے ہیں!!

آپ نے فرمایا: کیا تم نے انھیں جلایا نہیں تھا اور تم نے ان کی راکھ کو ہوا میں نہ

اڑایا تھا؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں امیر المومنین! ہم نے یہ سب کچھ کیا تھا۔

آپ نے فرمایا: میں نے انھیں جلایا تھا اللہ نے انھیں زندہ کر دیا۔ اس کے بعد اہل ساباط حیران و پریشان ہو گئے اور اس واقعہ کے بعد بہت سے لوگوں نے عبد اللہ بن سبا کا نظریہ اختیار کر لیا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۶-۱۷۔ اثبات الہدایۃ بحوالہ عیون، ج ۲، ص ۴۹۱۔ بحار، ج ۴۱، ص ۲۱۵۔ نوادر المعجزات طبری، ص ۲۱، حدیث ۵)

۲۔ شیخ برسی نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ایوان کا واقعہ لکھنے کے بعد انہوں نے لکھا:

پھر آپ نے ایک بوسیدہ کھوپڑی کو دیکھا جو کہ وہاں ایک کونے میں پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ اس کھوپڑی کو اٹھا لو۔ اس کے بعد آپ ایوان کسریٰ کے ہال میں تشریف لائے اور آپ نے پانی بھرا تھال منگوایا اور اس کھوپڑی کو اسی میں ڈال کر فرمایا:

اے کھوپڑی! میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتا کہ میں کون ہوں اور تو کون ہے؟

کھوپڑی نے فصیح زبان میں کہا: آپ امیر المومنین، سید الوصیین اور امام المتقین ہیں، جب کہ میں آپ کا غلام اور آپ کی کنیز کا فرزند کسریٰ انوشیروان ہوں۔

امیر المومنین نے اس سے فرمایا: تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: امیر المومنین! آپ پر سلام ہو۔ میں ایک عادل اور رعایا پر شفقت کرنے والا بادشاہ تھا۔ میں اپنی رعایا کے لیے مہربان تھا اور میں ظلم پر کبھی راضی نہیں ہوتا تھا البتہ میں دین مجوسی کا پیروکار تھا جب کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میرے دور حکومت میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی پیدائش کے وقت میرے ایوان کے ۲۳ کنکرے گرے تھے۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان پر ایمان لے آؤں کیونکہ میں علماء کی زبانی یہ سن چکا تھا کہ وہ بڑے شرف و مرتبہ کے مالک ہیں اور وہ آسمانوں اور زمین پر یکساں محترم ہیں۔ لیکن میں حکومت کے جھنجھٹ میں پھنسا رہا اور اس طرف توجہ نہیں کی تھی۔ یہ میری

بد نصیبی تھی کہ میں اتنی بڑی نعمت و منزلت سے محروم رہا۔ اور اگر میں ان پر ایمان لے آتا تو آج میں جنت میں ہوتا لیکن مجھے ایمان کی دولت نصیب نہیں ہوئی تھی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالیا کیونکہ میں عدل و انصاف کرنے والا حکمران تھا۔ اس وقت عملی طور پر تو میں دوزخ میں ہی ہوں جب کہ آگ مجھ کو جلا نہیں سکتی۔ اے کاش! اگر میں ان پر ایمان لایا ہوتا تو آج میں بھی تمہارے ساتھ ہوتا۔ اے امیر المومنین اور اے اہل بیت محمد کے سردار یہ میری کہانی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ لوگ کھوپڑی کی یہ باتیں سن کر زار و قطار رونے لگے۔ پھر اہل ساباط اپنے گھروں کو گئے۔ انہوں نے لوگوں کو کھوپڑی کا واقعہ سنایا تو لوگوں نے امیر المومنین کے متعلق اختلاف شروع کر دیا۔

مخلص افراد نے کہا کہ امیر المومنینؑ اللہ کے عبد اور اس کے ولی ہیں اور رسولؐ مقبول کے وصی اور جانشین ہیں۔

بعض افراد نے کہا: نہیں وہ (نعوذ باللہ) نبی ہیں۔

کچھ اور لوگوں نے کہا: نہیں وہ رب ہیں اور ان لوگوں نے عبد اللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے نظریہ کو قبول کر لیا اور ان لوگوں نے کہا: اگر علیؑ رب نہ ہوتے تو مژدوں کو زندہ کیسے کرتے؟

امیر المومنینؑ کو لوگوں کے نظریات کا پتہ چلا تو آپؑ کو بڑی کوفت ہوئی اور آپؑ

نے انھیں اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا:

لوگو! تم پر شیطان غالب آچکا ہے۔ میں اللہ کا عبد ہوں، اللہ نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے امامت و ولایت اور وصیت رسولؐ الہ عطا فرمائی۔ تم لوگ کفر سے باز آ جاؤ۔ میں اللہ کا عبد اور ابن عبد ہوں، حضرت محمد مصطفیٰؐ مجھ سے افضل ہیں مگر وہ بھی اللہ کے عبد ہی ہیں اور ہم بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں۔

آپ کی یہ تقریر سن کر کچھ لوگوں نے اپنے کفریہ عقائد سے توبہ کر لی اور کچھ لوگ

اپنے باطل نظریہ پر ڈٹ گئے۔ امیر المومنینؑ نے انھیں عقائدِ باطلہ سے باز آنے کی بڑی تلقین کی لیکن انہوں نے اپنا عقیدہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

اس عقیدہ کے حامل کچھ افراد وہاں سے اپنے گھروں کو چلے گئے اور جو افراد باقی تھے آپ نے انھیں آگ میں جلا دیا۔

آپ کو رب کہنے والوں نے کہا: اگر (نعوذ باللہ) علیؑ رب نہ ہوتے تو ہمیں آگ کا عذاب کیوں دیتے؟ کیونکہ آگ کا عذاب اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اسی لیے علیؑ اللہ ہے (نعوذ باللہ من الخذلان)۔ (حافظ برسی کی کتاب میں تو ہمیں یہ روایت کہیں نظر نہیں آئی۔ البتہ یہ روایت فضائل شاذان کے صفحہ ۷۰-۷۱ پر موجود ہے اور علامہ مجلسی نے بھی اس روایت کو فضائل شاذان کے حوالہ سے بحار الانوار میں نقل کیا ہے لیکن ہمیں اس روایت پر تین اعتراض ہیں: (۱) اس روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ نو شیروان عادل بادشاہ تھا جب کہ تاریخ کے اوراق اس کے مظالم اور سیاہ کارناموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ (۲) اس روایت کے راوی مجہول الحال ہیں۔ (۳) رسول اکرمؐ کے اعلانِ نبوت سے پہلے لوگ قوانین اسلام کے مکلف ہی نہیں تھے اور اللہ اتمامِ حجت اور ارسالِ و رسل سے پہلے کسی کو عذاب ہی نہیں دیتا)۔

ایک اور کھوپڑی کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا

۱- شیخ برسی لکھتے ہیں کہ: ابو رواحہ انصاری نے مغربی سے روایت کیا۔ اس نے کہا جب امیر المومنینؑ جگہ نہروان سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک پرانی کھوپڑی پڑی ہوئی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: اس کھوپڑی کو لے آؤ۔ پھر آپ نے اپنے چابک سے اسے حرکت دی اور فرمایا: مجھے اپنے متعلق بتا کہ تو کون ہے؟ (کیا تو غریب ہے؟ کیا دولت مند۔ بد بخت ہے یا خوش نصیب۔ بادشاہ ہے یا رعیت؟)

کھوپڑی نے فصیح زبان میں جواب دیا:

امیر المومنین! میں ظالم بادشاہ تھا، میرا نام پرویز بن ہرمز ہے۔ میں شاہوں کا شہنشاہ ہوں۔ میں نے مشرق و مغرب پر حکومت کی، میدان و پہاڑ، بروجر پر میرا اقتدار تھا۔ میں نے ایک ہزار دنیا کے شہروں پر بزور شمشیر قبضہ کیا۔ میں نے ایک ہزار بادشاہ قتل کیے۔ میں نے پچاس نئے شہر آباد کیے اور میں نے پانچ سو کنواری لڑکیوں کی بکارت زائل کی۔ اور میں نے ایک ہزار ترکی، ایک ہزار ارضی، ایک ہزار رومی، ایک ہزار حبشی غلام خرید کیے اور میں نے بادشاہوں کی سترینیوں سے شادیاں کیں۔ میں ہر سلطنت پر غالب آیا اور میں نے سب پر ظلم کیا۔ اس کے بعد میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور ملک الموت میرے پاس آیا تو اس نے مجھ سے کہا:

اے ظالم! اے سرکش! تو نے ساری زندگی حق کی مخالفت کی۔

اس کی آواز میں اتنا رعب تھا کہ میرے اعضاء کا پٹنے لگے اور میرا پورے کا پورا وجود لرزنے لگا۔ اس نے میرے سامنے ان مظلوم لوگوں کو پیش کیا جنہیں میں نے اپنے زندانوں میں ڈالا ہوا تھا اور زندان میں وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ ان کی تعداد ستر ہزار تھی اور ان سب کا تعلق بادشاہوں کی نسلوں سے تھا۔

پھر ملک الموت نے میری روح قبض کر لی۔ میری موت کی وجہ سے اہل زمین کو سکون نصیب ہوا۔ اب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار زبانیہ فرشتوں کو مجھ پر موکل کیا ہے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں دوزخ کا ایک گرز ہے اور اگر ان میں سے ایک گرز پہاڑوں پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور جب ایک فرشتہ مجھے گرز مارتا ہے تو آگ کے شعلے بلند ہوتے ہیں اور میں جل جاتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ زندہ کرتا ہے اور مجھے از سر نو عذاب دیتا ہے اور عذاب کا یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا۔ میرے جسم پر جتنے بال ہیں ان کی تعداد کے برابر اللہ نے سانپ اور بچھو مجھ پر مسلط کر دیے ہیں جو مجھے ہر وقت ڈستے

رہتے ہیں اور مجھے ان کے ڈنگ کی اذیت محسوس ہوتی ہے۔ بچھو اور سانپ صرف مجھے ڈستے ہی نہیں بلکہ وہ مجھے کہتے ہیں: یہ بندوں پر تیرے ظلم کا بدلہ ہے۔ اس کے بعد کھوپڑی خاموش ہو گئی۔

کھوپڑی کی گفتگو سن کر آپ کا تمام لشکر رونے لگ گیا اور پھر انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم آپ کے حق سے غافل رہے ہیں جب کہ رسول خدا نے آپ کا حق بیان بھی کیا تھا اور ہم نے آپ کے حق سے انحراف کر کے سراسر گھٹائے کا سودا کیا۔ اب تک ہم نے آپ پر زیادتیاں کیں اور اغیار کو آپ کی مسند پر بٹھائے رکھا۔ خدا را آپ ہماری تمام تر غلطیاں معاف کر دیں کیونکہ ہم سخت شرمندہ ہیں۔

اس کے بعد آپ نے ایک کھوپڑی کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ کھوپڑی کو دریا کے کنارے دفن کیا گیا اور جیسے ہی کھوپڑی دفن ہوئی تو دریا کا پانی چلتے ہوئے رُک گیا اور دریا کے تمام جانور پانی کی سطح پر آ گئے اور سب نے امیر المومنین کو سلام کیا۔ (فضائل شاذان، ص ۷۲-۷۳۔ بحار الانوار، ج ۳۱، ص ۲۱۵۔ تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت ہمیں حافظ برسی کی کتاب المشارق میں کہیں نہیں ملی)

مردوں کا زندہ کرنا

فقہ الاسلام کلینی نے اپنے استاد سے عیسیٰٰ خلقان سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بنی مخزوم کے ساتھ امیر المومنین کی رشتہ داری تھی۔ ایک مرتبہ ایک جوان آیا اور اس نے آپ سے کہا: ماموں جان! میرا بھائی مر گیا ہے اور میں اس کے غم میں ہلکا ہوا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا: کیا تو اپنے بھائی کو دیکھنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! حضرت نے فرمایا: تم مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔ آپ رسول خدا کی چادر اوڑھ کر اس کے ساتھ آئے۔ جب آپ اس قبر پر پہنچے تو آپ نے زریب کچھ کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر آپ نے اس کی قبر پر ٹھوکر ماری تو وہ شخص قبر سے برآمد ہوا اور ”ومیکا ومیکا“ کہتا ہوا باہر آیا۔

آپ نے فرمایا: تو تو عربی تھا یہ تو کون سی زبان بول رہا ہے۔

اس نے کہا: جی ہاں لیکن میں فلاں کی سنت پر مرا اسی لیے میری زبان بدل گئی۔

(الکافی، ج ۱، ص ۲۵۶، حدیث ۷۔ اثبات الہدایۃ، ج ۲، ص ۲۰۵، حدیث ۱۲۔

بصائر الدرجات، ص ۲۷۳، حدیث ۳۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۴۰۔ بحار بحوالہ

مناقب ج ۲، ص ۳۰، حدیث ۴۔ مناقب المناقب، ص ۲۲۸۔ ارشاد القلوب دلیلی، ص ۲۸۴)

سام بن نوح کو زندہ کرنا

ابن شہر آشوب رقم طراز ہیں کہ علوی المصری نے اپنی کتاب میں لکھا کہ یمن سے کچھ افراد رسول اکرم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سابقہ سلاطین کی اولاد ہیں اور ہمارا تعلق آل نوح سے ہے اور ہمارے نبی کے وصی سام تھے اور ان کی تعلیمات میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ہر نبی کوئی نہ کوئی معجزہ لے کر ہی آتا ہے اور ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے جو اس کا جانشین ہوتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کا وصی کون ہے؟

رسول اکرم نے علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرا وصی ہے۔

ان لوگوں نے کہا: اگر ہم ان سے یہ سوال کریں کہ وہ ہمیں سام بن نوح کی

زیارت کرائیں تو کیا وہ ایسا کر سکیں گے؟

نبی اکرم نے فرمایا: جی ہاں! وہ اذن خداوندی سے ایسا کریں گے۔ پھر

آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا: علی! انھیں لے کر مسجد کے اندرون میں حصہ میں جاؤ اور

محراب کے پاس زمین پر پاؤں کی ٹھوکر مارو۔

حضرت علیؑ انھیں لے کر روانہ ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں صحائف تھے اور انھیں لے کر مسجد کے اندر محراب پیغمبرؐ کے قریب لے گئے اور وہاں آپ نے دو رکعات نماز پڑھی۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر زمین پر ٹھوک ماری، زمین پھٹ گئی اور ایک لحد اور ایک تابوت ظاہر ہوا، اور اس تابوت سے ایک بزرگ نمودار ہوئے جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح سے چمک رہا تھا۔ ان کی داڑھی ان کی ناف تک آتی تھی۔ انہوں نے سر سے مٹی جھاڑی اور حضرت علیؑ پر درود پڑھا۔ پھر انہوں نے کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ سید

المرسلین وانک علی وصی محمد سید الوصیین -

اناسام بن نوح

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں

اور محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ

محمد مصطفیٰ کے وصی اور تمام اوصیاء کے سردار ہیں۔ میں سام بن نوح

ہوں۔

اہل یمن کے ہاتھوں میں جو صحیفے تھے انہوں نے اپنے صحیفے کھول کر ان کے حلیہ کو پڑھا تو جو حلیہ ان کا صحیفوں میں لکھا تھا وہی حلیہ انھیں مسجد میں دکھائی دیا۔

اہل یمن نے کہا: اگر یہ سام ہیں تو پھر ہماری خواہش ہے کہ وہ اپنے صحائف میں سے کوئی سورت تلاوت کریں۔

حضرت سام نے ایک پوری سورت پڑھ کر سنائی۔ پھر انہوں نے حضرت علیؑ پر سلام کیا اور دوبارہ غیند کی آغوش میں چلے گئے۔ زمین دوبارہ ہموار ہو گئی۔

یہ معجزہ دیکھ کر اہل یمن نے کہا: بے شک اسلام ہی خدا کا پسندیدہ دین ہے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں یہ آیت بھیجی:

اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ فَاَللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي

الصَّوْتِي وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ
شَيْءٍ فُحْكُمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ
الْأُنُوبُ ۝ (الشورى: ۹-۱۰)

کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے لیے اور سرپرست بنا لیے ہیں
جب کہ وہی سب کا سرپرست ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے
اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور تم جس چیز میں بھی اختلاف
کرو گے اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہی ہے۔ وہی میرا پروردگار
ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا
ہوں۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۳۹۔ بحار الانوار
بحوالہ مناقب، ج ۳۱، ص ۲۱۲، حدیث ۲۵۔ مؤلف نے اس روایت
کو تفسیر البرہان، ج ۴، ص ۱۱۸ پر بھی نقل کیا ہے)

وصی موسیٰ کے ساتھ حضرت کی گفتگو

۱- محمد بن حسن الصفار نے اپنی اسناد سے عبایۃ الاسدی سے روایت کی۔ اس نے
کہا: میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس گیا۔ آپ کے پاس ایک پرانی شکل و صورت کا
فرد بیٹھا ہوا تھا اور آپ امیر المومنین اس کے ساتھ ہم کلام تھے۔ جب وہ شخص آپ کے
پاس سے اٹھ کر گیا تو میں نے آپ سے پوچھا: یہ شخص کون تھا جس نے آپ کو ہم سے
بے توجہ کر دیا تھا؟

آپ نے فرمایا: یہ موسیٰ علیہ السلام کا وصی تھا۔ (بصار الدرجات، ص ۲۸۲۔
مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۳۶)

وصی عیسیٰ کے ساتھ گفتگو

۱۔ ابن شہر آشوب رقم طراز ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے صفین کی طرف جاتے ہوئے ایک پہاڑ کے نزدیک نماز مغرب کی اذان دی۔ اچانک پہاڑ شگافتہ ہوا اور اس میں سے ایک بزرگ برآمد ہوئے جن کا چہرہ بڑا چمکدار اور ان کی داڑھی سفید تھی اور اس نے حضرت پر سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیک یا امیر المومنین ورحمة اللہ وبرکاتہ -

مرحبا بوصی خاتم النبیین وقائد الفر المحجلین والاغر المامون والعامل الفائز بثواب الصدیقین وسید الوصیین

اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

بھائی شمعون وصی عیسیٰ بن مریم آپؑ پر بھی میرا سلام ہو۔ آپ کا حال کیسا ہے؟ اس نے کہا: میں خیریت سے ہوں۔ مجھے روح اللہ کے نازل ہونے کا انتظار ہے۔ اللہ کی راہ میں آپ سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے والا اور خدا کے ہاں آپ سے بڑھ کر رتبہ حاصل کرنے والا مجھے اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

میرے بھائی! آپ صبر کریں یہاں تک کہ کل اپنے حبیب سے جا کر ملاقات کریں۔ میں نے آپ کے ساتھی اوصیاء کو دیکھا کہ لوگوں نے ان پر بڑے ظلم کیے تھے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے انھیں آروں سے چیرا۔ پھر بھی انہوں نے صبر کیا، لہذا آپ بھی ان مصائب و آلام پر صبر کریں۔ (بقدر الحاجة)

ایک مُردہ کو زندہ کرنا

۱۔ حافظ برسی لکھتے ہیں کہ جب امیر المومنین خوارج کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے اور مقام ساباط پر پہنچے تو آپ کے پاس آپ کا ایک شیعہ آیا اور اس نے آپ سے

عرض کی:

مولا! میں آپ کا شیعہ اور محبت ہوں۔ میرا ایک بھائی تھا اور مجھے اس سے بے حد محبت تھی۔ جب حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو مدائن فتح کرنے کے لیے روانہ کیا تھا تو میرا بھائی بھی اس کی فوج میں شامل تھا اور یہاں آ کر وہ جنگ میں مارا گیا اور اس وقت اسے مرے ہوئے کئی برس گزر چکے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: آخر تو کیا چاہتا ہے؟

اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے زندہ کریں۔

حضرتؓ نے فرمایا: اس کے زندہ ہونے میں تجھے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس نے کہا: مولا! اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔

حضرتؓ نے فرمایا: اگر تو اپنی اس خواہش سے باز نہیں آتا تو مجھے اس کی قبر دکھا۔

وہ شخص حضرتؓ کو اس کی قبر پر لے آیا۔ اس وقت آپؐ خچر پر سوار تھے اور آپؐ

کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ آپؐ نے نیزہ کی انی اس کی قبر پر رکھی کہ اچانک قبر پھٹ گئی اور

اس سے ایک لمبے قد اور گندمی رنگ کا شخص برآمد ہوا جو کہ عجیبی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تو تو عربی تھا تیری زبان کیوں بدل

گئی؟

اس نے کہا: جی ہاں میں عربی تھا لیکن آپؐ کی دشمنی اور آپؐ کے دشمنوں کی دوستی

سے میری زبان بدل گئی اور میں دوزخ میں چلا گیا۔

جب اس کے بھائی نے اپنے مردہ بھائی کا یہ حال دیکھا تو اس نے امیر المومنینؓ

سے عرض کی:

مولا! یہ جہاں سے آیا ہے اسے وہیں بھیج دیں مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں

ہے۔

امیر المومنینؓ نے فرمایا تو جہاں سے آیا ہے وہاں واپس چلا جا۔ وہ قبر میں چلا گیا

اور قبر بند ہوگئی۔

اُم فروہ انصاریہ کو زندہ کرنا

۱۔ ثاقب المناقب میں حضرت سلمان سے ایک طویل روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک انصاری خاتون جس کا نام اُم فروہ تھا وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے بے حد عقیدت و محبت رکھتی تھی۔ اس بے چاری کو محبت علی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا۔ جب اسے شہید کیا گیا تو آپ مدینہ میں موجود نہ تھے۔ جب آپ واپس آئے اور آپ نے اس کے قتل کی خبر سنی تو آپ کو اس کا صدمہ ہوا اور اس مومنہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا:

پروردگار! تو ہی موت کے بعد جانوں کو زندہ کرتا ہے اور گلی سڑی ہڈیوں کو دوبارہ اٹھاتا ہے۔ ہمارے لیے اُم فروہ کو زندہ کر اور اس کو ان کے لیے عبرت بنا جو تیرے نافرمان ہیں۔

اس وقت آپ نے ایک ہاتفِ نبی کی آواز سنی کہ ہم نے تمہاری درخواست قبول کی۔ پھر آپ نے اس کی قبر پر پاؤں کی ٹھوک ماری اور فرمایا:

کنیزِ خدا! اللہ کے حکم سے اٹھ۔ قبر پھٹ گئی اور اُم فروہ اس سے برآمد ہوئی اور آپ کو دیکھا تو رو رو کر کہنے لگی:

لوگوں نے آپ کے نور کو بھانے کی کوششیں کی ہیں لیکن اللہ نے تیرے نور کو مزید روشنی سے نوازا ہے اور آپ کے ذکر کو بلندی دی ہے اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

امیر المومنین نے اس خاتون کو اس کے شوہر کے سپرد کیا جہاں اسے دو بچے پیدا ہوئے اور وہ خاتون امیر المومنین کی شہادت کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہی۔

اپنے ایک مددگار کو زندہ کرنا

۱- ثاقب المناقب میں مذکور ہے کہ اصبح بن نباتہ نے کہا کہ میرے آقا و مولا امیر المومنین علیہ السلام ایک قبرستان سے گزرے اور آپؐ نے قبروں کی طرف دیکھا تو فرمایا:

کیا تو خدا کی نشانی دیکھنا پسند کرتا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے مردہ زندہ

ہو جا۔

جیسے ہی آپؐ کے یہ الفاظ تمام ہوئے تو قبر شگافتہ ہوئی اور اس سے ایک بزرگ نمودار ہوا اور اس نے آپؐ پر سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیکم یا امیر المومنین وخليفة رب العالمين

آپؐ نے فرمایا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: مولا! میں عمرو بن دینار ہمدانی ہوں۔ میں واقعہ انبار میں معاویہ کے

فوجیوں کے ہاتھوں شہید ہوا تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب اپنے خاندان کی طرف لوٹ جا اور انھیں جا کر بتا کہ اللہ کے حکم سے مجھے علی بن ابی طالبؑ نے زندہ کیا ہے اور تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ (یہ دونوں واقعات ثاقب المناقب میں مذکور ہیں۔ اُم فروہ کا واقعہ ص ۲۲۶ اور عمرو بن دینار ہمدانی کا واقعہ صفحہ ۲۱۰ پر مذکور ہے)

سلیمان بن داؤد سے ہم کلام ہونا

۱- کتاب ”منہج التحقیق الی سؤاء الطريق“ میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے

کہ انہوں نے کہا: جب لوگوں نے خلیفہ دوم کی بیعت کی تو اس دن میں اور حسنؑ و حسینؑ، محمد حنفیہؑ، محمد بن ابی بکرؑ، عمار بن یاسرؑ اور مقداد بن اسودؑ کندی امیر المومنینؑ کے بیت الشرف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے حضرت سے عرض کیا: امیر المومنین! سلیمان علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے ایسی سلطنت مانگی تھی جو ان کے بعد کسی کو عطا نہ ہو تو کیا آپ کو بھی سلیمان بن داؤد جیسی حکومت خدا نے عطا کی ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس نے دانہ شگافہ کیا اور جانوں کو پیدا کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے سلطنت کا سوال کیا تھا اور اللہ نے اس کا سوال قبول کیا تھا اور تیرے والد کو اللہ نے وہ عظیم سلطنت دی ہے جو آج تک تیرے نانا کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کہا:

ابا جان! ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنی سلطنت کا ہمیں بھی نظارہ کرائیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! میں تمہاری خواہش پوری کرتا ہوں۔ پھر آپؑ کھڑے ہوئے اور آپؑ نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے ایسے الفاظ میں دعا مانگی جو تمام حاضرین کی سمجھ سے بالا تھے۔ پھر آپؑ نے مغرب کی طرف اشارہ کیا تو فوراً ایک بادل آگیا۔ آپؑ نے بادل سے فرمایا کہ حکم خداوندی سے نیچے آ جاؤ۔

اس کے بعد بادل نیچے آ گیا اور اس سے یہ آوازیں آرہی تھیں:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وانک

خلیفۃ ووصیہ ومن شک فیک فقد ضل سبیل النجاة

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ

اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپؐ ان کے جانشین اور وصی ہیں جس نے

آپ کے متعلق شک کیا تو وہ نجات کے راستے سے بھٹک گیا۔

سلمان فارسی بیان کرتے ہیں اس کے بعد کسی چادر کی طرح سے وہ بادل بھی ہمارے لیے زمین پر بچھ گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے ہمیں اس پر بیٹھنے کا حکم دیا اور ہم اسی بادل پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک اور بادل کی طرف اشارہ کیا اور وہ آپؑ کا اشارہ پا کر نیچے اتر آیا اور اس نے بھی وہی کلمات کہے جو پہلے بادل نے کہے تھے۔

امیر المومنینؑ اس دوسرے بادل پر سوار ہوئے۔ پھر آپؑ نے کچھ الفاظ ارشاد فرمائے اور بادلوں کو مغرب کی طرف چلنے کا حکم دیا۔

بادلوں کے نیچے ہوا آگئی اور اس نے بادلوں کو آرام سے اٹھایا۔ جب میں نے امیر المومنینؑ کی طرف دیکھا تو آپؑ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے اور آپؑ کے چہرہ سے ایسا نور ساطع تھا جو کہ آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اباجان! سلیمان بن داؤد کی شاہی کا راز ان کی انگشتی میں مضمر تھا اور امیر المومنینؑ کی سلطنت کس چیز میں مضمر ہے؟
امیر المومنینؑ نے فرمایا:

انا عين الله الناظرة في ارضه وانا لسانه الناطق في خلقه
وانا نور الله الذي لا يطفى ، انا باب الله الذي يؤتى منه
وحجته على عباده

میں زمین پر خدا کی نگہبانی کرنے والی آنکھ ہوں اور میں مخلوقات میں اس کی ترجمانی کرنے والی زبان ہوں اور میں اللہ کا وہ نور ہوں جسے بجھایا نہیں جاسکتا اور میں خدا تک پہنچنے کا دروازہ ہوں اور بندوں پر اس کی حجت ہوں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تم سلیمان بن داؤد کی انگشتی دیکھنا پسند کرو گے؟

ہم نے کہا: جی ہاں۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنی جیب میں ڈالا اور سونے کی ایک انگلی خالی جس میں سرخ یا قوت کا گیند جڑا ہوا تھا۔ اس پر تحریر تھا: محمدؐ علیؑ۔

مسلمان کہتے ہیں یہ دیکھ کر ہم نے تعجب کیا۔ امیر المومنینؑ نے ہمارے تعجب کو بھانپ کر فرمایا: تم لوگ کس چیز سے تعجب کر رہے ہو؟ میرے متعلق تعجب کی گنجائش ہی نہیں۔ آج میں تمہیں وہ عجائبات دکھاؤں گا جو تم نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی۔

مسلمان نے اس سفر کے بہت سے واقعات بیان کیے۔ پھر کہا کہ حضرتؑ نے

فرمایا:

کیا تم سلیمان بن داؤدؑ کو دیکھنا پسند کرو گے؟

ہم نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپؐ ہمیں اپنے ساتھ ایک باغ میں لے گئے اور ہم نے اس سے بہتر باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس میں ہر طرح کے پھل موجود تھے اور اس میں نہریں بہہ رہی تھیں اور پرندے درختوں کی شاخوں پر چہچہا رہے تھے۔

جب پرندوں نے آپؐ کو دیکھا تو انہوں نے آپؐ کے گرد چکر لگانے شروع کیے۔ اور ہم باغ کی سیر کرتے ہوئے باغ کے درمیان پہنچے وہاں ایک تخت بچھا ہوا تھا جس پر ایک جوان سویا ہوا تھا اور اس نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھا ہوا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی جیب سے انگشتی نکال کر اس کی انگلی میں پہنائی تو وہ فوراً بیدار ہو گیا اور اس نے آپؐ کو سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیکم یا امیر المومنین ووصی رسول رب

العالمین انت واللہ الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم قد

افلح من تمسک بک وقد خاب وخسر من تخلف

عنک وانی سالت اللہ بکم فاعطیت ذلک الملک۔

امیر المومنینؑ اور رب العالمین کے رسولؐ کے وصی آپؐ پر سلام ہو۔ خدا کی قسم!

آپ صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں جس نے آپ سے وابستگی اختیار کی وہ کامیاب ہوا اور جو آپ سے پیچھے ہوا وہ ناکام ہوا اور اس نے خسارہ اٹھایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو تم اہل بیت کا واسطہ دے کر حکومت طلب کی تھی اور اللہ نے مجھے عطا فرمائی تھی۔

سلمان کہتے ہیں کہ جب میں نے سلیمان بن داؤد کی کلام سنی تو میں امیر المومنین علیہ السلام کے قدموں میں گر کر ان کے بوسے لینے لگ گیا اور میں نے ولایت اہل بیت کی دولت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور میرے ساتھیوں نے بھی ایسے ہی کیا۔

اس روایت کا ایک حصہ یہ ہے کہ سلمان کہتے ہیں: ہمارا گزر ایک پہاڑ سے ہوا جہاں دو قبریں دکھائی دیں اور ان قبروں کے درمیان ایک جوان نماز پڑھ رہا تھا۔ ہم نے امیر المومنین سے اس جوان کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: یہ صالح نبی ہیں اور یہ قبریں ان کے والدین کی ہیں اور وہ ان قبروں کے درمیان بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

جب صالحؑ کی نظر آپؑ پر پڑی تو وہ شدت اشتیاق سے رونے لگا اور آپؑ کو گلے سے لگایا۔

ہم نے حضرت صالحؑ سے ان کے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: امیر المومنینؑ روزانہ صبح کے وقت یہاں سے گزرتے تھے اور کچھ دیر کے لیے میرے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ میں ان کے چہرے پر نظر کرتا تھا جس سے میری عبادت میں اضافہ ہو جاتا تھا اور پچھلے دس دنوں سے آپؑ نہیں آئے تھے۔ (المختصر، ص ۷۱-۷۲)

مدرکہ کو زندگی دلانا

سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے عیون المعجزات میں اپنی سند سے حضرت میثمؑ سے نقل کیا۔ انہوں نے فرمایا:

میں مسجد کوفہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس

محفل میں عرب کے سردار بھی بیٹھے تھے اور حضرت اس مجمع میں یوں چمک رہے تھے جیسا کہ چاند ستاروں کے جھرمٹ میں چمکتا ہے۔ اتنے میں مسجد کوفہ میں ایک شخص داخل ہوا جس نے ریشمی عبا پہنی ہوئی تھی اور اس نے زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا اور اس نے دو تلواریں حائل کر رکھی تھیں۔ اس نے محفل میں کسی پر سلام نہ کیا۔ لوگ گردنیں اٹھا کر اس کو دیکھنے لگے۔ جب کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سر اٹھا کر اسے دیکھنا تک پسند نہ کیا۔ پھر اس نے بلند آواز سے کہا اور اس کی زبان کسی تیز تلوار کی طرح سے کاٹ دار تھی۔ تم میں سے وہ کون ہے جو میدان شجاعت کا مجتبیٰ اور فصاحت و بلاغت کا شاہسوار اور قناعت کی قمیص پہنے ہوئے ہے۔

تم میں سے کعبہ کا مولود، بلند اوصاف اور کرم میں معروف کون ہے؟
 تم میں سے وہ کون ہے جس کے سر کے بال تھوڑے ہیں جس کی اساس مستحکم اور عظیم بہادر اور سانسوں کو تنگ کرنے والا اور قصاص لینے والا کون ہے؟
 تم میں ابوطالب کی شاخ تازہ اور صاحبِ بیعت دلیہ اور صحیح نشانہ پر لگنے والا تیر کون اور علم تقسیم کرنے والا اور درست جواب دینے والا کون ہے؟
 تم میں سے وہ کون ہے جس نے محمدؐ کی مدد کی اور محمدؐ کی حکومت قائم کرنے میں جس نے کلیدی کردار ادا کیا اور جو محمدؐ کی شان بلند کرنے میں مرکزی کردار کا حامل رہا ہے؟

تم میں وہ کون ہے جس نے عمرو بن عبدود اور عمرو بن اشعث کو قتل کیا تھا اور وہ کون ہے جس نے عمرو بن معدی کرب اور عمرو بن سعید عنانی کو بدر میں قید کیا تھا۔
 اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
 اے سعید بن فضل بن ربیع بن مدرکہ بن صلیب بن اشعث بن ابی اللمع بن اخیل بن فزارہ بن ذہیل بن عمرو الدؤینی! وہ میں ہوں۔

جب نو وارد نے اپنا نام اور شجرہ نسب سنا تو کہا: بلیک یا علی!

حضرتؑ نے فرمایا: جو مجھ سے پوچھنا ہو پوچھ لے کیونکہ میں اللہ کا خزانہ اور نیکی میں مشہور فرد ہوں۔ میں وہ ہوں جس سے ہر دور میں سخت چٹائیں ٹکراتی رہیں اور میری عظمتوں کے گواہی بادل دیتے ہیں اور میں وہ ہوں جس کی اللہؑ نے کتاب میں تعریف کی ہے۔

میں ق والقرآن المجید ہوں، میں بنا عظیم ہوں، میں صراطِ مستقیم ہوں، میں صاحبِ علم اور صاحبِ حکمت اور میں بلند و بالا شخصیت کا مالک ہوں۔ ہر کتاب نے میری فضیلت کی گواہی دی ہے اور تمام اہل عقل نے میرے علم کی شہادت دی ہے۔ میں رسولؐ خدا کا بھائی اور ان کا داماد علیؑ ہوں۔

پھر اعرابی نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ آپؐ مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور زندوں کو مارتے ہیں اور آپؐ اغنیاء کو مفلس اور مفلسوں کو غنی بناتے ہیں اور آپؐ زمین پر فیصلے جاری کرتے ہیں۔ کوئی حریف آپؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور کوئی مد مقابل آپؐ کے برابر نہیں آ سکتا۔ تو کیا جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم اپنا مقصد بیان کرو۔ میں اپنی قوم میں عقیقہ کے ساٹھ ہزار افراد کا نمائندہ بن کر آپؐ کے پاس آیا ہوں۔ میں اپنے ساتھ ایک میت لایا ہوں جو کہ کچھ عرصہ قبل مرا ہے اور اس کی موت کے سبب میں میری قوم میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور وہ میت اس وقت مسجد کے دروازے پر موجود ہے۔ اگر آپؐ نے اس مردہ کو زندہ کر دیا تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ سچے اور نجیب الاصل ہیں اور ہم دل کی گہرائیوں سے آپؐ کو زمین پر حجت خدا تسلیم کریں گے اور اگر آپؐ ایسا نہ کر سکے تو میں اس میت کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لے جاؤں گا اور ہمیں پتہ چل جائے گا کہ آپؐ کے دعوے غلط ہوتے ہیں اور آپؐ ان باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں جن پر آپؐ کو قدرت نہیں ہوتی۔

میں تمہارا کہتے ہیں کہ اس وقت میرے آقا و مولانا نے مجھے آواز دے کر فرمایا:

ابوجعفرؑ میثم! تم اونٹ پر سوار ہو کر پورے شہر کوفہ کی گلیوں اور بازاروں میں اعلان کرو کہ جس نے یہ دیکھنا ہو کہ اللہ نے برادر رسول اور داماد رسول علیؑ کو کیا فضیلت دی ہے اور رسول خداؐ نے انھیں کتنا علم و دیت کیا ہے تو وہ کل صبح کے وقت نجف میں آجائے۔

میثم کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی اور پورے کوفہ میں حضرت کے فرمان کی منادی کی۔ پھر آپؑ نے مجھے فرمایا: ابوجعفر! اس اعرابی کو اپنے ساتھ لے چلو یہ تمہارا مہمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کل بھلائی کرے گا۔

میں نے اس اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کے ساتھ ایک محمل تھا جس میں اس نے میت کو رکھا ہوا تھا۔ میں اسے اپنے گھر لے گیا اور میں نے اس کی خدمت کی۔ دوسرے دن میرے آقا و مولانا نے نماز فجر پڑھائی اور آپؑ نجف کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ کو نجف کی طرف جاتا ہوا دیکھ کر کوفہ کے تمام لوگ بھی نجف کی طرف چل پڑے۔ میں نے بھی اعرابی کو اپنے ساتھ لیا اور نجف پہنچ گیا۔ امیر المومنینؑ نے مجھے آواز دے کر فرمایا: ابوجعفر! اعرابی اور اس کے ساتھ اس میت کو لے آؤ۔

اعرابی کو میں میت سمیت حضرت کے قریب لے گیا۔ پھر آپؑ نے اہل کوفہ سے فرمایا:

اہل کوفہ! جو کچھ مشاہدہ کرو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرو اور جو کچھ ہماری زبان سے سنو اسے لوگوں تک پہنچاؤ۔

پھر آپؑ نے اعرابی سے فرمایا: تم اپنا اونٹ بٹھاؤ اور محمل سے تم اور مسلمانوں کی ایک جماعت میت کو باہر برآمد کرے۔

حضرت میثم کا بیان ہے کہ محمل میں سے ایک تابوت لایا گیا اور جب اعرابی نے تابوت کو کھولا تو میت زرد رنگ کے دیباچ کے کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی اور میت پر قیمتی

موتی پڑے ہوئے تھے۔ میت کسی نوخیز اور خوبصورت جوان کی تھی۔ اس نے عورتوں کی طرح سے لمبی زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اعرابی سے فرمایا:

اسے مرے ہوئے کتنے دن گزرے ہیں؟

اعرابی نے کہا: اسے اکتالیس دن ہو چکے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: یہ کیسے مرا تھا؟

اعرابی نے کہا: اس کا خاندان چاہتا ہے کہ آپ اسے زندہ کریں تاکہ یہ خود بتائے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے کیونکہ یہ رات کے وقت خیریت کے ساتھ سویا تھا اور صبح کے وقت یہ اپنے بستر پر قتل ہوا پایا گیا۔ یہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہوا پڑا تھا۔

حضرت نے فرمایا: اس کے قصاص لینے کے خواہش مند کون ہیں؟

اعرابی نے کہا: اس کے پچاس قریبی رشتہ دار اس کا انتقام لینا چاہتے ہیں جب کہ قاتل مشخص نہیں ہے اور لوگ اس کے قتل کا ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں۔

برادر محمد! آپ اسے زندہ کریں تاکہ شک و شبہ کے بادل چھٹ جائیں۔

حضرت نے فرمایا: سنو! اسے اس کے چچا نے قتل کیا ہے کیونکہ اس نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کی تھی۔ پھر کچھ دنوں بعد اس جوان نے ایک اور عورت سے شادی کر لی۔ اس کے چچا نے طیش میں آ کر اسے قتل کیا ہے۔

یہ سن کر سعید بن فضل نے کہا: ہم آپ کے اس فرمان پر اکتفا نہیں کر سکتے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ جوان زندہ ہو کر اپنے خاندان میں جائے اور اپنی زبان سے اپنے قاتل کا اعلان کرے۔ اور اس طرح سے ہماری قوم باہمی جنگ سے بچ جائے گی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور رسول خدا پر درود

پڑھا، پھر آپ نے فرمایا:

اہل کوفہ! بنی اسرائیل کی گائے کا مقام رسول اکرمؐ کے بھائی سے زیادہ نہیں تھا۔ اگر گائے کے گوشت کے ایک ٹکڑے سے سات دن قبل قتل ہونے والا زندہ ہو سکتا ہے تو آج وصی اس مقتول کو اپنے جسم کا ایک حصہ لگائے گا جس سے یہ زندہ ہو جائے گا اور یاد رکھو! میرا جسم گائے کے جسم سے اور میرے وجود کا ٹکڑا گائے کے گوشت کے ٹکڑوں سے کہیں زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

پھر آپؐ نے مردہ کو پاؤں کی ٹھوکر لگائی اور فرمایا: بدرکہ بن خطلہ بن عنان بن بکیر بن قحمر بن سلامہ بن طیب بن اشعث بن احوص بن ذہبلہ بن عمرو بن فضل بن حباب! اللہ کے حکم سے اٹھ بیٹھو۔ خدا نے تجھے زندگی دی ہے۔

حضرت ابو جعفر یثیم تمہارے فرمایا: جیسے ہی حضرتؑ نے مردے کو اٹھنے کا کہا تو وہ جوان اٹھ بیٹھا۔ اس کا چہرہ سورج سے بھی زیادہ حسین تھا۔ اس نے کہا:

لبیک یا ماحی العظام وحجة الله على الانام والمنفرد
بالفضل والانعام لبیک یا علی یا علام

”میں حاضر ہوں اے ہڈیوں کو زندگی دینے والے اور مخلوق پر خدا کی حجت اور فضیلت و انعام میں خدا کی منفرد شخصیت اے علیؑ اے صاحب علم!“

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: نو جوان! تجھے کس نے قتل کیا تھا؟

نو جوان نے کہا: مجھے میرے چچا حریث بن زمعہ بن شکال بن اہم نے قتل کیا

تھا۔

آپؐ نے فرمایا: کیا اب تم اپنے خاندان میں جانا پسند کرو گے؟

نو جوان نے کہا: مولا! مجھے وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرتؑ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے اگر میں وہاں گیا تو

میرا چچا مجھے دوبارہ قتل کر دے گا اور آپؐ وہاں موجود نہیں ہوں گے مجھے وہاں کون زندہ

کرے گا؟

حضرت علی علیہ السلام اس کے ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا: اب تم اکیلے ہی اپنے خاندان کی طرف لوٹ جاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ سب کچھ جا کر اپنی قوم کو بتاؤ۔

اس نے کہا: مولا! اب میں بھی اپنی قوم کی طرف واپس نہیں جاؤں گا۔ میں اور یہ جوان ہم دونوں یہاں آپ کے پاس ہی رہیں گے۔ خدا اس شخص پر لعنت کرے جو حق دیکھنے کے بعد بھی حق سے انحراف کرے۔

چنانچہ وہ جوان اور وہ اعرابی دونوں حضرت کے پاس کوفہ ہی میں ٹھہر گئے اور جب جنگ صفین ہوئی تو دونوں اس میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں دونوں نے شہادت پائی۔ (عیون المعجزات، ص ۲۴)

جلندی سے گفتگو

۱۔ حضرت عمار یا سربیان کرتے ہیں کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ صفین کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں دریائے فرات آیا تو آپ وہاں رک گئے اور ساتھیوں سے فرمایا: کیا تمہیں اس کی گزرگاہ کا پتہ ہے کہ جہاں پانی کم ہو اور ہم وہاں سے گزریں؟

حضرت کے فوجیوں نے کہا: مولا! ہمیں اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

پھر آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: تم اس ٹیلے کی طرف چلے جاؤ اور وہاں آواز دے کر کہو: جلندی! دریا کی گزرگاہ کہاں ہے؟

حضرت کا فوجی اس ٹیلے پر گیا اور اس نے جلندی کے نام کی آواز دی۔ ٹیلے کے نیچے سے بہت سی لہیک کی آوازیں بلند ہوئیں اور ہر ایک نے کہا: میرا نام جلندی ہے۔ آپ کا ساتھی پریشان ہو کر واپس آیا اور کہا: مولا! وہاں تو بہت سے جلندی نام کے

مردے ہیں۔ آپ کسی ایک کو مخصوص کریں تاکہ میں اس سے دریا کی گزرگاہ معلوم کر سکوں۔

آپ نے اس مرتبہ اپنے غلام قنبر کو بھیجا اور فرمایا: قنبر! تم جاؤ اور جلندی بن کر کر کے نام صدا دو اور اس سے پوچھو کہ گزرگاہ کس طرف ہے؟
حضرت قنبر ٹیلے پر گئے اور آواز دے کر کہا: جلندی بن کر کر! ہمیں بتاؤ دریا کا پانی کس جگہ سے کم ہے تاکہ ہم وہاں سے دریا کو عبور کر سکیں۔

اس صدا کے جواب میں صرف ایک آواز بلند ہوئی اور اس نے کہا: تم پر افسوس ہے جو میرا نام جانتا ہے اور جو میرے باپ کا نام جانتا ہے جب کہ مجھے مرے ہوئے تین ہزار سال گزر چکے ہیں اور میری ہڈیاں تک گل سڑ چکی ہیں اور میرا کاسہ سر بھی مٹی ہو چکا ہے تو کیا اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ دریا کی گزرگاہ کہاں ہے؟ تم لوگوں کے دل اندھے ہو چکے ہیں اور تمہارے یقین کمزور ہو چکے ہیں۔ تم اس کی پیروی کرو اور جہاں سے وہ دریا کو عبور کرے تم بھی اس کے پیچھے دریا عبور کرو۔ وہ رسول خدا کے بعد خدا کی نظر میں سب سے زیادہ محترم ہے۔ (فضائل شاذان ص ۱۴۰)

سلمان کی موت کے بعد اس سے گفتگو

حضرت سلمان فارسی کے خادم زاذان نے کہا کہ جب سلمان کی موت واقع ہوئی تو امیر المومنین (بطور معجزہ) مدائن میں تشریف لائے اور جب آپ نے سلمان کو غسل دینے کا ارادہ کیا اور اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو سلمان نے تبسم کیا اور اٹھنے کا ارادہ کیا۔

امیر المومنین نے فرمایا: اپنی موت کی حالت میں لوٹ جاؤ۔

اس کے بعد سلمان مردہ ہو کر لیٹ گئے۔ (بحار الانوار ج ۲۲ ص ۳۸۴)

گناہ گار محبت کا واقعہ جسے آگ نہ جلا سکی

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ! میرا المؤمنین علیہ السلام دار القضاء میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا: مولا! میرا نام صفوان بن اکحل ہے اور میں آپ کا شیعہ ہوں اور مجھ پر گناہوں کا بوجھ ہے۔ آپ مجھے میرے گناہوں سے پاک کریں تاکہ آخرت کے عذاب سے محفوظ رہ سکوں۔

آپؐ نے فرمایا: اپنے سب سے بڑے گناہ کے متعلق مجھے بتاؤ۔

اس نے کہا: مولا! میں لڑکوں سے لواطت کرتا رہا ہوں۔

حضرتؐ نے فرمایا: اس کے لیے تین سزاؤں میں سے کسی ایک سزا کا انتخاب کرو۔

۱۔ اگر چاہو تو میں تجھے ذوالفقار سے قتل کر دوں۔

۲۔ اگر چاہو تو تم پر ایک دیوار گرا کر تجھے تیرے گناہ سے پاک کر دوں۔

۳۔ اگر چاہو تو پھر لکڑیوں کے ڈھیر میں تجھے بٹھا کر لکڑیوں کو آگ لگا دوں تاکہ

تم اس میں جل جاؤ کیونکہ تو نے جو فعل کیا ہے اس کی ان تین میں سے ایک سزا ہے۔

اس شخص نے کہا: مولا! ان میں سے آگ میں جل کر مرنا زیادہ مشکل ہے اور

میں اس مشکل سزا کو ہی اپنے لیے منتخب کرتا ہوں۔

حضرتؐ نے فرمایا: عمار! ایک ہزار لکڑیاں جمع کرو اور کل ان شاء اللہ میں اسے

آگ میں جلاؤں گا۔

پھر آپؐ نے اس گناہ گار شخص سے فرمایا: تم اس وقت چلے جاؤ اور تمہیں جو

وصیتیں کرنی مقصود ہوں وہ وصیتیں کر لو اور کل میرے پاس آ جانا، میں تجھے سزا کے ذریعہ

سے گناہوں سے پاک کر دوں گا۔

وہ شخص اپنے گھر کو چلا گیا اور اس نے اپنی وصیتیں، نصیحتیں کیں اور اس نے اپنا

مال اپنی اولاد میں شریعت کے مطابق تقسیم کیا۔ پھر دوسرے دن نماز فجر کے وقت وہ شخص واپس آ گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے عمار سے فرمایا کہ تم شہر کوفہ میں ندا دو کہ لوگو! آؤ اور آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ علیؑ اپنے ایک گناہ گار شیعہ کو کس طرح سے آگ میں جلاتا ہے۔ جب اہل کوفہ نے یہ اعلان سنا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے تو یہ سنا تھا کہ علیؑ کے شیعوں اور محبوں کو آگ نہیں جلاتی اور یہ بھی شیعہ ہے۔ پتہ نہیں اسے آگ کیسے جلانے کی!!

حضرت عمار کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس شخص کو بٹھایا اور اس پر ایک ہزار لکڑیاں چن دیں اور اس کے ہاتھ میں چھماق کی لکڑی پکڑوا کر فرمایا: اب تم اس سے آگ خود ہی روشن کرو اور اگر تو علیؑ کا شیعہ اور اس کا محب ہوگا تو آگ تجھے نہیں جلانے گی اور اگر تو علیؑ کا مخالف ہوگا تو آگ تجھے جلا کر خاکستر بنادے گی اور تیری ہڈیوں تک کو جلا دے گی۔

اس شخص نے آگ جلائی اور آگ کی وجہ سے اس پر پڑی ہوئی تمام لکڑیاں جل کر خاکستر ہو گئیں جب کہ اس شخص کے کپڑوں تک کو آگ سے کوئی نقصان نہ پہنچا اور وہ اس آگ سے صحیح و سلامت باہر آیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والوں نے جھوٹ کہا اور وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے سخت خسارے کا سودا کیا۔ میں ہی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والا ہوں۔ رسول خداؐ نے کئی بار مجھ سے یہ جملہ فرمائے تھے:

عمار بن تغلبہ نے کیا خوب کہا تھا:

علی جہ جنة

قسم النار والجنة

وصی المصطفیٰ حقاً

امام الانس والجنة

علیٰ کی محبت ڈھال ہے۔ علیٰ جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والا ہے۔ وہ محمد مصطفیٰ کا برحق وصی ہے اور وہ انسانوں اور جنات کا امام ہے۔ (عیون المعجزات، ص ۲۹)

ایک کتے کا ناصبی کو زخمی کرنا

۱- حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز فجر پڑھی اور نماز کے بعد آنحضرتؐ نے ہماری طرف رخ کیا اور ہم سے باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں ایک انصاری آیا اور اس نے کہا:

یا رسول اللہ! میں نماز فجر پڑھنے کے لیے گھر سے آ رہا تھا کہ فلاں یہودی کے کتے نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے کپڑے پھاڑ دیئے اور میری پنڈلی کو زخمی کر دیا جس کی وجہ سے میں آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے سے محروم ہو گیا۔

دوسرا دن ہوا تو ایک اور صحابی آیا اور اس نے بھی آنحضرتؐ سے اسی یہودی کے کتے کی شکایت کی اور کہا کہ اس کے کتے نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے کپڑے پھاڑ دیئے اور میری پنڈلی زخمی کر دی جس کی وجہ سے میں آپؐ کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کتا باؤلا ہو گیا ہے اور باؤلے کتے کو مارنا واجب ہے۔

یہ سن کر رسول خداؐ اس یہودی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑے جب آپؐ وہاں پہنچے تو انسؓ نے اس کے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ رسول خداؐ تیرے دروازہ پر آئے ہیں۔

یہودی نے فوراً دروازہ کھولا اور آنحضرتؐ سے کہا:

ابوالقاسم! اگر آپؐ کو میری ضرورت تھی تو کسی کو بھیج کر مجھے طلب کر لیا ہوتا۔ آپؐ

نے خود آنے کی زحمت کیوں کی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیرا کتا باؤ لا ہو چکا ہے اور اس نے میرے دوستیوں کو زخمی کیا ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ باؤ لے کتے کو مارنا ضروری ہوتا ہے۔ لہذا تم اپنے کتے کو یہاں لے آؤ تا کہ اسے مارا جاسکے۔

یہودی اپنے گھر گیا۔ کچھ دیر بعد کتے کے گلے میں رسی ڈالے ہوئے لے آیا۔ جب کتے نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی قوت عطا کر دی اور اس نے فصیح عربی زبان میں رسولؐ خدا پر سلام کیا اور کہا یا رسولؐ اللہ! آپ یہاں کیوں تشریف لائے اور آپ مجھے کیوں قتل کرانا چاہتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے میرے فلاں فلاں صحابہ کے کپڑے پھاڑے اور تو نے ان کی پنڈلیوں کو زخمی کیا ہے۔

کتے نے کہا: یا رسولؐ اللہ! جن افراد کا آپ نے نام لیا ہے وہ دونوں منافق ہیں اور وہ دونوں آپ کے ابن عم علی بن ابی طالبؓ سے دشمنی رکھتے ہیں اور وہ جب یہاں سے گزرتے تھے تو وہ ان کی تنقیص کرتے ہوئے گزرتے تھے اسی لیے مجھے ان پر غصہ آ گیا اور میں نے ان پر حملہ کر کے انھیں زخمی کر دیا۔

جب نبی اکرمؐ نے کتے کی یہ گفتگو سنی تو آپؐ نے اس کے مالک سے فرمایا: اس کتے سے اچھا سلوک کرنا۔ پھر آپؐ واپس ہونے لگے تو یہودی آپؐ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا: یا رسولؐ اللہ! میں کتے سے گرا ہوا تو نہیں ہوں۔ میرا کتا آپؐ کو رسولؐ کہتا ہے تو میں آپؐ کا انکار کیوں کروں! لہذا میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اور اللہ کی توحید اور آپؐ کی رسالت اور آپؐ کے ابن عم علیؓ کی ولایت کی گواہی دیتا ہوں۔ اس کے بعد یہودی اپنے پورے کنبے سمیت مسلمان ہو گیا۔ (الروضۃ فی الفہائل، ص ۳۷)

سوسمار کا گواہی دینا

۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ ایک دن دس یہودی آنحضرتؐ کے پاس بحث و مباحثہ کے لیے آئے۔ ابھی انہوں نے اپنی بحث کا آغاز نہیں کیا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے ایک گٹھڑی سی اپنے عصا کے ساتھ باندھ رکھی تھی اور اس نے عصا اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔

رسولؐ خدا نے اس سے فرمایا:

اعرابی! یہ یہودی تجھ سے پہلے آئے ہیں لہذا انھیں باتیں کر لینے دو۔ اس کے بعد تمہیں جو کچھ کہنا ہو کہہ لینا۔

اعرابی نے کہا: میں ایک مسافر ہوں اور مجھے کہیں دُور جانا ہے اور ویسے بھی یہ لوگ اہل کتاب ہیں اور بہت ممکن ہے کہ یہ لوگ آپؐ کی باتوں پر ایمان لے آئیں لیکن میں آپؐ کی خالی باتوں پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ میں تو واضح معجزہ دیکھ کر ہی آپؐ کی نبوت کو تسلیم کروں گا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: آخر تو کون سا معجزہ دیکھنا چاہتا ہے؟

اعرابی نے کہا: میں نے مشکل سے ایک سوسمار پکڑی ہے اور وہ اس وقت میرے کپڑے میں بند ہے اگر یہ سوسمار آپؐ کی نبوت کی گواہی دے دے تو میں بھی آپؐ کو نبی مان لوں گا۔

اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اعرابی! تمہیں جو کچھ بھی کہنا سننا ہو وہ علیؑ سے ہی کہہ سن لو کیونکہ علیؑ بہت زیادہ علم کا مالک ہے اور میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور جسے بھی علم و حکمت کی ضرورت ہو وہ میرے دروازے پر آئے۔

پھر آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا:

بندگانِ خدا! جس نے آدمؑ کو جلالت میں، شیثؑ کو حکمت میں، اور یسؑ کو جلال میں، نوحؑ کو شکر میں، ابراہیمؑ کو وفا اور خلعت میں، موسیٰؑ کو اعدائے خدا کی عداوت اور عیسیٰؑ کو محبانِ الہی کی محبت میں دیکھنا ہو تو وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کو دیکھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سن کر مومنین کے ایمان اور منافقین کے حسد اور نفاق میں اضافہ ہوا۔

اعرابی نے کہا: آپؐ نے اپنے ابنِ عم کی تعریف و توصیف کی۔ میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ اس کی عزت آپؐ کی عزت ہے اور اس کی فضیلت آپؐ کی فضیلت ہے لیکن میرا مطالبہ یہی ہے کہ جب تک میری سوسمار آپؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی نہ دے گی اس وقت تک میں آپؐ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: تو اپنی سوسمار کو تھیلے سے باہر نکال اور پھر اس سے گواہی طلب کر۔

اعرابی نے کہا: میں نے اسے مشکل سے قابو کیا ہے اگر میں نے اسے تھیلے سے باہر نکالا تو یہ بھاگ جائے گی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ کہیں نہیں جائے گی البتہ اگر اس نے اللہ کی توحید اور میری نبوت کی گواہی دے دی تو پھر اسے آزاد کر دینا۔

اعرابی نے تھیلے کو کھولا اور اس میں سے سوسمار باہر نکلی۔ وہ باہر نکل کر رُک گئی اور رسولؐ خدا کے سامنے اپنے رخساروں کو زمین پر ملنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی قوت عطا کی اور اس نے فصیح عربی زبان میں کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان

محمد عبده ورسوله وصفیه وسید المرسلین وافضل

الخلق اجمعین وخاتم النبیین واشھد ان احاک علی بن

ابی طالب علی الوصف الذی وصفته وبالفضل الذی

ذکرته وان اولیائہ فی الجنان مکرمون وان اعدائہ فی
النار خالدون

”میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ واحد
لاشریک ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے عبد اور اس کے
رسول ہیں اور اس کے چُنے ہوئے بندے اور انبیاء کے سردار اور
تمام مخلوقات سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں اور میں گواہی دیتی
ہوں کہ علی بن ابی طالب آپ کے بھائی ہیں اور وہ ان تمام
اوصاف و فضائل کے مالک ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے اور ان
کے دوست جنت میں محترم حیثیت سے جائیں گے اور ان کے دشمن
ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

جب اعرابی نے اپنی سوسمار کی زبانی یہ گواہی سنی تو اس نے کہا: میں بھی اسی کی
گواہی دیتا ہوں جس کی اس سوسمار نے گواہی دی ہے۔

اس سے بڑھ کر حق و صداقت کی اور کیا گواہی ہو سکتی ہے۔ پھر اس نے یہودیوں
کی طرف دیکھ کر کہا:

تم پر افسوس! اب اس کے بعد تمہیں کسی اور نشانی کی کیا ضرورت ہے۔ تم لوگ
ایمان قبول کر لو ورنہ تم سب ہلاک ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد تمام یہودی بھی ایمان لے آئے اور انہوں نے کہا: اعرابی! تیری
سوسمار تو بڑی برکت والی تھی۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص ۴۹۶-۵۰۰)

ایک بھیڑیے کا حضرتؑ پر سلام کرنا

۱۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ کے قریب سرزمین عقیق سے گزر رہا تھا کہ ایک

بھیڑ یا نمودار ہوا اور وہ دوڑتا ہوا امیر المومنینؑ کے سامنے آیا اور حضرتؑ کے پاؤں کو اپنی زبان سے چاٹنے لگا۔

امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا: حکم خداوندی سے کلام کر۔
اللہ تعالیٰ نے بھیڑیے کو بولنے کی قوت عطا فرمائی اور اس نے کہا: السلام علیک یا امیر المومنین! (مناقب ابن شہر آشوب)

ایک شیر کا حضرتؑ پر سلام کرنا

۱۔ جویریہ بن مسہر کا بیان ہے کہ میں امیر المومنینؑ کے ساتھ بابل کی طرف جا رہا تھا۔ جب ہم جنگل میں پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ایک شیر راستے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے بچے بھی اس کے ساتھ تھے۔ میرا گھوڑا شیر کو دیکھ کر بدکنے لگا: امیر المومنینؑ نے مجھ سے فرمایا:

جویریہ بن مسہر! چلتے رہو اور اس کی فکر نہ کرو۔ پھر آپؑ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اخَذَ بِهَا صَبْطَهَا (اللہ ہر جاندار کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے) پھر شیر دم ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے کہا:

رسول خدا کے ابن عم اور امیر المومنینؑ! آپؑ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔
حضرتؑ نے فرمایا: ابو الحارث! تم پر بھی سلام ہو۔ یہ بتاؤ کہ تمہاری تسبیح کیا ہے؟
شیر نے کہا: میں یہ کہتا ہوں:

سبحان من النبی المہابة وقذف فی قلوب عبادہ منی
المخافة -

پاک ہے وہ ذات جس نے مجھے ہیبت کا لباس پہنایا اور اپنے بندوں کے دلوں میں میرا خوف پیدا کیا۔ (مناقب آل ابی طالبؑ)

ج ۲ ص ۳۰۴

ایک اور شیر کی حضرت سے گفتگو

منقذ بن انقح کا تعلق امیر المومنین کے خواص سے تھا۔ اس نے کہا: پندرہ شعبان کی شب میں امیر المومنین کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ ہوا جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو امیر المومنین خچر سے اترے اور کچھ دُور چلے گئے۔ میں نے محسوس کیا کہ خچر گھبرا رہا ہے اور خوف کی علامت کے طور پر اپنے دونوں کان کھڑے کر رہا ہے۔

اتنے میں میرے آقا و مولا بھی آ گئے۔ آپ نے خچر کے اضطراب کو ملاحظہ کیا اور مجھ سے فرمایا:

اسدی کیا بات ہے اور خچر پریشان کیوں ہو رہا ہے؟
میں نے کہا: مولا! مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔

پھر آپ نے صحرا کی طرف دیکھا تو آپ کو شیر دکھائی دیا۔ آپ نے فرمایا:
رب کعبہ کی قسم! ایک درندہ آیا ہے۔ پھر آپ تلوار حائل کر کے اس کی طرف بڑھے اور آپ نے اسے آواز دی۔ آپ کی آواز سن کر شیر رک گیا اور اپنی دم ہلانے لگا۔

یہ منظر دیکھ کر خچر بھی پرسکون ہو گیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا: تجھے یہاں آنے کی ہمت کیسے ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ میں خدا کا مقرر کردہ شیر ہوں اور میں ہی حیدر ہوں؟
پھر آپ نے کہا: پروردگار! اسے بولنے کی قوت عطا فرما۔

آپ کی دعا کے الفاظ جیسے ہی تمام ہوئے تو شیر بولنے لگ گیا اور اس نے کہا:
امیر المومنین، خیر الوصیین اور علم انبیاء کے وارث! آپ پر سلام ہو۔ میں سات دنوں سے بھوکا ہوں اور ان ایام میں مجھے کوئی شکار نہیں ملا۔ میں نے دوفرخ کی مسافت سے آپ کو دیکھا تو چلا آیا کہ دیکھوں کیا یہ میرا شکار تو نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جنگل کا شیر اچھی طرح سے سن لے! میں گیارہ شیروں کا والد ہوں۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کی کمر کے بال پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تو شیر آپؑ کے قدموں پر گر پڑا۔ آپؑ نے اس کے جسم پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ شیر نے کہا: مولا! میں سخت بھوکا ہوں۔

امامؑ نے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا: پروردگار محمد و آلِ محمد کے صدقہ میں اسے رزق عطا فرما۔

پھر آپؑ نے دیکھا تو شیر ایک بکری کو کھا رہا تھا اور جب وہ کھا چکا تو اس نے آپؑ سے کہا: امیر المومنین! ہم درندے آپؑ اور آپؑ کی عترت سے محبت رکھنے والوں کو نہیں کھاتے۔ ہم آپؑ سے اور آپؑ کے خاندان سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر حضرتؑ نے اس سے پوچھا: تو کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ شیر نے کہا: مولا! خدا نے مجھے آپؑ کے دشمنوں یعنی اہلِ شام پر مسلط کیا ہے۔ ہم ان کا شکار کرتے ہیں اور ہم دریائے نیل کے کنارے رہائش پذیر ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: پھر تو کوفہ کے اطراف میں کیوں آیا ہے؟

شیر نے کہا: میرے یہاں آنے کے دو مقاصد ہیں: پہلا مقصد تو آپؑ کی زیارت سے مشرف ہونا تھا اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ میں آج رات قادسیہ جاؤں گا۔ وہاں پر آپؑ کا ایک دشمن رہتا ہے جس کا نام مالک بن سنان بن وائل ہے اور وہ جنگِ صفین میں آپؑ کی تلوار سے فوج گیا تھا۔ میں ان شاء اللہ آج رات اس پر حملہ کر کے اسے اپنا لقمہ بناؤں گا۔ یہ کہہ کر شیر وہاں سے چلا گیا۔

منقذ بن ابیہق کہتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر متعجب ہوا۔ امیر المومنینؑ نے میرے تعجب کو بھانپ لیا اور مجھ سے فرمایا:

تعجب کیوں کرتے ہو؟ کیا اس کا مجھ سے کلام کرنا سورج کے لوٹنے، کھوپڑی کے کلام کرنے اور چشمہ جاری ہونے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ اگر میں اللہ کی عطا کردہ

قوت و نصرت سے لوگوں کو معجزات دکھانا شروع کر دوں تو مجھے خوف ہے کہ لوگ اسلام کے دامن کو ہی نہ چھوڑ دیں۔

پھر آپؐ نے وہ ساری رات عبادتِ الہی میں بسر کی اور جب صبح ہوئی تو میں حضرتؑ کی اجازت سے قادیہ گیا وہاں لوگ چیخ رہے تھے کہ آج رات مالک بن سنان کو ایک درندے نے اس کے گھر میں پھاڑ کھایا ہے اور جب میں جائے وقوعہ پر گیا تو صرف اس کی کھوپڑی اور انگلیوں کے چند پور بچے ہوئے تھے۔ اس کے تمام جسم کو شیر کھا گیا تھا۔

میں نے لوگوں کو امیر المومنینؑ اور شیر کی گفتگو سنائی تو لوگ حضرتؑ کے قدموں سے مس شدہ مٹی اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگانے لگے۔

جب امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کی اس عقیدت کو دیکھا تو فرمایا:

لوگو! سن لو! ہمارا محب دوزخ میں نہیں جائے گا اور ہمارا دشمن جنت میں نہیں جائے گا۔ میں ہی جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والا ہوں۔ دائیں ہاتھ والے میرے محب ہوں گے اور بائیں ہاتھ والے میرے دشمن ہوں گے اور میں قیامت کے دن دوزخ کے کنارے پل صراط پر کھڑا ہو کر دوزخ سے کہوں گا: یہ میرا ہے اور یہ تیرا ہے۔ اسے پکڑ لے اور میرے شیعہ پل صراط سے بجلی کے کوندے رعد کی کڑک تیز پرندے اور تیز رفتار گھوڑے کی رفتار سے گزریں گے۔

لوگوں نے یہ سن کر کہا: اس ذات کی حمد ہے جس نے آپؐ کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ (الفہائل شاذان ص ۱۷۰-۱۷۲)

جنات سے ایک یہودی کا مال واپس کرانا

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ میں رہائش پذیر تھے تو آپ کا دستور تھا کہ آپ شہر کوفہ کی سڑکوں اور گلیوں میں پھرتے تھے

تاکہ لوگوں کی موقع پر ہی دادرسی کی جاسکے۔ ایک دن آپ شہر کوفہ میں پھر رہے تھے کہ آپ نے ایک یہودی کو دیکھا جس نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا:

لوگو! تم کیسے لوگ ہو؟ تم نے جاہلیت کے اطوار کو پکڑ رکھا ہے۔ تمہارے راستے محفوظ نہیں ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اسے بلایا اور اس سے اس کا واقعہ دریافت کیا۔ اس نے کہا:

امیر المومنین! میں ایک یہودی تاجر ہوں۔ میں مالی تجارت لے کر سبابط مدائن سے روانہ ہوا۔ میرے پاس ساٹھ گدھے تھے جن پر سامان تجارت لدا ہوا تھا اور جب میں فلاں مقام پر پہنچا تو میرے سارے گدھے گم ہو گئے۔ خدا جانے انھیں زمین نگل گئی یا آسمان نے اُچک لیا۔

امیر المومنین نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: مت گھبراؤ۔ خدا نے چاہا تو تمہاری کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔

پھر آپؐ نے قنبر کو حکم دیا کہ وہ گھوڑے پر زین رکھے اور جب قنبر گھوڑا لایا تو آپؐ نے قنبر اور اصبح بن نباتہ سے فرمایا تم اس یہودی کا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے آگے روانہ ہو۔

بیٹھ جاؤ اور جب تک میں تمہیں باہر آنے کے لیے نہ کہوں اس وقت تک اس دائرہ ہی میں رہو۔ اگر تم میں سے کوئی باہر آیا تو جنات اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔

پھر آپؐ نے وہیں صحرائیں آواز دی:

حارث بن سید کی اولاد اے گروہ جنات! اگر تم نے اس کے گدھے سامان سمیت واپس نہ کیے تو ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہو جائے گا اور میں اپنی تلوار سے تم پر ایسا حملہ کروں گا کہ تم حق کو ماننے پر مجبور ہو جاؤ گے۔

حضرتؐ کے اس اعلان کے بعد آوازیں بلند ہوئیں کہ ہم اللہ رسولؐ اور اس کے وحی کے معاہدوں کے پابند ہیں۔

پھر ساٹھ گدھے نمودار ہوئے جن پر یہودی کا سامان لدا ہوا تھا اور اس سامان میں کوئی کمی نہیں کی گئی تھی۔ اس کے بعد حضرتؐ نے تینوں کو دائرہ سے باہر آنے کا حکم دیا اور آپؐ نے سامان سے لدے ہوئے گدھے یہودی کے سپرد کیے۔

جب آپؐ کو فہ پہنچے تو یہودی نے آپؐ سے کہا: تورات میں محمد مصطفیٰؐ اور آپؐ اور آپؐ کے فرزندوں کے کیا نام مذکور ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: کچھ حاصل کرنے کے لیے پوچھو، ضد کی غرض سے نہ پوچھو۔ تورات میں محمد مصطفیٰؐ کا نام ”طاب طاب“ میرا نام ”ایلیاہ“ اور میرے فرزندوں کا نام ”شبیرو شبیر“ ہے۔

اس وقت یہودی نے بے ساختہ کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ وانک وصیہ من بعدہ وان ماجاء بہ وجنت بہ حق۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد لا شریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰؐ اللہ کے عبد اور اس

کے رسول ہیں اور آپؐ ان کے بعد ان کے وصی ہیں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اور جو کچھ آپؐ لائے ہیں وہ حق ہے۔ (الناقب فی المناقب ص ۲۶۹)

سرکش جانوروں کا رام کرنا

اصح بن نباتہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ حضرت عمر کے عہد حکومت میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرا ذریعہ معاش مویشی پال کر بیچنا ہے اور میں نے اس وقت بہت سے مویشی پال رکھے ہیں لیکن وہ مجھے قریب نہیں آنے دیتے۔ آپؐ ہی مجھے اس کا کوئی حل بتائیں۔

حضرت عمر نے کہا: تم اللہ سے دعا مانگو وہ انھیں تمہارے لیے مطیع و مسخر بنائے۔ اس شخص نے کہا: میں نے بہت دعائیں مانگی ہیں لیکن اس کے باوجود میں جس بھی جانور کے قریب جاتا ہوں تو وہ مجھ پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر نے اسے ایک رقعہ لکھ دیا جس میں انہوں نے تحریر کیا:

من عمر امیر المومنین الی مرۃ الجن والشیاطین ان
یذللو اھذہ المواشی

امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے سرکش جنات اور شیاطین کے نام کہ وہ ان جانوروں کو رام کر دیں۔

وہ شخص رقعہ لے کر اپنے وطن آذر بائی جان کو چلا گیا جب کہ مجھے اس بے چارے پر بڑا ترس آیا۔ میں نے حضرت علیؓ سے ملاقات کی اور انھیں یہ واقعہ گوش گزار کیا۔

آپؐ نے فرمایا: وہ شخص ناکام ہو کر واپس آئے گا۔

میں (عبداللہ بن عباس) نے پورا سال اس شخص کا انتظار کیا اور اہل جبال میں

سے جو کوئی بھی مدینہ آتا تو میں اس سے اس شخص کے متعلق دریافت کرتا تھا۔ الغرض پورے ایک سال کے بعد وہ شخص مدینہ آیا اور اس کی پیشانی پر داغ تھے اور ایک زخم جو کہ مندل ہو چکا تھا وہ اتنا گہرا تھا کہ اس میں ایک ہاتھ جاسکتا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو تیزی کے ساتھ اس کے پاس گیا اور اس سے اس کے حالات دریافت کیے۔

اس نے کہا: میں جیسے ہی یہاں سے رقعہ لے کر گیا تو میں نے وہاں جا کر باڑے کی ایک جگہ پر وہ رقعہ لٹکایا۔ بس رقعہ لٹکانے کی دیر تھی کہ تمام جانوروں سے تڑوا کر مجھ پر حملہ آور ہو گئے۔ میں اکیلا غریب کہاں تک جانوروں سے اپنا دفاع کر سکتا تھا۔ آخر کار میں گر پڑا۔ جانوروں نے مجھے ٹکریں ماریں اور ایک نے مجھے سینگ مارا تو میں نے خیال کیا کہ اب میں مر ہی جاؤں گا۔

-- میری چینی سن کر میرا ایک بھائی آیا جس نے بعد مشکل مجھے ان جانوروں سے نجات دلائی۔ پھر میں اپنی دوا کرتا رہا اور اب سال بعد تندرستی ملی تو میں یہاں آ گیا۔ میں نے کہا کہ اب تم خلیفہ کے پاس جاؤ اور انھیں حالات سے مطلع کرو۔ الغرض وہ شخص خلیفہ کے پاس گیا اور انھیں ان کے رقعہ کے نتائج سے آگاہ کیا اور بتایا کہ شاید زندگی باقی تھی کہ میں بچ گیا ورنہ میرا بچنا تک محال تھا۔

بعد ازاں میں اسے لے کر حضرت علیؑ کے پاس گیا۔ حضرتؑ نے جیسے ہی اسے دیکھا تو مسکرا دیے اور مجھ سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ وہ ناکام لوٹے گا۔ پھر آپؑ نے اس شخص سے کہا: اب جب تم جاؤ تو اپنے باڑے کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھو:

اللهم انی اتوجه الیک بنبیک نبی الرحمة و اهل بیتہ
الذین اخترتهم علی العالمین اللهم فذل لی صعوبتها
وحزانتها و اکفنی شرها فانک الکافی المعانی والغالب
القاهر

وہ شخص واپس چلا گیا اور ایک سال بعد واپس آیا اور اس کے پاس بہت سی رقم بھی ساتھ تھی۔ اس نے وہ رقم حضرت امیر المومنین کی خدمت میں نذر کی۔
 امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا: تو مجھے بتائے گا یا میں تجھے تیرے حالات بتاؤں؟

اس شخص نے کہا: مولا! آپ کی زبانی سنا مجھے زیادہ پسند ہے۔
 آپؑ نے فرمایا: جب تو واپس گیا اور تو نے باڑے پر یہ دعا پڑھی تو تمام جانور تیرے لیے مطیع اور رام ہو گئے، تو نے یکے بعد دیگرے تمام جانوروں کی پیشانی اور پشت پر ہاتھ پھیرے۔
 اس شخص نے کہا: مولا! یوں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپؑ میرے ساتھ موجود تھے۔ میں نے ان جانوروں کو مناسب قیمت پر فروخت کیا ہے اور اس میں سے کچھ حصہ بطور نذرانہ آپؑ کے حضور پیش کرتا ہوں۔
 اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے رزق و مال میں برکت ڈالی اور وہ ہر سال حج پہ جایا کرتا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
 جس شخص کو مال و اہل اولاد یا کسی سرکش حاکم کی سرکشی کا خوف ہو تو وہ یہ دعا پڑھے۔ ان شاء اللہ اس کے تمام خوف و خطرات دور ہو جائیں گے۔ (الخصائص، ص ۴۸)

آپؑ کی بددعا سے انسان کتابن گیا

سید رضیؒ ”خصائص“ میں لکھتے ہیں کہ حضرتؑ کے پاس دو شخص فیصلہ کے لیے آئے۔ ان میں ایک خارجی تھا۔ حضرتؑ نے دونوں کے بیانات سنے اور آپؑ نے خارجی کے خلاف فیصلہ کیا۔

خارجی نے گستاخی کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! آپؑ نے انصاف سے فیصلہ

نہیں کیا اور آپؐ نے عدل کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا اور آپؐ کا یہ فیصلہ خدا کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:
”احساء یا کلب“۔ کتا یہاں سے دفع ہو جا۔

اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ وہ شخص فوراً مسخ ہو کر سیاہ کتا بن گیا اور اس کے جسم کے کپڑے اس کے بدن سے جدا ہو کر اڑنے لگ گئے۔ وہ امیر المومنینؑ کے سامنے دم ہلانے لگ گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس کی یہ عاجزانہ حالت دیکھ کر حضرتؑ کو اس پر رحم آ گیا۔ پھر آپؐ نے کچھ الفاظ کہے جو لوگوں کی سمجھ سے بالا تھے۔ اس کے بعد وہ شخص دوبارہ انسانی شکل میں آ گیا اور اس کے کپڑے بھی ہو اسے واپس آ گئے۔

پھر اہل مسجد نے اسے دیکھا کہ وہ لرزتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ مسجد سے نکل گیا۔ جب اہل مسجد نے یہ منظر دیکھا تو سب کے سب مبہوت ہو گئے۔ حضرتؑ نے ان سے فرمایا: تم تعجب سے کیوں دیکھ رہے ہو؟

حاضرین نے کہا: مولانا! اس واقعہ پر ہم تعجب نہ کریں تو اور کیا کریں؟
آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے وصی آصف بن برخیا نے چشم زدن میں تخت بلیقیس نہیں منگوا یا تھا۔
اب تم لوگ خود ہی فیصلہ کر کے بتاؤ کہ حضرت سلیمانؑ اللہ کی نظر میں زیادہ محترم تھے یا تمہارے رسولؐ زیادہ محترم ہیں؟

حاضرین نے کہا: ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلیمان علیہ السلام سے زیادہ محترم ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: جب تمہارا رسول حضرت سلیمانؑ سے زیادہ محترم ہے تو پھر تمہارے رسول کا وصی بھی حضرت سلیمان کے وصی آصف سے زیادہ محترم ہے۔ آصف

کے پاس اللہ کا صرف ایک اسم اعظم تھا۔ انہوں نے اس اسم اعظم کے ذریعہ اللہ سے دعا کی تھی تو اللہ نے ان کے لیے زمین کو پست کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے بلقیس کا تخت چشم زدن میں اٹھا کر حضرت سلیمان کے سامنے رکھ دیا تھا۔ جب کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے بہتر (۷۲) اسم اعظم ہیں۔ اللہ کے کل بہتر اسم اعظم ہیں اور اس نے ہمیں بہتر اسم اعظم کا علم دیا ہے اور ایک اسم اعظم کا علم اس نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے اور مخلوق میں سے اس نے کسی کو اس سے آگاہی نہیں دی۔

جب آپؐ کے ساتھیوں نے یہ جملے سنے تو انہوں نے چیخ کر کہا کہ مولا! جب آپؐ کے پاس اسمائے اعظم کی اتنی بڑی قوت موجود ہے تو پھر روحانی قوت سے معاویہ کو تباہ کیوں نہیں کر دیتے اور آپؐ اس پر فوج کشی کیوں کر رہے ہیں اور لوگوں کو جنگ میں شرکت کی دعوت کیوں دے رہے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا:

بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعملون
بلکہ وہ محترم بندے ہیں جو قول میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ
اس کے فرمان پر عمل کرتے ہیں۔

میں لوگوں کو اس لیے دعوت دے رہا ہوں تاکہ حجت قائم ہو جائے اور اگر مجھے روحانی قوت کے استعمال کی قدرت کی طرف سے اجازت مل جاتی تو میں ذرہ برابر تاخیر نہ کرتا لیکن اس ذریعہ سے اللہ اپنے بندوں کے اخلاص کا امتحان لینا چاہتا ہے۔
(الخصائص، ص ۴۶-۴۷)

حدیث طبر

۱۔ حسن بھری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے حجاج بن یوسف کے دربار میں جانا پڑا تو اس نے مجھ سے کہا:

حسن! تو اب تو اب علی بن طالبؑ کے متعلق کیا نظریہ رکھتا ہے؟
میں نے کہا: ان کے کن حالات کے متعلق تو پوچھنا چاہتا ہے؟
حجاج نے کہا: بتاؤ کیا علیؑ جنتی ہے یا.....

میں نے کہا: ابھی تک میں نہ تو جنت میں گیا ہوں کہ اہل جنت کے متعلق تجھے بتاؤں اور نہ ہی دوزخ میں گیا ہوں کہ تجھے اہل نار کے متعلق بتاؤں۔ البتہ میں انھیں اہل جنت میں سے سمجھتا ہوں کیونکہ علیؑ سب سے پہلے خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے تھے وہ حسنینؑ کے والد اور فاطمہؑ زہراء کے شوہر تھے اور انہوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ مل کر اسلام کو تحفظ فراہم کیا۔ اور انہوں نے ہر مقام پر رسول اکرمؐ کی مدد کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی فضیلت میں بہت سی آیات نازل کی ہیں۔

حجاج نے کہا: تجھ پر افسوس! علیؑ نے جمل وصفین میں بہت سے لوگوں کو ناحق قتل کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بھی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ علیؑ کا تعلق اہل جنت سے نہیں ہے۔

اس وقت انس بن مالک بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ غضب ناک ہو کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

حجاج! تو نے مجھے بولنے پر مجبور کر دیا ہے اور تو نے مجھے غصہ دلایا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسولؐ خدا تین دن سے حالتِ فاقہ میں تھے۔ آپؐ نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو بھیجا کہ وہ آنحضرتؐ کے لیے ایک بھنا ہوا پرندہ لے کر آئے اور اس کے ساتھ سفید روٹی بھی جنت سے لائے جس سے دھواں اُٹھ رہا تھا اور جبریلؑ امینؑ نے آنحضرتؐ سے کہا:

محمدؐ! آپؐ کا پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے کہ یہ میری طرف سے تمہارے لیے ہدیہ ہے اس سے اپنی بھوک دور کرو۔

رسولؐ خدا نے اس پرندے اور روٹی کو دیکھا پھر آپؐ نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا:

پروردگار! جو تیری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یہاں میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ مل کر اس پرندہ کا گوشت کھائے۔ آنحضرتؐ کی دعا ختم ہوئی اور فوراً علیؑ آئے۔ انہوں نے دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا اور ان سے کہا کہ آنحضرتؐ مشغول ہیں اس وقت تم سے نہیں مل سکتے۔

حضرت علیؑ یہ سن کر واپس چلے گئے۔ رسول اکرمؐ نے دوسری بار پھر وہی دعا کی اور دعا کے اختتام پر علیؑ دوبارہ آ گئے۔ میں نے دوسری بار انہیں وہاں سے رخصت کیا۔

پھر رسولؐ خدا نے تیسری بار یہی دعا کی اور علیؑ پھر حاضر ہوئے اور انہوں نے دستک دی اور زور سے کہا: انس! میں تیسری بار آ رہا ہوں اور تو ہر وقت مجھے واپس بھیج رہا ہے۔ رسول اکرمؐ نے ان کی آواز سنی تو مجھ سے فرمایا: کون آیا ہے؟ میں نے کہا: علیؑ آئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے یہاں آنے دو۔

جب علیؑ رسولؐ خدا کے پاس گئے تو رسولؐ خدا نے فرمایا: تم اب تک کہاں تھے میں نے تو تین بار خدا سے دعا مانگی ہے کہ وہ اپنے محبوب ترین بندے کو یہاں بھیجے جو میرے ساتھ مل کر اس پرندے کا گوشت تناول کرے۔

حضرت علیؑ نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو اس سے قبل دو مرتبہ یہاں آیا تھا لیکن ہر بار انس نے مجھے واپس کر دیا۔

رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: انس! تو نے انہیں کیوں واپس کیا؟

میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں دراصل علیؑ کی توہین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے آپؐ کی دعا سن لی تھی اور میں چاہتا تھا کہ انصار میں سے کوئی آ جائے تاکہ اسے یہ شرف حاصل ہو جائے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تو اپنی قوم سے محبت کرنے والا پہلا انسان نہیں ہے۔

جب حجاج نے انس کی یہ بات سنی تو اس نے کہا: تو بوڑھا ہو چکا ہے اور تو سٹھیا چکا ہے۔ اب اگر میں تجھے سزا دوں تو لوگ کہیں گے کہ رسول خدا کے خادم پر تشدد ہوا ہے۔ بس تو یہاں سے نکل جا اور آج کے بعد یہ حدیث کسی سے بیان نہ کرنا۔ انس نے کہا: خدا کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں یہ حدیث ضرور بیان کرتا رہوں گا اور میں اسے کبھی نہیں چھپاؤں گا۔

حجاج نے اپنے دربانوں سے کہا کہ اسے میرے دربار سے نکال دو یہ سٹھیا چکا ہے۔ (الاربعین لمختب الدین، ص ۴۶)

واضح رہے کہ انس بن مالک نے ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام کے کہنے پر بھی گواہی نہیں دی تھی۔ آپؐ نے اسے بددعا کی تھی جس کی وجہ سے وہ مبروص ہو گیا تھا۔ چنانچہ مبروص ہونے کے بعد وہ حضرت کے فضائل کی احادیث کو بیان کرتا تھا اور اس نے آپؐ کے فضائل چھپانے سے توبہ کر لی تھی۔

نبوت اور علم کے دو انار

عقیدۃ الاسلام کلینی رقمطراز ہیں کہ جبریل امین دو انار ہدیہ لے کر آئے۔ ان میں سے ایک انار رسول خداؐ نے تناول کیا اور دوسرے انار کے دو حصے کیے اور اس میں سے آدھا انار آپؐ نے خود کھایا اور آدھا حضرت علیؑ کو کھلایا۔ بعد ازاں آپؐ نے فرمایا: علیؑ! جانتے ہو کہ یہ دو انار کیا تھے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: پہلا انار نبوت کا تھا اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں تھا اور دوسرا انار علم کا تھا اور اس میں تو میرا شریک ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے یہ روایت سن کر کہا:

مولا! بتائیں علیؑ علم میں رسول خداؐ کے شریک کیسے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو جو بھی علم تعلیم کیا اس کے متعلق آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کو بھی اس کی تعلیم دیں۔ (الکافی، ج ۱، ص ۲۶۳)

ایک دینار اور آسمانی خوان

شیخ طوسی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابوسعید خدری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت علیؑ نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: کوئی کھانا ہے تو پیش کرو مجھے بھوک لگی ہے۔

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا:

اس ذات کی قسم جس نے میرے والد کو نبوت اور آپؑ کو وصیت کا منصب عطا کیا ہے۔ آج میرے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پچھلے دو دنوں سے ہمارے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ البتہ تھوڑی سی خوراک تھی جو میں آپؑ کو پیش کرتی رہی اور میں اور میرے بچے پچھلے دو دنوں سے فاقہ کشی میں مبتلا ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: آپؑ نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہ بتائی؟

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: مجھے آپؑ کو زحمت دیتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔

یہ سن کر آپؑ گھر سے برآمد ہوئے اور آپؑ نے ایک شخص سے ایک دینار قرض کیا اور خور و نوش کا سامان خریدنے کے لیے بازار کی طرف چل پڑے۔ آپؑ نے راستہ میں دیکھا تو مقداد بن اسود کندی دکھائی دیے جو کہ شدید دھوپ میں مارے مارے پھر رہے تھے۔

آپؑ نے اس کی پریشانی کو دیکھا تو اس سے فرمایا کہ مقداد تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اور اتنے پریشان اور غمگین کیوں دکھائی دیتے ہو؟

مقداد نے عرض کیا: ابوالحسنؑ! آپؑ جس کام سے جا رہے ہیں۔ اسے بجالائیں

اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔

آپؐ نے فرمایا: بھائی! میں تجھ سے تیری پریشانی ضرور دریافت کروں گا۔
مقداد نے کہا: مولا! اگر آپؐ پوچھنے پر بضد ہیں تو مجھے اس ذات کی قسم! جس
نے محمد مصطفیٰؐ کو نبوت اور آپؐ کو وصیت سے سرفراز کیا ہے۔ میں بھوک کی شدت دیکھ کر
اپنے گھر سے نکلا ہوں۔ میری بیوی بچے بھوک سے بے حال ہو چکے ہیں اور میں گھر میں
بیٹھ کر ان کی رونے کی آوازیں نہیں سن سکتا تھا اسی لیے میں حیران و پریشان ہو کر گھر سے
نکل آیا۔

حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے بھی اس چیز نے گھر سے باہر نکالا ہے جس نے تجھے گھر سے نکالا ہے اور میں
نے ایک دینار قرض لیا ہے اور آج میں تجھے اپنے آپ پر ترجیح دوں گا۔

یہ کہہ کر آپؐ نے وہ دینار مقداد کے سپرد کیا اور خود مسجد میں آگئے اور آپؐ نے
ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں وہیں ادا کیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حضرت علیؑ کے ایثار کی خبر دی اور اللہ نے نبی اکرمؐ
کو حکم دیا کہ وہ رات کا کھانا علیؑ کے گھر میں کھائیں۔

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کیا تمہارے گھر رات کا کھانا ہوگا تاکہ میں
بھی تمہارے گھر کھانا کھا سکوں؟

حضرت علیؑ علیہ السلام اپنے گھر کی حالت سے واقف تھے مگر وہ شرم کی وجہ سے
کچھ نہ بولے:

رسول اکرمؐ نے دوبارہ فرمایا: تم بولتے کیوں نہیں اگر گھر میں کھانا ہے تو میں بھی
تمہارا مہمان ہوں اور اگر گھر میں کچھ نہیں تو پھر انکار کر دو تاکہ میں تمہارے ساتھ تمہارے
گھر نہ جاؤں؟

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپؐ ہمارے گھر چلیں۔

پھر رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور گھر تشریف لائے اور گھر میں دیکھا

کہ حضرت سیدہ نماز پڑھ رہی تھیں اور ان کے پیچھے ایک ہانڈی رکھی تھی جس سے دھواں برآمد ہو رہا تھا۔

حضرت سیدہ نے نماز تمام کی اور آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ رسولؐ خدا نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سر پر رکھے اور فرمایا: خدام پر رحم کرے تم نے کس حال میں شام کی؟ حضرت سیدہ نے عرض کی: خدا کی مہربانی ہمارے شامل حال ہے اور ہم نے خیریت سے شام کی۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: ہمیں کھانا دو۔ حضرت سیدہ نے وہ ہانڈی اٹھا کر رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰ کے سامنے رکھ دی۔

جب حضرت علیؑ نے ہانڈی کو گوشت سے بھرا ہوا دیکھا تو آپؑ نے تعجب سے حضرت سیدہؓ کو دیکھا۔ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کا تعجب بھانپ کر ان سے کہا: تعجب نہ کرو یہ جنت کا کھانا ہے اور یہ کھانا اس دینار کے بدلے میں نازل ہوا ہے جو تم نے مقداد کے سپرد کیا تھا اور میری بیٹی کے لیے اللہ تعالیٰ اسی طرح سے رزق نازل کرتا ہے جیسا کہ بی بی مریم کے لیے نازل ہوتا تھا۔ (امالی طوسی ج ۲ ص ۲۲۸)

آسمانی انار

سید رضی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت علیؑ علیہ السلام سے نقل کیا کہ ایک دن میں آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ بادل نمودار ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوالحسن! آؤ شہر سے باہر چلیں اور اللہ کی رحمت کے آثار دیکھیں۔

میں نے عرض کیا: تو کیا میں کھانا نہ تیار کروالوں اور کھانا لے کر چلوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: آج ہم اللہ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوں گے۔ پھر میں آنحضرتؐ کے ساتھ چل پڑا اور ہم مدینہ سے باہر وادی عقیق میں آئے اور وہاں

ہم ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک سفید بادل ہم پر سایہ فگن ہوا جس سے کافور کی خوشبو آرہی تھی۔ پھر اچانک میں نے دیکھا کہ ایک تھال رسول خدا کے سامنے آیا جس میں دو انار تھے۔ ان میں سے ایک انار رسول خدا نے اٹھایا اور ایک میں نے اٹھایا۔ انار کے کھانے سے ہماری بھوک مٹ گئی۔ ابھی وہ تھال آنحضرت کے سامنے ہی پڑا تھا کہ میرے دل میں اپنی زوجہ اور اپنے دونوں فرزندوں کا خیال آیا۔ رسول مقبول نے مجھ سے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے تم اپنی زوجہ اور بیٹوں کو بھی انار کھلانا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

پھر آپ نے تھال کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مجھے وہاں تین اور انار دکھائی دیئے۔ آنحضرت نے وہ انار اٹھا کر میرے سپرد کیے۔ پھر ہم وہاں سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے تینوں انار اپنی آستین میں رکھ لیے اور جب ہم مدینہ کے قریب آئے تو ایک صحابی ہمیں ملا اور اس نے کہا کہ آپ کہاں گئے تھے؟ رسول خدا نے فرمایا: ہم رحمت الہی کے آثار دیکھنے کے لیے وادی عقیق گئے تھے۔

اس نے کہا: آپ نے بتایا ہوتا تو میں گھر سے کھانا پکوا کر آپ کے ساتھ جاتا۔ آنحضرت نے فرمایا: ہم آج اللہ کے مہمان تھے۔

اتنے میں میں نے چاہا کہ اپنی آستین سے ایک انار نکال کر اس کو بھی دے دوں لیکن جب میں نے اپنی آستین کا جائزہ لیا تو میری آستین خالی تھی۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو مجھے میری آستین کچھ وزنی محسوس ہوئی۔ میں نے دیکھا تو اس میں وہی تین انار تھے۔ میں نے رسول خدا سے یہ واقعہ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا:

در اصل یہ جنت کے انار ہیں اور دنیا میں رہ کر جنت کی غذا کو صرف انبیاء و اوصیاء اور ان کی اولاد ہی کھا سکتی ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں کھا سکتا۔ یہی وجہ ہے جب تم

نے اسے ایک انار دیئے کا ارادہ کیا تو جبریل نے وہ انار تمہاری آستین سے نکال لیے اور اب جب کہ تم اپنے دروازے پر پہنچ چکے ہو تو جبریل نے وہ انار تمہاری آستین میں دوبارہ رکھ دیئے ہیں۔ (المنائب الفارخہ فی السرة الطاہرہ)

مسجد کے ستون سے انار برآمد ہونا

محمد بن ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے اور حضرت علیؑ کو ان کے لیے اناروں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپؑ نے مسجد کے ستون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کچھ دعائیہ الفاظ کہے جنہیں ہم نہ سمجھ سکے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اس ستون سے انار کی ایک تروتازہ شاخ برآمد ہوئی جس پر چار انار لگے ہوئے تھے۔ آپؑ نے وہ چاروں انار توڑے۔ اس کے بعد وہ شاخ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ آپؑ نے ان میں سے دو انار امام حسنؑ کو دیئے اور دو انار امام حسینؑ کو دیئے۔ پھر آپؑ نے اہل مسجد سے فرمایا: یہ جنت کے پھل ہیں۔

اہل مسجد نے کہا: امیر المومنین! کیا آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں؟
حضرتؑ نے فرمایا: تو کیا میں اُمت محمدؐ کے لیے جنت و نار کا تقسیم کرنے والا نہیں ہوں؟ (الثائب فی المنائب، ص ۲۴۴)

✓ جنت کی کھجوریں

فخری نے اپنی اسناد سے بہت سے صحابہ کی زبانی روایت کی کہ ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہراءؑ کے گھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا:

فاطمہ! آپ کا والد آج آپ کا مہمان ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی: ابا جان! میرے گھر کی تو حالت یہ ہے

کہ حسن و حسین علیہم السلام مجھ سے کھانے کے لیے کچھ طلب کر رہے ہیں لیکن میرے گھر میں انھیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

اس کے بعد رسول خدا علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ ملا کر بیٹھ گئے جب کہ حضرت فاطمہؑ زہراء سلام اللہ علیہا اس دوران حیران و پریشان ہو کر کھڑی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ وہ کریں تو کیا کریں۔

پھر آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف کچھ دیر کے لیے دیکھا۔ اتنے میں جبریل امین نازل ہوئے اور انہوں نے کہا:

محمدؐ! علیؑ و اعلیٰؑ آپؐ پر سلام بھیج رہا ہے اور آپؐ کو تحیت و اکرام کے ساتھ مخصوص کر رہا ہے اور آپؐ سے کہتا ہے کہ آپؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے کہیں کہ وہ جنت کا کون سا میوہ کھانا پسند کرتے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ! رب العزت کو معلوم ہے کہ تم بھوکے ہو۔ اب بتاؤ کہ تم لوگ جنت کا کون سا پھل کھانا پسند کرتے ہو؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر سب نے چپ سادھ لی۔

امام حسینؑ نے کہا: ابا جان! امیر المومنینؑ آپؐ کی اجازت اور امی جان سیدۃ النساء العالمینؑ آپؐ کی اجازت اور بھائی حسنؑ زکیؑ آپؐ کی اجازت کے ساتھ میں جنت کے ایک پھل کا انتخاب کرنا چاہتا ہوں۔

سب نے کہا: حسینؑ! ہم سب آپؐ کے انتخاب پر راضی ہیں۔

امام حسینؑ نے رسول خداؐ سے عرض کی: نانا جان! آپؐ ہماری طرف سے جبریل سے کہیں کہ ہم اس وقت بے موسمی تازہ کھجوریں کھانا چاہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو تمہاری خواہش معلوم ہے۔

پھر آپؐ نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے کہا: بیٹی! آپؐ اندر جائیں اور جو کچھ

گھر میں ہے وہ لے آئیں۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا اندر گئیں تو آپ نے بلور کا ایک تھال دیکھا جس پر سبز سندس کار و مال پڑا ہوا تھا اور اس تھال میں بے موسیٰ تازہ کھجوریں موجود تھیں۔

جب حضرت سیدہ تھال اٹھائے ہوئے آ رہی تھیں تو رسول خدا نے ان سے

فرمایا:

فاطمہ! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آ گیا؟

سیدہ نے کہا: یہ اللہ کی طرف سے ہے اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا

ہے۔

نبی اکرم اٹھے اور آپ نے وہ تھال سیدہ کے ہاتھ سے لیا۔ پھر آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھجور کا ایک دانہ اٹھایا اور حسین کے منہ میں دے کر کہا: ”ہنیشا مریثا“ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آپ نے ایک اور دانہ اٹھا کر حسن کے منہ میں دے کر کہا: حسن! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آپ نے تیسرا دانہ اٹھایا اور حضرت زہراء کے منہ میں دیا اور فرمایا:

فاطمہ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آپ نے چوتھا دانہ اٹھا کر علی کے منہ میں دیا اور فرمایا: علی! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

آنحضرت نے پھر ایک اور دانہ اٹھا کر علی کے منہ میں دیا اور فرمایا: علی! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آنحضرت نے تیسرا دانہ اٹھا کر علی کے منہ میں دیا اور فرمایا: علی! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آنحضرت اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں آپ بیٹھ گئے اور سب نے مل کر

جنت کی کھجوریں کھائیں۔ جب سب سیر ہو گئے تو حکم خداوندی سے وہ خوان آسمان کی طرف چلا گیا۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے کہا: ابا جان! آج میں نے آپ سے تعجب خیز امور مشاہدہ کیے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پیاری بیٹی! میں نے پہلا دانہ اٹھا کر حسینؑ کے منہ میں دیا تو اس وقت مجھے جبریل و میکائیل کی آواز سنائی دی وہ حسینؑ سے کہہ رہے تھے کہ حسینؑ یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی ان کے مذکورہ الفاظ سن کر حسینؑ سے کہا تھا کہ حسینؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے دوسرا دانہ اٹھا کر حسنؑ کے منہ میں دیا تو اس وقت بھی میں جبرائیل و میکائیل کی آواز سنی وہ حسنؑ سے کہہ رہے تھے کہ حسنؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی ان کے الفاظ سن کر حسنؑ سے کہا تھا کہ حسنؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے تیسرا دانہ اٹھا کر آپ کے منہ میں دیا تو میں نے جنت کی حور عین کی آواز سنی جو خوش ہو کر تم سے کہہ رہی تھی کہ فاطمہؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی حور عین کے الفاظ دہراتے ہوئے تم سے کہا تھا کہ فاطمہؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ جب میں نے چوتھا دانہ اٹھا کر علیؑ کے منہ میں دیا تو اس وقت حق تعالیٰ کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اللہ کے الفاظ کو دہراتے ہوئے علیؑ سے کہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے ایک اور دانہ علیؑ کے منہ میں دیا تو مجھے اللہ کی پھر آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اللہ کے الفاظ کو دہراتے ہوئے علیؑ سے کہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے تیسرا دانہ اٹھا کر علیؑ کے منہ میں دیا تو تیسری بار بھی مجھے اللہ کی یہ

آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ علی! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اللہ کے الفاظ کو دہراتے ہوئے علی سے کہا کہ علی! یہ دانہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و احترام کو مد نظر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کی یہ آواز سنائی دی:

محمد! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تو اپنے ہاتھ سے علی کے منہ میں قیامت کے دن تک بھی ایک ایک کھجور کا دانہ دیتا رہا تو میں خدا کسی وقفہ کے بغیر قیامت تک علی سے یہی کہتا رہوں گا کہ علی! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ (منتخب طریقی فخری، ص ۲۰-۲۲)

نبی و وصی کے یکساں معجزات

امام حسن عسکری علیہ السلام نے کہا کہ میرے والد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بنی ثقیف کا شخص حارث بن کلدہ بڑا نامور طبیب تھا اور وہ نبی اکرم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے کہا:

محمد! میں نے سنا ہے کہ تم (نعوذ باللہ) پاگل ہو گئے ہو۔ میں تمہارے علاج کے لیے آیا ہوں اور میں نے تجھ سے قبل بہت سے پاگلوں کا علاج کیا ہے اور وہ میرے علاج سے تندرست ہو گئے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حارث! پاگلوں کے سے کام تم کر رہے ہو اور انہی مجھے پاگل کہتے ہو؟

حارث نے کہا: میں نے بھلا پاگلوں جیسا کون سا کام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: کیا یہ تمہارا پاگل پن نہیں ہے کہ تو نے کسی تحقیق کے بغیر اور میرا صدق و کذب جانے بغیر مجھ پر پاگل پن کا الزام عائد کیا ہے۔

حارث نے کہا: میں آپ کا کذب و جنون تو آپ کے نبوت کے دعویٰ سے ہی

سمجھ گیا اور آپ کے جنون کا مجھے اس لیے بھی یقین ہو گیا ہے کہ آپ وہ دعوے کرتے ہیں

جو آپ کے اختیار سے بھی باہر ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہی بات تو تیرے پاگل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ تو نے ابھی تک مجھ سے کوئی معجزہ تو طلب نہیں کیا اور میں ابھی تک تیرے سامنے معجزہ لانے سے قاصر بھی تو نہیں رہا۔ اس کے باوجود تو نے مجھ پر جنون کا الزام عائد کر دیا ہے۔

حارث نے کہا: آپؐ نے درست کہا۔ میں ابھی آپؐ سے ایک نشان طلب کرتا ہوں۔ اگر آپؐ نے مجھے وہ معجزہ دکھا دیا تو میں سمجھوں گا کہ آپؐ واقعی نبی ہیں اور اگر آپؐ وہ معجزہ دکھانے سے قاصر رہے تو میں سمجھوں گا کہ آپؐ (نعوذ باللہ) پاگل ہیں۔

اگر آپؐ سچے نبی ہیں تو آپؐ اس سامنے کھڑے ہوئے بڑے درخت کو حکم دیں کہ وہ اپنا مقام چھوڑ کر آپؐ کے پاس آجائے۔ اگر وہ درخت آپؐ کے پاس چلا آیا تو میں جان لوں گا کہ آپؐ نبی ہیں اور میں خود بھی آپؐ کی نبوت کی گواہی دوں گا ورنہ آپؐ مجنون ہیں۔

رسول اکرمؐ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس درخت کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ اس درخت نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور اس کی جڑیں زمین کو چیرتی ہوئی آپؐ کی طرف چلنے لگیں اور کچھ ہی لمحات میں وہ درخت آپؐ کے سامنے آ گیا اور فصیح زبان میں اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں کوئی اور فرمان ہو تو بھی میں تعمیل کے لیے آمادہ ہوں۔

رسول خداؐ نے درخت سے فرمایا: میں نے تجھے اپنے پاس اس لیے بلایا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تو اللہ کی توحید اور میری نبوت اور میرے بعد علیؑ کی امامت و ولایت کی گواہی دے اور یہ گواہی دے کہ علیؑ میرا ناصر، میرا بازو، میرا پشت پناہ اور میرا فخر ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اللہ کسی بھی چیز کو پیدا نہ کرتا۔

آنحضرتؐ کا حکم پا کر درخت نے کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد انک

عبدہ ورسولہ ارسلک بالحق بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنه وسراجا منیرا واشہد ان علیا ابن عمک هو اخوک فی دینک وهو ادفر خلق اللہ من الدین حظا واجزلہم من الاسلام نصیبا وانہ سندک وظہرک وقامع اعدائک وناصر اولیائک باب علومک وامینک واشہد ان اولیائک الذین یوالونہ ویعادون اعدائہ حشو الجنة وان اعدائک الذین یوالون اعدائہ ویعادون اولیائہ حشو النار

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ واحد لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو حق کے ساتھ قیامت تک کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ نے آپ کو اپنے اذن سے اپنا داعی اور سراج منیر بنا کر روانہ کیا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا ابن عم علی آپ کا دین میں بھائی ہے اور وہ خلق خدا میں سے سب سے بڑا دین دار ہے اور اسلام میں اس کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور وہ آپ کا مددگار پشت پناہ اور آپ کے دشمنوں کو مٹانے والا اور آپ کے دوستوں کا مددگار آپ کے علوم کا دروازہ اور آپ کا امین ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے جو دوست اس سے محبت رکھتے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کرتے ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور آپ کے جو دشمن علی کے دوستوں سے دشمنی اور علی کے دشمنوں سے دوستی رکھیں گے وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حارث بن کلدہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

حارث! جو ایسے افعال بجالائے کیا وہ پاگل ہوتا ہے؟
حارث نے کہا: ہرگز نہیں یا رسول اللہ!

پھر اس نے توحید و رسالت کا کلمہ پڑھا اور وہ اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ اس جیسا
ایک اور معجزہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک یونانی طبیب و فلسفی کے سامنے بھی پیش کیا
تھا۔ امام علی زین العابدینؑ نے فرمایا:

ایک دن امیر المومنینؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک طب و فلسفہ کا دعویدار یونانی شخص
آپ کے پاس آیا اور کہا:

ابوالحسن! میں نے آپ کے ساتھی (حضرت محمدؐ) کے احوال سنے اور مجھے معلوم
ہوا کہ وہ (نعوذ باللہ) جنون میں مبتلا تھے۔ میں دراصل آیا تو ان کے علاج کے لیے تھا
لیکن وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ پھر مجھے آپ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ ان کے
چچا زاد بھائی اور ان کے داماد ہیں۔ اسی لیے میں آپ سے ملنے کے لیے چلا آیا اور میں
دیکھ رہا ہوں کہ آپ پر صفراء کا غلبہ ہے اور آپ کی پنڈلیاں انتہائی کمزور اور پتلی ہیں اور
میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنڈلیاں زیادہ دیر تک آپ کا وزن نہیں اٹھا سکیں گی۔ آپ کے
صفراء کا علاج تو میرے پاس موجود ہے لیکن آپ کی پنڈلیوں کو موٹا کرنے کا میرے
پاس کوئی نسخہ نہیں ہے۔ البتہ میں آپ کو اس کے لیے احتیاط بتاتا ہوں کہ آپ ان سے
کم از کم کام لیں اور بہت کم چلا کریں اور آپ بھاری وزن نہ اٹھائیں کیونکہ بوجھ چاہے
سر پر ہی کیوں نہ اٹھایا جائے اس کا اثر پنڈلیوں پر ہی ہوتا ہے۔ اگر آپ نے زیادہ وزن
اٹھایا تو مجھے خطرہ ہے کہ آپ کی پنڈلیاں ٹوٹ جائیں گی۔

پھر اس نے اپنے تھیلے سے ایک شیشی نکالی اور کہا: یہ میرے پاس تمہارے صفراء کا
نسخہ ہے اور یہ بڑا کڑوا ہے۔ اس سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی البتہ آپ کو چالیس
دن تک گوشت سے پرہیز کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد آپ بالکل درست ہو جائیں گے اور
آپ کے بدن میں صفراء کا نام و نشان تک نہ ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اچھا یہ دوا تو صفراء ختم کرنے کی ہے کیا تمہارے پاس کوئی ایسی دوا بھی ہے جو اس صفراء کے اضافہ کا سبب بن سکتی ہو؟
 طبیب نے یہ سن کر اپنے تھیلے سے ایک اور شیشی نکالی اور کہا: اس شیشی میں ایسی دوا ہے جو صفراء کو بڑھا دیتا ہے اگر کسی شخص کے بدن میں صفراء نہ ہو تو اس کی بالکل ہلکی سی مقدار صفراء پیدا کر دے گی اور اگر کوئی صفراء کا مریض اسے استعمال کرے تو وہ فوراً مر جائے گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: صفراء بڑھانے والی دوا مجھے دو۔

طبیب نے وہ شیشی سامنے رکھ دی۔

آپؑ نے فرمایا: اس شیشی میں دوائی کی مقدار کیا ہے؟

طبیب نے کہا: اس میں دو مثقال دوائی ہے اور یہ مہلک زہر ہے اس کی ہلکی سی مقدار بھی آپؑ جیسے صفراء کے مریض کے لیے مہلک ہے۔

حضرت علیؑ نے اس شیشی کو کھولا اور اس کی تمام دوائی کھالی۔ یہ دیکھ کر طبیب کاچنے لگ گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا: اب علی بن ابی طالبؑ مر جائے گا اور اس کے وارث مجھے پکڑ لیں گے اور کہیں گے کہ یہ ان کا قاتل ہے اور کوئی بھی شخص میری بات نہیں سنے گا جب کہ میں بالکل بے قصور ہوں۔

حضرت علیؑ نے اس کی پریشانی دیکھی تو آپؑ مسکرانے لگے اور فرمایا: تم اپنی آنکھیں بند کرو۔ طبیب نے آنکھیں بند کیں پھر آپؑ نے فرمایا: اب اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو کیا میرے چہرے پر تجھے صفراء کی کوئی علامت دکھائی دیتی ہے؟
 جب طبیب نے آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ حضرتؑ کا چہرہ گلاب کی طرح سرخ تھا وہ طبیب یہ دیکھ کر کاچنے لگا۔

حضرتؑ نے فرمایا: بتاؤ وہ صفراء کہاں ہے جس کا تم علاج کرنا چاہتے تھے؟
 طبیب نے کہا: خدا کی قسم! اس بات پر میں خود تعجب کر رہا ہوں کیونکہ کچھ دیر قبل

آپ صفرء میں مبتلا دکھائی دیتے تھے اور اب آپ کا چہرہ سرخ و سفید ہے۔
 آپ نے فرمایا: تم نے جس دوا کے متعلق یہ تصور کیا تھا کہ وہ مجھے مار ڈالے گی
 وہی میرے لیے مفید ثابت ہوئی۔ باقی تمہیں میری پنڈلیوں کی بڑی فکر ہے اور تجھے وہ
 سخت کمزور دکھائی دیتی ہیں اور تو نے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں کوئی بھاری بوجھ نہ اٹھاؤ
 ورنہ میری پنڈلیوں کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔ اب میں تجھے اپنی قوت و طاقت کا ہلکا سا
 مشاہدہ کراتا ہوں۔

آپ جس مکان میں تشریف فرما تھا اس کے درمیان ایک مضبوط لکڑی کا ستون
 تھا اور اس کمرہ کے اوپر دو منزلیں اور بھی تھیں۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور آپ نے
 مکان کے درمیانی ستون کو اس سے حرکت دی اور اسے بلند کیا۔ ستون کا بلند ہونا تھا کہ
 اس مکان کی چھت بلند ہوئی اور اس چھت کے بلند ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر کی
 دونوں منزلیں اوپر کو اٹھیں۔

یہ منظر دیکھ کر یونانی بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اس پر پانی چھڑکو۔ جب
 اس پر پانی چھڑکا گیا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا: آج کے دن سے زیادہ تعجب خیز دن
 میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا: یونانی! تم نے کمزور پنڈلیوں کی طاقت اور قوت برداشت کو دیکھ
 لیا ہے۔

یونانی نے کہا: خدا کے لیے مجھے بتاؤ کیا محمد بھی تم جیسے ہی تھے؟
 حضرت نے فرمایا: میرا علم ان کے علم کا اور میری عقل ان کے عقل کی اور میری
 قوت ان کی قوت کا ہی تو ایک حصہ ہے۔

تمہاری طرح سے بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والا عرب کا ایک بڑا طبیب ان کے
 پاس آیا تھا اور اس نے ان سے کہا تھا۔ اگر آپ کو جنون کی شکایت ہے تو میں آپ کا
 علاج کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے اس طبیب سے کہا تھا:
 کیا تو کوئی ایسا معجزہ دیکھنا چاہتا ہے جس سے تجھے یقین آجائے کہ مجھے تیری
 طب کی ذرہ برابر بھی ضرورت نہیں ہے اور تجھے میری طب کی ضرورت ہے؟
 طبیب نے کہا: جی ہاں میں معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: بتاؤ تم کیسا معجزہ دیکھنا پسند کرتے ہو؟
 طبیب نے کہا تھا کہ سامنے ایک کھجور کا درخت ہے، آپؐ اسے اشارہ کریں وہ
 اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آپؐ کے پاس آجائے۔

آنحضرتؐ نے اشارہ کیا۔ کھجور کا درخت زمین کے سینے کو چیرتا ہوا آنحضرتؐ
 کے قریب آ کر رُک گیا۔ پھر آپؐ نے طبیب سے فرمایا تھا کہ کیا اب بھی کوئی اور علامت
 دیکھنا چاہتے ہو؟

اس کے جواب میں طبیب نے کہا تھا: جی ہاں! اب میری یہ خواہش ہے کہ یہ
 درخت اپنی اصل جگہ پر چلا جائے اور اپنے مقام پر مضبوطی سے کھڑا ہو جائے۔
 رسولؐ خدا نے درخت کو حکم دیا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا اپنی اصلی جگہ پر چلا گیا اور
 مضبوطی سے کھڑا ہو گیا۔

جب یونانی طبیب نے حضرت علیؑ کی زبانی رسولؐ خدا کا یہ معجزہ سنا تو اس نے کہا:
 آپؐ نے محمد مصطفیٰؐ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ مجھ سے غائب ہے۔ میں اس سے بھی
 کچھ کم بات پر اکتفا کر سکتا ہوں۔ آپؐ بھی برادرِ محمدؐ ہیں۔ میں آپؐ کے پاس سے اٹھ کر
 دُور جا کر کھڑا ہو جاتا ہوں اور آپؐ مجھے اشارہ کریں۔ میں دیکھوں گا کہ میں آپؐ کی
 قوت اعجاز سے کس قدر متاثر ہوتا ہوں اور پھر یہ تمام حاضرین بھی دیکھ لیں گے کہ
 میں آپؐ کے اشارہ پر آپؐ کے پاس آتا ہوں یا نہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ تو کوئی معجزہ نہیں ہوگا کیونکہ اپنے دل کی کیفیت تو صرف
 تمہیں ہی معلوم ہوگی اب میرے اشارہ پر تم چلے بھی آؤ تو بھی اعتراض کرنے والے یہ

کہہ سکیں گے کہ ان دونوں کا آپس میں معاہدہ تھا اسی لیے جب علیؑ نے اشارہ کیا تو یونانی فوراً چلا آیا۔ اس کی بجائے تم ایسا معجزہ طلب کرو جو ہر دیکھنے والے کی نظر میں اعجازی کیفیت کا حامل ہو۔

یونانی نے کہا: اگر آپ میری صوابدید پر ہی معجزہ دکھانے کے خواہش مند ہیں تو سامنے ایک کھجور کا درخت کھڑا ہے آپ اس کو حکم دیں اس کے تمام اجزاء خود بخود ایک دوسرے سے جدا جدا ہو جائیں اور بعد میں بکھرے ہوئے اجزاء یکجا ہو جائیں کھجور کا درخت اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اب تم نے صحیح نشانی تلاش کی ہے۔ اب تم ہی میری طرف سے میرے قاصد بن کر جاؤ اور کھجور سے جا کر کہو کہ محمد رسول اللہ کا وصی تیرے اجزاء کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

یونانی نے کھجور کے پاس جا کر حضرت کا پیغام سنایا۔ جیسے ہی یونانی کے الفاظ ختم ہوئے تو کھجور کے درخت کے اجزاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ریزہ ریزہ ہو گئے چند ہی لمحات میں وہ غبار بن کر اڑ گئے اور اس مقام پر کھجور کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔

یونانی نے جب حضرت کے اس اعجاز کو دیکھا تو اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ پھر اس نے آپ سے عرض کی:

وصی محمد! آپ نے میری فرمائش کے پہلے حصہ کا مظاہرہ کیا لیکن ابھی میرا آدھا سوال باقی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کھجور کا درخت اپنی جگہ پر دوبارہ آجائے۔

آپ نے فرمایا: اب کی بار بھی تم میرے قاصد بن کر وہاں جاؤ اور وہاں جا کر یہ صدا دو کہ کھجور کے اجزاء رسول خدا کا وصی تمہیں حکم دیتا ہے کہ دوبارہ ایک دوسرے سے مل جاؤ اور پرانی حالت پر آ جاؤ۔

یونانی نے جیسے ہی حضرت کا یہ پیغام پہنچایا تو ہوا میں غبار کے ذرات سے اڑتے

ہوئے دکھائی دیئے۔ پھر وہ ذرات ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہونے لگے اور چند ہی لمحات میں وہاں پر کھجور کا درخت موجود تھا۔ اور نئے وجود میں آنے والے درخت اور پرانے درخت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں تھا۔

اس وقت کھجوروں پر پھل کا موسم نہیں تھا۔ یونانی نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اس پر پھل لگے اور ہم تازہ کھجوریں یہاں کھائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب بھی تم جا کر کھجور کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ رسول خدا کا وصی تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اپنا پھل تیار حالت میں ظاہر کر۔

یونانی نے کھجور کو حضرتؑ کا پیغام دیا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ کھجور پر بور آیا۔ پھر چھوٹے چھوٹے دانے بنے اور دانے بڑے ہوئے۔ پھر ان پر پیلا رنگ چڑھا پھر وہ پک کر تیار ہو گئے۔

یونانی نے پھر حضرتؑ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا ہاتھ اتنا لمبا ہو جائے کہ اس کے خوشے تک پہنچ جائے تاکہ میں اس کے خوشے سے کچھ تازہ کھجوریں چُن سکوں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنا ہاتھ دراز کرو اور اس کے ساتھ یہ الفاظ کہو: یا مقرب البعید قرب یدی منها۔ اے بعید کو قریب کرنے والے! میرے ہاتھ کو اس کے قریب کر دے۔

یونانی نے جیسے ہی یہ الفاظ کہے تو اس کا وہ ہاتھ اتنا لمبا ہو گیا کہ کھجور کے خوشوں تک پہنچ گیا۔ اس نے خوشے سے کچھ کھجوریں چنیں اور کھائیں۔ اس کے بعد اس نے حضرتؑ سے کہا: میری ایک خواہش اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کھجور کو حکم دیں۔ وہ اتنا جھک جائے کہ اس کے خوشے یہاں میرے ہاتھوں تک پہنچ جائیں۔

آپؐ نے فرمایا: تم یہ الفاظ کہو: یا مسہل العیسر سہل لی تناول ما تباعد عنی۔ اے مشکل کو آسان بنانے والے جو مجھ سے دُور ہے اس کا پکڑنا میرے لیے آسان کر دے۔

یونانی نے حضرت کے فرمائے ہوئے الفاظ ادا کیے تو کھجور کا تنا اتنا جھکا کہ اس کے خوشے یونانی اور تمام حاضرین کے آگے آ گئے۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے کہا: یونانی! یاد رکھ اگر تو نے یہ تمام معجزات دیکھ کر بھی ایمان قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تجھ پر عذاب نازل کرے گا اور تجھے لوگوں کے لیے نمونہ عبرت بنا دے گا۔

یونانی نے کہا: اگر میں اتنے معجزات و عجائبات دیکھ کر بھی انکار کرتا ہوں تو اس زمین پر مجھ سے بڑھ کر کوئی بد نصیب نہ ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا تعلق خاصانِ خدا سے ہے اور آپ کے تمام اقوال حق و صداقت پر مبنی ہیں۔ آپ مجھے جو بھی حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔

آپ نے فرمایا: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی توحید کا اقرار کر اور اللہ کی سخاوت و حکمت کی گواہی دے اور خدا کو ہر فعل عبث اور بندوں پر ظلم سے منزہ تسلیم کر۔ اور اس کے ساتھ یہ گواہی دے کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں اور وہ تمام کائنات کے افضل ترین فرد ہیں۔ اور اس کے بعد یہ گواہی دے کہ میں رسول اکرم کے بعد تمام خلق خدا سے افضل ہوں اور محمد مصطفیٰ کی جانشینی کا حقدار ہوں اور ان کی شریعت کے احکام کو میں ہی صحیح طور پر نافذ کر سکتا ہوں۔ اور مزید یہ کہ میرے دوست اللہ کے دوست اور میرے دشمن اللہ کے دشمن ہیں۔ اور میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ رسول اکرم اور میری تصدیق کرتے ہیں ان کی غربت میں ان کی مدد کرتے رہنا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور اپنی دولت کو ان پر کبھی ترجیح نہ دینا، اس کے ساتھ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنے دین اور ہمارے اس علم کی حفاظت کرنا جو ہم نے تجھے تعلیم کیا ہے اور ہمارے ان اسرار کی خصوصی حفاظت کرنا جو ہم نے تیرے سپرد کیے ہیں اور مخالفین کے سامنے ہمارے علوم کا اظہار نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی شقاوت کی وجہ سے تجھ پر سب و شتم کریں اور تمہیں بے عزت کریں اور جو لوگ ہمارے اسرار سے ناواقف ہیں ان کے سامنے ہمارے اسرار کو کبھی فاش نہ کرنا تاکہ

ہمارے ماننے والوں کو جاہلین کی طعن و تشنیع نہ سنی پڑ جائے۔ اور اپنے دین میں ہمیشہ تقیہ کا سہارا لینا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشکل حالات میں تقیہ کی اجازت دی ہے۔ اور اگر تمہیں لوگ کسی وقت مجبور کر دیں اور تمہیں اپنی جان و مال اور عزت و ناموس کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہو تو بے شک زبان سے ہمارے دشمنوں کو ہم پر فضیلت دے دینا کیونکہ اس فعل سے ہمارے اعداء کو فائدہ نہیں ملے گا اور ہمیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

خبردار تقیہ کو چھوڑ کر اپنی اور اپنے ایمانی بھائیوں کی جان کو خطرہ میں مت ڈالنا۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور میری نصیحت پر عمل نہ کیا تو تم ہمارے ماننے والوں کے لیے نواصب سے بھی زیادہ خطرناک قرار پاؤ گے۔ (تفسیر امام حسن عسکری، ص ۱۷۰-۱۷۶)

نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے لیے بادل سے غذا اور پانی کا نازل ہونا

شیخ طوسی نے اپنی اسناد سے انس بن مالک سے نقل کیا کہ ایک دن حضرت رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے خچر ”ذلول“ اور ان کے گدھے ”یعفور“ پر زین رکھوں۔ میں نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرتؐ اپنے خچر پر اور حضرت علیؑ آپؐ کے گدھے پر سوار ہوئے اور مدینہ سے باہر چل پڑے۔ میں بھی ان دونوں کے پیچھے پیدل چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے اور وہ دونوں اپنی ساریوں سے اترے اور پہاڑ پر چڑھنے لگے یہاں تک کہ دونوں بزرگوار پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ سفید رنگ ایک بادل ان پر سایہ فگن ہوا اور نبی اکرمؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس میں سے کوئی چیز پکڑی اور اسے خود بھی کھایا اور حضرت علیؑ کو بھی کھلایا۔ کچھ دیر کے بعد آپؐ نے پھر اپنا ہاتھ دوبارہ اسی بادل کے ٹکڑے کی طرف بڑھایا اور اس میں سے ایک چیز نکالی اور آپؐ نے اسے منہ سے لگا کر پیا اور علیؑ کو بھی پلایا۔

میں دُور سے بیٹھ کر یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ دونوں شخصیات

اب اچھی طرح سے سیر اور سیراب ہو چکی ہیں۔ پھر میں نے بادل کے ٹکڑے کو دیکھا کہ وہ بلند ہو کر اوپر چلا گیا۔ اس کے بعد دونوں ہستیاں پہاڑ سے نیچے تشریف لائیں اور اپنی سواریوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان دونوں کے پیچھے پیدل چلنے لگا۔ آنحضرتؐ نے مڑ کر میری طرف دیکھا تو انھیں میرے چہرے پر تعجب کے آثار دکھائی دیئے۔

انہوں نے فرمایا: تم متعجب دکھائی دیتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟
میں نے کہا: جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔
آپؐ نے فرمایا: تو کیا تو نے وہ منظر دیکھا ہے؟
میں نے عرض کیا: جی ہاں میرے ماں باپ آپؐ پر ثار ہوں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: اے اس! اس ذات کی قسم جس نے اپنی مرضی سے کائنات کو پیدا کیا اس بادل سے تین سو تیرہ انبیاء اور تین سو تیرہ اوصیاء نے غذا کھائی اور پانی پیا ہے لیکن مجھ سے کسی افضل نبی اور علیؑ سے کسی افضل وصی نے آج تک اس سے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ کچھ پیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ ان تمام انبیاء میں سے میں افضل ہوں اور ان تمام اوصیاء سے میرا وصی علیؑ افضل ہے۔ (امالی ابن الشیخ، ج ۱، ص ۲۸۹)

”صحیحانی“ کھجوروں کی وجہ تسمیہ

حسین بن حمدان الحنفی نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن سنان زاہری سے نقل کیا کہ ہم حج پر گئے اور جب ہم مدینہ میں اپنے آقا و مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے ان کے گھر گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک تھال رکھا تھا جس میں مدینہ کی کھجوریں تھیں اور آپؑ تناول فرما رہے تھے اور وہاں پر موجود ساتھیوں کو بھی کھلا رہے تھے۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: محمد بن سنان! یہ صحابی کھجوریں ہیں۔ انھیں کھاؤ اور ان سے برکت حاصل کرو۔ اگر ہمارے شیعوں کی اس کی معرفت ہو تو وہ ان کے لیے ہر بیماری سے شفا کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

میں نے کہا: مولا! اس کے متعلق ہمیں کیا معلوم ہونا چاہیے؟
آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کھجوروں کی اس قسم کو ”صحابی“ کیوں کہا جاتا ہے؟

میں نے کہا: مولا! ہمیں تو اس کا علم نہیں ہے۔ آپ ہی ہمیں بتائیں کہ اسے صحابی کیوں کہا جاتا ہے؟
آپؑ نے فرمایا: ابن سنان! یہ میرے جدنا مدار اور امیر المومنینؑ کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

میں نے کہا: مولا! پھر آپؑ اس کی تفصیل بیان فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا: ایک دن میرے جدنا مدار حضرت رسولؐ خدا میرے دادا امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ کر مدینہ سے باہر گئے۔ راستے میں بہت سے صحابی ملے اور ہر ایک نے آپؑ کے ساتھ چلنے کی خواہش کی مگر آنحضرتؐ نے کسی کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت نہ دی۔ چلتے چلتے آپؑ ایک کھجوروں کے باغ میں پہنچے۔ باغ کی پہلی کھجور نے دوسری سے فصیح عربی زبان میں کہا:

بہن! یہ آدم ہے اور اس کے ساتھ شیث ہے۔ پھر دوسری کھجور نے اپنے ساتھ دای کھجور کو پکار کر کہا۔ بہن! دیکھو آج ہمارے پاس ابراہیمؑ و اسماعیلؑ آئے ہیں۔
پھر تیسری کھجور نے اپنے ساتھ والی کھجور سے کہا: بہن! دیکھو آج ہمارے ہاں موسیٰ و ہارون آئے ہیں۔

پانچویں کھجور نے ساتھ والی کھجور سے چیخ کر کہا: بہن! دیکھو آج زکریا و یحییٰؑ یہاں تشریف لائے ہیں۔

پھر چھٹی کھجور نے آواز دے کر کہا: بہن! دیکھو آج عیسیٰ اور شمعون الصفا آئے

ہیں۔

پھر ساتویں کھجور نے ساتھ والی کھجور کو آواز دے کر کہا: بہن! دیکھو آج محمد رسول

اللہ اور ان کے وصی یہاں تشریف لائے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے کہا: اللہ کے احسانات کا مشاہدہ کرو اور آؤ ہم پہلی

کھجور کے پاس کچھ دیر کے لیے بیٹھیں۔

اس وقت کھجوروں کے پھلوں کا موسم نہیں تھا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے

فرمایا: آپ اس کھجور کو حکم دیں کہ وہ آپ کے لیے جھک جائے۔

حضرت علیؑ نے کھجور سے فرمایا: اللہ کے رسولؐ تجھے حکم دیتے ہیں کہ ان کے لیے

جھک جا۔

جیسے ہی حضرت علیؑ کے الفاظ ختم ہوئے تو کھجور جھک گئی اور اس پر خوشے لگے

ہوئے تھے اور خوشوں پر تروتازہ کھجوریں تھیں۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: آپ اس سے تازہ کھجوریں چنیں اور خود بھی

کھائیں اور مجھے بھی کھلائیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: آج سے ہم اس کھجور کا نام ”صحیانی“ رکھ رہے ہیں۔

کیونکہ اس نے چیخ کر دوسرے درختوں کو ہماری آمد کی خبر دی اور اس نے انبیاء و مرسلین

سے ہمیں تشبیہ دی ہے اور میرے بھائی جبریلؑ آچکے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے اسے ہمارے شیعوں کے لیے باعثِ شفا بنایا ہے۔ لہذا آپ اپنے شیعوں کو اس کا

تعارف کرائیں اور ان سے کہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی امراض کا علاج کریں اور

اسے تبرک سمجھ کر کھائیں۔

پھر آنحضرتؐ نے اس کھجور سے فرمایا کہ روئے زمین کی کھجوروں پر جتنی قسم کی

کھجوریں لگتی ہیں تم ان سب کو میرے لیے ظاہر کرو۔

حکم کی دیر تھی کہ اس کھجور کے خوشوں پر دنیا بھر کی اقسام کی کھجوروں کے دانے لگ گئے۔ اس کے بعد حضرت جبریلؑ نے کھجور سے فرمایا کہ اللہ تجھے حکم دے رہا ہے کہ تم روئے زمین کی تمام کھجوروں کے پھل رسولؐ خدا اور ان کے بھائی اور وصی و وزیر علی بن ابی طالب کے لیے ظاہر کرو۔

چند ہی لمحات میں اس کھجور پر دنیا بھر کی کھجوروں کی تمام اقسام و انواع کے تروتازہ نمونے ظاہر ہوئے۔ جبریل امینؑ نے انھیں چن کر رسولؐ خدا اور حضرت علی مرتضیٰ کے سامنے رکھا اور دونوں بزرگواروں نے اسے مل کر تناول کیا۔

جبریل امینؑ نے کہا: آج تو میں بھی یہ خواہش رکھتا ہوں کہ مجھے بھی ایسا جسم ملا ہوتا جسے طعام کی احتیاج ہوتی تاکہ میں بھی آپ دونوں کے ساتھ طعام میں شریک ہو سکتا اور آپ دونوں کے ساتھ شرکت کی وجہ سے میں بھی برکت حاصل کرتا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: جبریل اس خواہش کی تمہیں ضرورت ہی کیا ہے۔ اللہ نے ویسے ہی تمہیں فضیلت دی ہے۔

جبریل امینؑ نے کہا: اللہ نے مجھے آپ کی محبت کی وجہ سے تو تمام ملائکہ پر فضیلت بخشی ہے۔ اس کے بعد کھجور بلند ہوئی اور اپنی اصلی حالت پر آ گئی۔ (الہدایہ الکبریٰ حصینی، ص ۸۶)

ولایت علیؑ کے منکر پر آسمان سے پتھر کا گرنا

سید مرتضیٰ نے اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی سے غدرِ خیم کے مقام پر پالانوں کا منبر بنایا اور آپ نے حضرت علیؑ کے بازو سے پکڑ کر یہ اعلان کیا:

من كنت مولاه فعلي مولاه - اللهم وال من والده وعاد

من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله -
 جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! جو علیؑ سے دوستی
 رکھے اس سے دوستی رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے اس سے دشمنی
 رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر اور جو اسے بے یار و مددگار
 چھوڑ دے تو بھی اسے بے یار و مددگار چھوڑ۔

رسولؐ خدا کا یہ اعلان دُور دراز تک پہنچا۔ یہ اعلان نعمان بن حارث ہنری نے
 بھی سنا تو وہ سیدھا آنحضرتؐ کے پاس مسجد نبویؐ میں آیا اور اس نے آپؐ سے کہا:
 محمد! آپؐ نے ہمیں اللہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی
 دی۔ ہم نے آپؐ کی بات کو تسلیم کیا اور یہ گواہی دی۔ آپؐ نے ہمیں نماز پڑھنے کا حکم
 دیا۔ ہم نے نمازیں پڑھیں۔ آپؐ نے ہمیں زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم نے اسے بھی قبول کیا۔
 آپؐ نے ہمیں حج کا حکم دیا۔ ہم نے اسے بھی قبول کیا۔ آپؐ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا، ہم
 نے اسے بھی قبول کیا۔ مگر آپؐ نے ان تمام احکامات پر اکتفا نہیں کیا اور آپؐ نے اس
 جوان کو بھی ہماری گردنوں پر سوار کر دیا اور کہا:

من كنت مولاہ فعلى مولاہ ”جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔“

تو کیا یہ بات بھی اللہ نے ہی آپؐ کو کہی تھی؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! میں نے یہ اعلان بھی اللہ
 کے حکم ہی سے کیا تھا۔

یہ سن کر اس نے پشت پھیری اور اپنی سواری کی طرف جانے لگا اور جاتے ہوئے
 اس نے کہا:

اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا

حجارة من السماء او اتنا بعذاب اليم

خدایا! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی

بارش کر یا ہم پر دردناک عذاب نازل کر۔

ابھی تک وہ اپنی سواری تک نہیں گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک پتھر اس کے سر پر گرایا اور وہ پتھر لگنے سے فوراً ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد جبریل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

سَالِ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ مِن دَافِعٍ
ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا سوال کیا جو کافروں کے
لیے مخصوص ہے جسے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔
(عیون المعجزات، ص ۱۹)

شیر کا گلہ بانی کرنا

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے والد علیہما السلام کی
زبانی مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت ابوذر غفاری رسول خدا کے مخلص صحابہ میں سے
ایک صحابی تھے۔

ایک دن حضرت ابوذر نے رسول خدا سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس
ساتھ بکریوں کا ایک ریوڑ ہے اور میں اس کے متعلق انتہائی پریشان ہوں اور سوچتا ہوں
کہ ان بکریوں کو بیچ کر ہر وقت آپ کی خدمت میں رہوں یا پھر انھیں کسی چرواہے کے
سپرد کروں لیکن کسی کے پاس سپرد کرنے میں قباحت یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص ان کی اچھی
طرح سے رکھوالی نہیں کرے گا اور وہ انھیں ضائع کر دے گا۔ اب آپ ہی مجھے مشورہ
دیں کہ میں کیا کروں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم اپنے ریوڑ کی خود ہی گلہ بانی کرو۔

آنحضرتؐ کا فرمان سن کر ابوذر چلے گئے اور ساتویں دن آنحضرتؐ کی زیارت
کے لیے آئے۔ آنحضرتؐ نے ابوذر سے فرمایا: اپنے ریوڑ کا حال سناؤ۔

ابوذر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کا معاملہ عجیب ہے۔ میں ایک دن نماز پڑھنے لگا کہ اتنے میں ایک بھیڑیا میرے ریوڑ میں گھس آیا۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے خدا کو پکارا اور کہا: خدایا! میں تیری نماز میں مصروف ہوں تو ہی میری بکری کو بچا سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے نماز کو بکری پر ترجیح دی۔ اس اثنا میں شیطان نے میرے دل میں یہ دوسوہ ڈالا کہ اگر تو نماز پڑھتا رہا تو بھیڑیے تیری تمام بکریاں اٹھالے جائیں گے اور تو اپنے ذریعہ معاش سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

میں نے اپنے دل ہی دل میں شیطان سے کہا: اگر میری بکریاں تلف ہو گئیں تو بھی میرے پاس اللہ کی توحید اور رسول خدا کی رسالت اور اس کے بھائی علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کی محبت کی دولت پھر بھی میرے پاس باقی رہ جائے گی۔ اور یہی میرا کل اثاثہ اور سرمایہ ہے۔ دنیا میرے پاس رہے یا نہ رہے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

میں پھر بھی نماز میں مصروف رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ بھیڑیے نے میرے ریوڑ میں سے ایک بکری کو اٹھالیا اور میں اپنی آنکھوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں جنگل سے ایک شیر نمودار ہوا اس نے بھیڑیے پر حملہ کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ پھر شیر نے میری سہمی ہوئی بکری کو اٹھالیا اور اسے میرے ریوڑ میں پہنچا دیا اور شیر نے خالص عربی زبان میں مجھے مخاطب کر کے کہا:

ابوذر! اپنی نماز بجالاؤ اور جب تک نماز پڑھتے رہو گے اس وقت تک میں تمہاری بکریوں کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

الغرض میں نماز میں مصروف رہا اور میں نے اس واقعہ پر بے حد تعجب کیا اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو شیر میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا:

ابوذر! تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ نے ان کے صحابی کی بکریوں کی حفاظت کے لیے ایک شیر کو مقرر کیا ہے۔

جب ابوذر کا یہ بیان مکمل ہوا تو رسول خدا نے فرمایا:

بے شک تو سچا ہے۔ میں اور علیؑ، فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ تیری صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔

کچھ منافقین نے آپس میں کہا: یہ محمدؐ اور ابوذر کی ملی بھگت ہے اور وہ اس طرح سے ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ان میں سے چند افراد نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ ہم خود جا کر دیکھیں کہ ابوذر کے ریوڑ کی نگرانی واقعی شیر کر رہا ہے یا نہیں؟

دوسرے دن وہ منافق جنگل میں گئے اور وہاں انہوں نے دیکھا کہ ابوذر نماز میں مصروف ہیں اور ایک شیر ان کے گلہ کی نگہبانی کر رہا ہے۔

جب ابوذر نماز سے فارغ ہوئے تو شیر نے انھیں آواز دے کر کہا:

ابوذر! اپنا ریوڑ سنبھالو۔ تمہاری تمام بکریاں صحیح سالم ہیں۔ پھر شیر نے منافقین کو گرج کر آواز دی۔

گروہ منافقین! تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ نے محمدؐ و علیؑ کے وفادار صحابی کے ریوڑ کی حفاظت کے لیے ایک شیر مقرر کیا ہے!

مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ اور ان کی آل کو عظمت عطا کی ہے اور جس نے مجھے ابوذر کا اطاعت گزار بنایا ہے۔ اگر آج ابوذر مجھے تمہارے چیرنے پھاڑنے کا حکم جاری کر دے تو تم میں سے ایک بھی زندہ بچ کر گھر نہیں جائے گا اور میں تم سب کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دوں گا۔

شیر کی گفتگو سن کر منافق اپنے گھروں کو چل دیئے۔ پھر چند دن بعد ابوذر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو رسول خدا نے ان سے فرمایا:

ابوذر! تم نے دل کی گہرائیوں سے اللہ کی اطاعت کی تو اللہ نے تیری خدمت کے لیے جنگل کے درندے مقرر کر دیئے۔ جن لوگوں کی اللہ نے نماز قائم کرنے کی وجہ سے تعریف کی ہے تو ان کے افضل ترین افراد میں سے ایک ہے۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ)

(ص ۷۳)

ایک اونٹ کا حضرت سے کلام کرنا

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی اسناد سے حضرت عمار یاسر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ مسجد کے باہر سے جھگڑنے کی آواز بلند ہوئی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: عمار! میری ذوالفقار لاؤ جو کہ عمروں کو ختم کرنے والی ہے۔

میں نے ذوالفقار حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: عمار! باہر جاؤ وہاں ایک مرد ایک عورت پر ظلم کرنا چاہتا ہے اور جا کر اسے ظلم کرنے سے منع کرو۔ اگر وہ تمہارے منع کرنے پر باز نہ آیا تو میں خود ہی ذوالفقار سے اسے روک لوں گا۔

عمار بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک مرد اور ایک عورت اونٹ کی مہار کو پکڑے ہوئے ہیں، عورت کہہ رہی تھی کہ اس کی مہار کو چھوڑ دے یہ اونٹ میرا ہے۔ جب کہ وہ مرد عورت سے کہہ رہا تھا کہ تو جھوٹی ہے یہ میرا اونٹ ہے۔

میں نے اس مرد سے کہا کہ مجھے امیر المومنینؑ نے بھیجا ہے اور وہ تجھے عورت پر ظلم کرنے سے منع کر رہے ہیں۔

اس شخص نے گستاخی کرتے ہوئے کہا: علیؑ کو مجھ سے کیا کام، علیؑ اپنا کام کرے اور مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگیں کرے۔ اس نے پہلے تو بصرہ میں مسلمانوں کو قتل کیا ہے اور اب مجھ سے میرا اونٹ ہتھیا کر اس جھوٹی عورت کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔

عمار کہتے ہیں میں اس کی یہ بات سن کر مسجد کی طرف چلا تا کہ اپنے آقا و مولا کو

اس کی اطلاع کروں لیکن میرے داخل ہونے سے قبل ہی حضرت ذوالفقار لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور آپ کے چہرے پر غصہ طاری تھا اور آپ نے آتے ہی اس شخص سے فرمایا:

عورت کے اونٹ کو چھوڑ دے۔

اس شخص نے کہا: یہ اونٹ میرا ہے۔

حضرت نے فرمایا: لعین! تو جھوٹ بول رہا ہے۔

اس نے کہا: اگر یہ سچی ہے تو کوئی گواہ پیش کرے۔

حضرت نے فرمایا: آج اس کی گواہی وہ گواہ دے گا جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکے

گا۔

اس شخص نے کہا: اگر کسی سچے گواہ نے اس کے حق میں گواہی دے دی تو میں بھی

یہ اونٹ اس کے حوالے کر دوں گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اونٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے اونٹ تو کس کی ملکیت ہے؟

اونٹ نے خالص عربی زبان میں جواب دیا: امیر المومنین، سید الوصیین! میں دس

بارہ سالوں سے اس عورت کی ملکیت میں ہوں۔

حضرت نے عورت سے فرمایا: اپنا اونٹ لے جا۔ پھر آپ نے اس گستاخ پر

ذوالفقار کا وار کیا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۲۹)

✓ اقرارِ ولایت کی برکت

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے حضرت امیر المومنین کے غلام قنبر سے روایت کی۔

انہوں نے کہا: میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں تربوز کھانا چاہتا ہوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے ایک درہم دیا اور فرمایا اس سے جتنے بھی تربوز ملیں، وہ لے آؤ۔

میں درہم لے کر بازار گیا اور میں نے تین تربوز خرید کیے۔ اور میں نے ان میں سے ایک تربوز کاٹ کر چکھا تو مولا سے کہا کہ یہ کڑوا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اسے پھینک دو یہ دوزخ سے آیا اور دوزخ کی طرف جائے گا۔ میں نے دوسرا تربوز کاٹ کر چکھا تو وہ کھٹا تھا۔ میں نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ یہ کھٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے بھی پھینک دو۔ یہ دوزخ سے آیا اور دوزخ کی طرف جائے گا۔

پھر میں نے تیسرا تربوز کاٹا تو اس میں کیڑے تھے۔ میں نے حضرتؑ سے کہا کہ اس میں کیڑے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اسے بھی پھینک دو۔ یہ بھی دوزخ سے آیا اور دوزخ میں ہی جائے گا۔

پھر میرے آقا و مولاؑ نے مجھے ایک اور درہم دیا اور فرمایا: جاؤ تربوز لاؤ۔ دوسری مرتبہ بھی میں تین تربوز لے آیا اور آکر حضرتؑ کے سامنے رکھے اور عرض کیا: مولا! اب انھیں آپؐ ہی اپنے ہاتھوں سے کاٹیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: قنیر! اسے بھی تم ہی کاٹو یہ مامور ہے۔

میں نے اسے کاٹا تو وہ بیٹھا تھا۔ میں نے کہا: امیر المومنین! یہ بیٹھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی قاشیں بنا کر خود بھی کھاؤ اور ہمیں بھی کھاؤ۔ میں نے تربوز کے تین حصے کیے، ایک حصہ خود کھایا، ایک حصہ اپنے آقا و مولا کو دیا اور ایک حصہ مہمان کو کھلایا۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: قنیر! اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کو اہل آسمان، اہل زمین، تمام انسانوں، جنات اور تمام پھلوں کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ جس پھل نے بھی ہماری ولایت کو قبول کیا وہ پاکیزہ

اور بیٹھا بن گیا اور جس نے اسے قبول نہ کیا وہ خراب بدبودار بنا۔ (الاختصاص ص ۲۳۹)
 ۲- ثقۃ الاسلام کلینی رقم طراز ہیں کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کو پانی کے سامنے پیش کیا جس پانی نے ہماری ولایت کو قبول کیا وہ خوش ذائقہ اور بیٹھا بنا اور جس پانی نے ہماری ولایت کا انکار کیا وہ بے لذت اور کڑوا بنا۔ (الکافی ج ۶، ص ۳۹۰)

۳- موفی بن احمد نے اپنی اسناد سے سلمان فارسی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: علی! دائیں ہاتھ میں انگشتی پہنو، مقررین میں سے ہو جاؤ گے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مقررین کون ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: جبریل و میکائیل۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کون سا گنینہ پہنوں؟ آپؐ نے فرمایا: عقیق سرخ پہنو کیونکہ اس پہاڑ نے اللہ کی توحید اور میری نبوت اور تیری وصیت اور تیری اولاد کی امامت اور تیرے محبوب کی جنت اور تیرے شیعوں اور اولاد کے لیے فردوس کی گواہی دی تھی۔ (مناقب خوارزمی، ص ۲۳۳)

نقش انگشتی

سید رضی نے اپنی اسناد سے شیخ غزالی سے نقل کیا کہ جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آنحضرتؐ کے حالات سنے تو اس نے کہا: میں ان کا امتحان لوں گا۔ پھر اس نے آنحضرتؐ کے لیے کچھ تحفے تیار کرائے جن میں یاقوت و عقیق کی انگوٹھیاں تھیں۔ جب وہ تحفے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ تو آپؐ نے وہ تمام تحائف اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیے اور اپنے لیے صرف سرخ عقیق کی انگشتی کا انتخاب کیا۔ پھر آپؐ نے وہ

انگوٹھی حضرت علیؑ کے حوالے کی اور فرمایا:

یا علیؑ! مجھے ”لا الہ الا اللہ“ کا جملہ بڑا پسند ہے۔ تم یہ انگوٹھی لے کر نقاش کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اس کے گنبد پر ”لا الہ الا اللہ“ کندہ کر دے۔

حضرت علیؑ نقاش کے پاس گئے اور اس سے فرمایا: ”لا الہ الا اللہ“ رسول خدا کو پسند ہے لہذا تم اس پر یہ جملہ نقش کرو اور ”محمد رسول اللہ“ کا جملہ مجھے بہت زیادہ پسند ہے اسی لیے تم اس پر لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کے جملے نقش کرو۔ اس کے بعد حضرت علیؑ واپس لوٹ آئے۔

جب نقاش انگشتی لے کر آیا تو اس پر تین سطریں نقش تھیں: پہلی سطر پر لا الہ الا اللہ نقش تھا اور دوسری سطر پر محمد رسول اللہ نقش تھا اور تیسری سطر پر علی ولی اللہ نقش تھا۔

رسول خدا نے جب انگشتی کے نقش کو دیکھا تو انہوں نے حضرت علیؑ سے فرمایا: میں نے تو تم سے کہا تھا کہ مجھے ”لا الہ الا اللہ“ سے بڑی محبت تھی تم اس جملہ کو انگشتی پر نقش کراؤ۔ مگر تم نے یہ کیا کچھ لکھوا دیا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو لا الہ الا اللہ پسند تھا اور مجھے محمد رسول اللہ پسند تھا اسی لیے میں نے نقاش کو صرف دو جملے نقش کرنے کو کہے تھے۔ تیسری سطر لکھنے کا حکم میں نے نہیں دیا۔ خدا جانے اس نے یہ سطر کیوں نقش کر دی۔ اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کیا:

محمدؐ! اللہ رب العزت آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ کو ”لا الہ الا اللہ“ سے محبت ہے۔ آپ نے اس کے لکھنے کا حکم دیا اور علیؑ کو ”محمد رسول اللہ“ سے محبت ہے اس نے اس کے لکھنے کا حکم دیا اور مجھے ”علی ولی اللہ“ سے محبت ہے۔ اسی لیے اس کو میں نے نقش کر دیا ہے۔ (المناقب الفاخرة)

۲- ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول خدا

نے حضرت علیؑ کو اپنی انگوٹھی دے کر فرمایا کہ اسے نقاش کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو

کہ وہ اس پر ”محمد بن عبد اللہ“ کے الفاظ کندہ کر دے۔

حضرت علی نقاش کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ انگٹھی پر ”محمد بن عبد اللہ“ کے الفاظ کندہ کر دو۔

جب نقاش الفاظ کندہ کرنے لگا تو اس نے ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ کندہ کیے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے تجھے یہ الفاظ تو نہیں بتائے تھے تم نے یہ الفاظ کیوں کندہ کیے؟

نقاش نے کہا: آپ درست فرما رہے ہیں میرے ہاتھ سے لغزش ہوگئی اور مجھ سے انجانے میں یہ الفاظ کندہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ اس نقاش کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ نے جو الفاظ کندہ کرانے کے لیے مجھے بھیجا تھا میں نے اس سے وہی الفاظ کندہ کرنے کے لیے کہا لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے لغزش ہوگئی اور مذکورہ الفاظ کی بجائے ”محمد رسول اللہ“ کندہ ہو گیا۔

رسول خداؐ نے فرمایا: کوئی بات نہیں۔ میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی ہوں۔ یہ انگٹھی تم پہن لو۔

حضرت علیؑ نے وہ انگٹھی پہنی دوسرے دن آپؐ نے انگٹھی کو دیکھا تو ”محمد رسول اللہ“ کے نیچے ”علی ولی اللہ“ کے الفاظ کندہ تھے۔ یہ عبارت دیکھ کر انھیں بے حد تعجب ہوا اور انہوں نے رسول خداؐ سے یہ واقعہ عرض کیا۔

اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور کہا:

محمد! جو آپؐ نے چاہا آپؐ نے لکھوایا اور جو ہم نے چاہا وہ ہم نے لکھوایا۔
(مناقب ابن شہر آشوب)

درِ خیبر کا اکھاڑنا

حافظ رجب البرسی رقم طراز ہیں کہ فتح خیبر کے بعد جب شاہ خیبر کی بیٹی صفیہ کو آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے دیکھا تو آپؐ کو اس کے چہرے پر تازہ زخم دکھائی دیا۔

رسول اکرمؐ نے اس سے پوچھا: تو ایک شاہزادی ہے تیرے چہرے پر یہ زخم کیسے

لگا؟

صفیہ نے کہا: یا رسول اللہ! جب علیؑ نے درِ خیبر اکھاڑا تو دروازے کے اکھڑنے کی وجہ سے قلعہ میں ایک بھونچال سا آ گیا۔ میں اس وقت ایک تخت پر بیٹھی نظارہ کر رہی تھی چنانچہ میں تخت سے نیچے گری اور اس کا ایک پایہ میرے چہرے پر لگا جس سے یہ زخم ہو گیا۔

رسول خداؐ نے فرمایا: صفیہ! علیؑ کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے۔ جب اس نے درِ خیبر کو اکھاڑا تو اس سے صرف قلعہ میں ہی زلزلہ نہیں آیا بلکہ علیؑ کے جوش کو دیکھ کر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں لرز گئیں اور علیؑ کی حمایت میں رحمن کا عرش بھی لرزنے لگا۔

اس دن حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے پوچھا تھا: ابوالحسن! مجھے تعجب ہے آپؐ تو تین دن کے بھوکے تھے پھر آپؐ نے درِ خیبر کو کیسے اکھاڑا؟
حضرت علیؑ نے جواب میں فرمایا:

ما قلعته بقوة بشرية ولكن قلعته القوة الهية ونفس بقاء
ربها مطمئنة مرضية

میں نے قلعہ خیبر کے دروازے کو بشری قوت سے نہیں قوتِ الہیہ اور
ایسے نفس کے ساتھ اکھاڑا جو اپنے رب کی ملاقات پر مطمئن اور راضی

تھا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۱۱۰)

علیؑ کی تلوار کا وزن

حافظ رجب البرسی لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ علیہ السلام نے مرحب پر ذوالفقار کا وار کیا اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے زمین پر ترستا ہوا چھوڑا تو اس وقت جبریلؑ متعجب ہو کر نازل ہوئے۔ رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا:

تمہیں کس بات سے اتنا تعجب ہو رہا ہے؟

جبریل امینؑ نے جواب دیا: اس وقت آسمان کے تمام فرشتے مل کر لافسی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ اور مجھے ذاتی طور پر تعجب تو اس وجہ سے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تھا تو میں نے اس بدکار قوم کے سات شہروں کو زمین سے کاٹ کر اپنے پروں پر اٹھایا تھا اور میں نے انھیں اتنا بلند کیا تھا کہ حاملین عرش نے ان کے مرغوں کی آوازیں اور ان کے بچوں کے رونے کی صدائیں سنی تھیں اور میں نے انھیں صبح ہونے تک اپنے پروں پر اٹھائے رکھا اور اللہ کے فرمان کا انتظار کرتا رہا۔ مجھے ان کا بوجھ ذرہ برابر بھی محسوس نہ ہوا۔ اور آج جب علیؑ نے اپنی ہاشمی ضرب چلائی تو خدا نے مجھے حکم دیا کہ اس کی تلوار کا کوئی پکڑ لوں تاکہ اس کی تلوار زمین کو چیر کر اس ثور تک نہ پہنچ جائے جس نے زمین کے بوجھ کو اٹھا رکھا ہے تاکہ زمین پلٹنے سے محفوظ رہ سکے۔

چنانچہ میں نے حکم خداوندی سے علیؑ کی تلوار کے کونے کو پکڑا تو اس کا وزن مجھے قوم لوط کے شہروں سے بھی زیادہ محسوس ہوا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اسرافیلؑ اور میکائیلؑ نے بھی علیؑ کے بازو کو ہوا میں پکڑا ہوا تھا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۱۱۰)

جنگِ صفین

سید مرتضیٰ علم الہدی رقمطراز ہیں کہ عبد اللہ بن عباس نے کہا:

مائیں علیؑ کا نظیر پیدا کرنے سے بانجھ ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے علیؑ جیسا سالار نہ تو سنا نہ آنکھوں سے دیکھا۔ خدا کی قسم! جنگِ صفین کے موقع پر میں نے دیکھا کہ آپؑ نے سفید عمامہ باندھ رکھا تھا اور آپؑ کی آنکھوں سے جلال ٹپک رہا تھا اور آپؑ اپنے فوجی گرد و ہوں کو جنگ کی ترغیب دے رہے تھے اور آپؑ ترغیب دیتے ہوئے میرے پاس بھی تشریف لائے۔ اس وقت میں بھی ایک گردہ کا سالار تھا۔

اتنے میں لشکرِ معاویہ میں سے اس کا ممتاز ترین گردہ نمودار ہوا جسے ”کسبہ شہباء“ کہا جاتا تھا۔ یہ گردہ بیس ہزار گھوڑوں پر سوار تھا اور انہوں نے اپنے آپ کو لوہے میں چھپایا ہوا تھا۔ ان کی آنکھوں کے علاوہ ان کے وجود کا کوئی بھی حصہ کہیں سے دکھائی نہیں دیتا تھا اور جب وہ اکٹھے ہمارے لشکر کی طرف روانہ ہوئے تو انھیں دیکھ کر اہل عراق کے حوصلے پست ہو گئے۔

جب امیر المومنینؑ نے محسوس کیا کہ آپؑ کا لشکر اس دستہ کو دیکھ کر گھبرا گیا ہے تو آپؑ نے اپنے لشکر کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اہل عراق تمہیں ان سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ متفرق وجود ہیں اور یہ ڈرپوک دلوں کے مالک ہیں اور آنے والے وہ مٹی کی دلہن ہیں جو ہوا کا ایک تیز جھونکا بھی برداشت کرنے سے قاصر ہیں ان کی باگیں شیطان کے ہاتھ میں ہیں اور بدعت کے داعی نے انھیں گمراہ کر رکھا ہے۔ یہ تو باطل پرست ٹولہ ہے جب اہل حق کی تلواریں ان کے وجود سے ٹکرائیں گی تو یہ ایسے ہی بھاگیں گے جیسے تیز آندھی میں پتنگے اڑنے لگتے ہیں۔ لہذا خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ، اطمینان و وقار کی چادر اوڑھ لو اور اپنے دانتوں کو بھیج لو اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جایا کرتی ہیں۔ زرہ کی تکمیل کرو

تکواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جلا لو اور دشمن کو ترجیحی نگاہوں سے دیکھتے رہو دائیں بائیں دونوں اطراف نیزوں کے وار کرو دشمن کو نیزوں کی باڑ پر رکھ لو اور تکواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ یقین رکھو کہ تم اللہ کے روبرو اور رسول خدا کے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو۔ بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو۔ اس لیے کہ یہ نسلوں کے لیے ننگ و عار اور روزِ محشر دوزخ کی آگ کا باعث ہے۔ خوشی سے اپنی جانیں اللہ کے سپرد کرو اور باوقار طریقہ سے موت کی جانب پیش قدمی کرو اور شامیوں کی اس جماعت اور طنابوں سے کھینچے ہوئے خیمے کو اپنے پیش نظر رکھو اور اس کے وسط پر حملہ کر دو اس لیے کہ شیطان اس کے ایک گوشے میں چھپا ہوا ہے جس نے ایک طرف تو حملے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے اور دوسری طرف بھاگنے کے لیے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو یہاں تک کہ حق صبح کے اُجالے کی طرح ظاہر ہو جائے۔ تم ہی غالب ہو اور خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا۔

پھر آپ نے اپنے لشکر سے فرمایا کہ آنے والے دستہ سے مت ڈرو۔ میں خود ہی ان سے نمٹ لوں گا۔ اس کے بعد حضرتؓ نے تکبیر بلند کی اور ان پر شدید حملہ کر دیا اور برق رفتاری سے کبھی دائیں حملہ کرتے اور کبھی بائیں حملہ کرتے۔ یہاں تک کہ غبار اٹھا جس میں ہر طرف گرتے ہوئے سر دکھائی دیتے تھے اور کلتے ہوئے ہاتھ نظر آتے تھے۔ آخر کار معاویہ کا وہ مایہ ناز دستہ دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ جب وہ بھاگ گئے تو آپؐ اپنے لشکر کی طرف پلٹے۔ اس وقت آپؐ کی تکوار سے خون ٹپک رہا تھا اور آپؐ قاتلوا ائمة الکفر فانهم لا ایمان لهم لعلهم یتھون ”کفر کے سربراہوں سے جنگ کرو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے تاکہ وہ باز آجائیں“ کی آیت تلاوت کر رہے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس دستہ کے بھگوڑے سپاہی معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ نے پہلے تو اپنے دستہ کی بربادی پر افسوس کا اظہار کیا۔ پھر اس نے ان سپاہیوں کو

بھاگنے کی ملامت کی تو ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ علیؑ نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔ میں بھاگتا نہ تو اور کیا کرتا اور جب میں بھاگ رہا تھا تو علیؑ میرے تعاقب میں تھا۔ معاویہ نے کہا: تم پر افسوس! علیؑ فردِ واحد ہے وہ پوری متفرق جماعت کے ایک ایک فرد کے پیچھے کیسے بھاگ سکتا تھا۔ (عیون المعجزات، ص ۴۸)

علیؑ کا نام اسمِ اعظم ہے

حافظ رجب البرسی رقم طراز ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک یہودی ان کا ہم سفر بن گیا اور راستے میں جب ایک مقام پر آئے تو وہاں ایک پہاڑی نالہ اپنی پوری قوت کے ساتھ بہہ رہا تھا:

حضرت علیؑ علیہ السلام رک گئے۔ یہودی نے ایک چادر پانی پر بچھائی اور خود اس پر بیٹھ گیا۔ چند لمحات بعد وہ خیریت سے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ پھر اس نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا: اگر تیرے پاس بھی وہ ورد ہوتا جو میرے پاس ہے تو پھر تو بھی میری طرح ندی کو پار کر سکتا تھا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اسے آواز دے کر فرمایا کہ یہاں ٹھہرے رہو میں ابھی آجاتا ہوں۔ پھر آپؑ نے پانی کو اشارہ کیا۔ پانی آپ کا اشارہ پا کر فوراً جم گیا اور آپ بڑے آرام و سکون سے اس کی سطح پر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

جب یہودی نے حضرتؑ کا یہ معجزہ دیکھا تو وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے

لگا:

آپؑ نے پانی پر کون سا ورد پڑھا تھا جس سے وہ جم گیا؟

حضرتؑ نے اس سے فرمایا: نہیں پہلے تم بتاؤ کہ تم نے کون سا ورد پڑھا تھا جس کی برکت سے تم چادر پر بیٹھ کر دوسرے کنارے پر پہنچ گئے؟

یہودی نے کہا کہ میں نے تو ایک اسمِ اعظم پڑھ کر اللہ سے دعا کی تھی۔ یہ اسی اسم

اعظم کا اثر تھا جس کی وجہ سے میں نے چادر پر ندی کو پار کیا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: وہ اسم اعظم کیا تھا؟

اس نے کہا: میں نے اللہ کو محمدؐ کے وصی کے نام کا واسطہ دیا تھا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: مجھے پہچانو! محمدؐ کا وہی وصی میں ہوں جس کا تم نے واسطہ دیا تھا۔

یہودی یہ سن کر آپؐ کے ہاتھوں کو بوسے دینے لگا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔
(مشارق انوار الیقین، حافظ رجب البری)

علیؑ کا نام وہ پارس ہے جس سے پتھر بھی سونا بن جاتا ہے

حافظ رجب البری لکھتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے آقا و مولا امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے میرے چہرے پر پریشانی کی علامات ملاحظہ فرمائیں تو مجھ سے کہا: تو پریشان کیوں ہے؟

میں نے عرض کی کہ میں نے ایک شخص کا قرض ادا کرنا ہے اور آج وہ مطالبہ کے لیے آیا ہے جب کہ میرے پاس ادا کرنے کو پھوٹی کوڑی تک نہیں ہے۔

آپؐ نے سامنے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اسے اٹھا لے اور اس سے اپنا قرض ادا کر۔

میں نے کہا: مولا! مگر یہ تو پتھر ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو میرے نام کا واسطہ دے۔ یہ پتھر سونا بن جائے گا۔

عمار کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کے نام کا واسطہ دے کر خدا سے سوال کیا تو پتھر پتھر زرہا بلکہ سونا بن گیا۔

آپؐ نے فرمایا: اس میں سے اپنی حاجت کے مطابق سونا لے لو۔

میں نے کہا: مولا! یہ نرم کیسے ہوگا؟
 آپؑ نے فرمایا: اے ضعیف الیقین! اللہ کو میرے نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا
 کہ یہ نرم ہو جائے۔ میرے نام کی برکت سے تو داؤدؑ کے لیے لوہا موم ہوا تھا۔
 میں نے ایسا کیا تو سونا نرم ہو گیا۔ مجھے اپنی ضروریات کے لیے جتنا سونا مطلوب
 تھا میں نے اتنا لے لیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب خدا کو میرے نام کا واسطہ دے کر سوال کر کہ وہ اسے
 دوبارہ پتھر میں بدل دے۔

اور جب میں نے ایسا کیا تو وہ سونا سونا نہ رہا بلکہ پتھر بن گیا۔ (مشارق
 انوار الیقین، ص ۱۷۳)

سگریزوں کا جواہر بننا

مرحوم راوندی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں
 تشریف فرما تھے اور آپؑ کے اصحاب آپؑ کے گرد بیٹھے تھے۔ اتنے میں آپؑ کے ایک
 صحابی نے کہا: مولا! میں تو تعجب کرتا ہوں کہ یہ دنیا آپؑ کے دشمنوں کے ہاتھوں میں ہے
 جب کہ آپؑ کے ہاتھ اس سے خالی ہیں!

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم دنیا کو طلب کرتے ہیں لیکن وہ
 ہمیں نہیں ملتی؟

پھر آپؑ نے مسجد کے سگریزوں کو مٹھی میں لے کر مٹھی کو کھولا تو وہ چمکتے ہوئے
 جواہرات میں تبدیل ہو چکے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: دیکھو یہ کیا ہے؟
 حضرت کے ساتھیوں نے کہا: مولا! یہ نایاب جواہرات ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر ہم دنیا کی خواہش کرتے تو وہ ہمارے پاس موجود ہوتی
 لیکن ہم دنیا کے طالب ہی نہیں ہیں۔ پھر آپؑ نے ان جواہرات کو فرش مسجد پر پھینکا تو وہ

ہیں یہ اژدہا بن جائیں اور ہمیں ڈس لیں۔ پھر ہمیں اپنے شکم میں نگل لیں۔

حضرت سلمان نے اللہ تعالیٰ کو محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر ان کی ہلاکت کی دعا کی۔ جیسے ہی دعا کے الفاظ ختم ہوئے تو ان کے کوڑے اژدہا بن گئے اور ہر اژدہا کے دو منہ تھے۔ ایک منہ سے تو اس نے یہودی کو ڈسا اور دوسرے منہ سے اسے نگل لیا۔

رسول خداؐ اپنی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے بھائی سلمان کی مدد کی ہے اور ان کی دعا سے یہودیوں کے کوڑے اژدہا میں بدل گئے ہیں جنہوں نے یہودیوں کو پہلے تو ڈسا بعد ازاں انہیں نگل لیا۔ آؤ ہم بھی چل کر ان اژدہاؤں کو دیکھیں جنہوں نے سلمان کی مدد کی ہے۔

آپؐ اپنے صحابہ کو لیے ہوئے وہاں پہنچے تو وہاں پر ایک کہرام برپا تھا اور یہودی اور منافق اس گھر سے کافی فاصلے پر کھڑے ہو کر مرنے والوں پر رو دھور رہے تھے مگر کسی کو موقع پر جانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔

جب آنحضرتؐ وہاں تشریف لائے تو ان اژدہاؤں نے سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیکم یا محمد یا سید الاولین والآخرین - السلام

علیک یا علی یا سید الوصیین - السلام علی ذریعتک

الطیبین الظاہرین الذین جعلوا علی الخلائق قوامین

یا رسول اللہ! اے اولین و آخرین کے سردار آپؐ پر سلام ہو اور

اوصیاء کے سردار علیؑ! آپؐ پر سلام ہو اور آپؐ کی طیب و طاہر اولاد

پر سلام ہو جنہیں مخلوق کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے۔

پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اصل میں ان یہودیوں کے کوڑے تھے۔ اللہ

تعالیٰ نے اس مومن کی دعا کی وجہ سے ہمیں اژدہا کی شکل و صورت دے دی ہے۔

اس وقت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

اس ذات کی حمد ہے جس نے میری امت میں نوع کی طرح سے مستجاب

سکریزوں میں بدل گئے۔ (الخراج والخراج، ج ۲، ص ۶-۷)

محمد و آل محمد کے واسطہ کی تاثیر

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت سلمان فارسی کا مذاق اڑایا اور انھیں اذیت دیتے ہوئے کہا: تم خدا سے یہ سوال نہیں کرتے کہ وہ ہمیں توفیق دے اور ہم تجھے نہ ستائیں اور جو کچھ ہم چاہتے ہیں تم اس کے لیے بھی اللہ سے دعا نہیں مانگتے۔ اور تم ہمیشہ ہمیں یہ کہہ کر ڈراتے رہتے ہو کہ اگر تم نے خدا کو محمد و آل محمد کا واسطہ دے کر دعا مانگی تو تمہاری دعا مسترد نہ ہوگی۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم ہماری ہلاکت کی دعا کرو۔

سلمان فارسی نے کہا: میں تم پر اس لیے بددعا نہیں کرتا کہ ممکن ہے ابھی تمہاری صلوٰہوں میں سے کسی مومن نے جنم لینا ہو اور میں تمہیں ہلاک کرا کے پیدا ہونے والے مومنین کی آمد کو روکنا نہیں چاہتا۔

یہودیوں نے کہا: تم درمیانی راہ اختیار کر لو اور یوں دعا مانگو کہ ہم میں سے جس کی صلب سے کسی مومن نے جنم نہیں لینا اللہ اسے ہلاک کر دے۔

اسی اثنا میں حضرت سلمان کے لیے حجاب ہٹ گئے اور انہوں نے رسول خدا کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: سلمان! جس طرح سے وحی کے ذریعہ سے حضرت نوح کو معلوم ہو گیا تھا کہ کافروں کی نسل میں سے کوئی مومن جنم نہیں لے گا اور انہوں نے مخالفین پر بددعا کی تھی اسی طرح سے مجھے بھی اللہ کی طرف سے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان یہودیوں کی اصلا ب میں سے کوئی مومن پیدا نہیں ہوگا۔ لہذا تم بے دریغ ان پر بددعا کرو۔

حضرت سلمان نے یہودیوں سے کہا: اب بتاؤ تم کس طرح کی ہلاکت پسند

کرتے ہو؟

یہودیوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں اس وقت جو کوڑے

الدعوات افراد پیدا کیے ہیں۔

پھر اژدہاؤں نے خالص عربی زبان میں آنحضرتؐ سے کہا:

یا رسول اللہ! ہمیں ان لوگوں پر سخت غصہ ہے جو آپؐ کے اور آپؐ کے بھائی کے احکام سے انحراف کرتے ہیں۔ آپؐ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ ہمیں دوزخ کے اژدہا بنادے جہاں ہم ایسے کافروں کو ہمیشہ کے لیے عذاب دیتے رہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جن لوگوں کو نگاہا ہے پہلے انھیں اپنے شکم سے اُگل دو تا کہ ان کے وارث انھیں دفن کریں اور یوں ان کی رسوائی کی تکمیل ہو سکے۔ پھر تم زمین میں گھس جاؤ وہاں سے تم خود بخود دوزخ میں پہنچ جاؤ گے۔

آنحضرتؐ کا فرمان سن کر اژدہاؤں نے ننگے ہوئے افراد کو باہر اُگل دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں کے حسد اور بغض میں اضافہ ہوا۔ پھر آنحضرتؐ نے سلمان سے فرمایا:

تو ہمارے مخلص مومن بھائیوں میں سے ہے اور تو ان لوگوں میں سے ہے جن سے ملائکہ محبت کرتے ہیں اور ملاء اعلیٰ میں تو بڑا معروف و مشہور ہے۔ (تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام ص ۷۰-۷۲)

شبِ ہجرت علیؑ کے ایثار پر خدا کا ملائکہ پر مباحثات کرنا

علمائے خامہ و عامہ کی ایک بہت بڑی جماعت رقم طراز ہے کہ شبِ ہجرت جب حضرت علیؑ حضرت رسول خداؐ کے بستر پر چادر تان کر تلواریں اور نیزوں کے سائے میں سوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل سے فرمایا: میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ مگر تم میں سے ایک کی عمر اپنے بھائی سے لمبی ہے تو کیا لمبی عمر والا اپنی عمر اپنے بھائی کو دینے پر آمادہ ہے؟

جبریل و میکائیل نے کہا: نہیں خدایا! ہم ایسا نہیں کریں گے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میرے ولی علی بن ابی طالبؑ کی سنت پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ میں نے اسے اپنے نبی محمدؐ کا بھائی بنایا ہے۔ اپنی جان کو محمدؐ پر نچھاور کر کے اس کے بستر پر سو چکا ہے۔ اور اس نے اپنی جان کو محمدؐ کی جان پر قربان کر دیا ہے۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو۔

جبریل و میکائیل اترے۔ جبریل حضرتؑ کے سرہانے بیٹھ گئے اور میکائیل حضرتؑ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے اور اس وقت جبریل امینؑ نے کہا:

بخ بخ من مثلک یا بن ابی طالب واللہ یناہی بک
الملائکۃ

فرزند ابوطالب! تجھے مبارک ہو۔ تجھ جیسا کون ہو سکتا ہے۔ اللہ تیری وجہ سے ملائکہ پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔

حضرتؑ کے لشکر کے لیے غیب سے سامان رسد کا پہنچنا

ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جب حضرت جبریلؑ نے طویل عرصہ تک اپنے لشکر سمیت صفین میں قیام کیا تو اہل لشکر نے زاد اور چارہ ختم ہونے کی شکایت کی اور کہا کہ یہاں رہ کر ہم زاد اور چارہ حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کل تک تمہارے اور تمہارے جانوروں کی غذا یہاں پہنچ جائے گی۔

دوسرے دن اہل لشکر نے آپؐ سے سامان خورد و نوش کا تقاضا کیا تو آپؐ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ لشکر اور اس کے جانوروں کو سامان خورد و نوش فراہم کرے۔

آپؐ دعا ختم کر کے ٹیلے سے نیچے اترے تو بہت سے اونٹ وہاں پہنچ گئے جن پر گوشت کھجوریں اور آٹا لدا ہوا تھا اور سامان خورد و نوش اتنا زیادہ تھا کہ اہل لشکر کے لیے

اس کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ پھر کچھ اور اونٹ آئے جن پر جانوروں کا چارہ لدا ہوا تھا۔ ساربانوں نے اونٹوں سے سامان اُتارا اور واپس چلے گئے۔ کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سامان رسد لانے والے کون تھے؟ انسان تھے یا جن تھے؟ تمام لشکر نے آپ کے معجزہ سے تعجب کیا۔ (الثقب فی المناقب، ص ۱۵۷)

حضرت کا چٹان ہٹا کر پانی برآمد کرنا اور رہب کا اسلام قبول کرنا شیخ مفید ”ارشاد“ میں رقم طراز ہیں:

عامہ و خاصہ کے اہل سیر نے اس خبر کو نقل کیا ہے اور یہ واقعہ اتنا مشہور ہے کہ شعراء نے اس واقعہ کو اپنی نظموں میں قلم بند کیا اور فصحاء و بلغاء اور علماء نے اسے عوام الناس کے سامنے پورے تواتر سے نقل کیا ہے اور اسی شہرت کی وجہ سے ہمیں اس واقعہ کے اسناد بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے:

امیر المومنین علیہ السلام اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر صفین کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں لشکر کا پانی ختم ہو گیا اور انہوں نے دائیں بائیں پانی کو تلاش کیا لیکن انھیں کہیں بھی پانی نہ مل سکا۔ فوج نے امیر المومنین سے پانی کے ختم ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے لشکر کو ساتھ لیا اور آپ نے راستے کو چھوڑ کر صحرا کا رخ کیا۔ ابھی آپ نے تھوڑا سا سفر کیا تھا کہ صحرا میں ایک راہب کا گرجا دکھائی دیا۔ آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں آئے اور راہب سے فرمایا: کیا یہاں کہیں پانی ہے؟

راہب نے کہا: پانی یہاں سے دو فرسخ دور ہے اور میرے عقیدت مند ہر ناہ وہاں سے کچھ پانی لا کر میرے پاس رکھ دیتے ہیں اور میں بڑی احتیاط سے اسے استعمال کرتا رہتا ہوں۔ اگر میرے عقیدت مند پانی نہ لائیں تو میں ہلاک ہو جاؤں۔

امیر المومنینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم نے راہب کی بات سن لی ہے۔

اب تمہارا ارادہ کیا ہے؟

فوجیوں نے کہا: مولا! اب ہم دو فرخ کا سفر طے کر کے پانی تک پہنچیں گے۔
آپؐ نے فرمایا: نہیں تمہیں اتنی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پانی یہاں بالکل قریب ہی موجود ہے۔

پھر آپؐ اپنے سپاہیوں کو راہب کے گرجا کے قریب ایک مقام پر لے گئے اور فرمایا: تم لوگ اس مٹی کو ہٹاؤ یہاں سے پانی برآمد ہوگا۔

آپؐ کے سپاہیوں نے اس جگہ سے مٹی ہٹائی تو وہاں ایک سفید رنگ کی چٹان نمودار ہوئی۔ آپؐ کے سپاہیوں نے اسے ہتھوڑوں سے توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن ان کی کوئی بھی کوشش کارگر ثابت نہ ہوئی۔ انہوں نے امیر المومنینؑ سے کہا کہ مولا! اب چٹان ظاہر ہوئی ہے جسے ہم توڑنے اور ہٹانے سے قاصر ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: میں خود اسے ہٹا دوں گا۔ پھر آپؐ وہاں تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے اس چٹان کو پکڑ کر اسے ہلایا تو وہ ہلنے لگ گئی۔ پھر آپؐ نے اسے پوری قوت سے دُور پھینک دیا۔

جب چٹان وہاں سے ہٹی تو پانی نمودار ہوا۔ حضرت کے سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے وہاں سے پانی پیا اور وہ پانی انتہائی ٹھنڈا اور میٹھا تھا اور حضرت کی سپاہ نے پورے سفر کے دوران اس سے بہتر پانی نہیں پیا تھا۔ آپؐ نے سپاہیوں سے فرمایا کہ خوب پانی پی لو اور مشکیں بھرو۔ جب آپؐ کی سپاہ نے اپنی مشکیں بھر لیں تو آپؐ نے اس چٹان کو اٹھا کر دوبارہ اس کے مقام پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ اس پر مٹی ڈال کر اس کا نشان مٹا دیا جائے۔

راہب اپنے صومعہ سے یہ سارا منظر دیکھتا رہا۔ جب پانی کا نشان مٹ گیا تو راہب نے اپنے گرجا سے آواز دے کر کہا: لوگو! مجھے اتارو۔

لوگوں نے اسے اتارا وہ امیر المومنینؑ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور آپؐ سے کہنے لگا:

کیا آپ نبی مرسل ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: نہیں میں نبی مرسل نہیں ہوں۔

پھر اس نے کہا: تو کیا آپ مقرب فرشتہ ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: نہیں، میں ملک مقرب بھی نہیں ہوں۔

پھر اس نے کہا: پھر آپ خود ہی بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں رسول خدا کا وصی ہوں۔

راہب نے کہا: آپ ہاتھ دراز کریں میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا

ہوں۔

حضرتؑ نے ہاتھ دراز کیا اور اس سے فرمایا کہ تم کلمہ شہادتین پڑھو۔

راہب نے کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان

محمدًا عبده ورسوله واشہد انک وصی رسول اللہ واحق الناس بالامرہ من

بعده۔ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد لا شریک ہے اور

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا

ہوں کہ آپ رسول خدا کے وصی اور ان کے جانشین ہیں۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے سامنے اسلام کے دوسرے

شرائط بیان کیے۔

پھر آپؑ نے اس سے فرمایا: تمہارے اسلام لانے کی وجہ کیا ہے؟

اس نے کہا: امیر المومنینؑ! یہ دیر اس چٹان کے اکھاڑنے والے کے انتظار کے

لیے بنایا گیا تھا۔ مجھ سے پہلے یہاں کئی افراد رہائش پذیر رہے اور وہ آپ کا انتظار کرتے

کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر انھیں یہ شرف نصیب نہ ہوا۔ جب کہ اللہ نے یہ

شرف میرے ہی مقدر میں لکھا تھا۔ ہماری کتابوں میں مذکور ہے اور ہمارے علماء نے

ہمارے بزرگوں سے بیان کیا تھا کہ اس صحرا میں ایک چٹان ہے جس کے مقام کو نبی یا نبی

کے وصی کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا اور عنقریب اللہ کا ایک ولی آئے گا جو حق کا داعی ہوگا اور وہ اس چٹان کو اس کی جگہ سے ہٹا کر پانی برآمد کرے گا۔

اور جب آج آپ نے اس چٹان کو ہٹایا اور اس کے نیچے سے پانی برآمد کیا تو مجھے اپنا گوہر مقصود نظر آ گیا اور میرے دل کی تمنا پوری ہو گئی۔ لہذا آج میں آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرتا ہوں اور آپ کے حق پر ایمان لانے کا اعلان کرتا ہوں۔

جب امیر المومنینؑ نے راہب کی یہ گفتگو سنی تو آپ اتار روئے کہ آپ کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

الحمد لله الذي لم اكن عنده منيا ”اس ذات کی حمد ہے جس نے مجھے یاد رکھا اور اس ذات کی حمد ہے جس نے اپنی کتابوں میں میرا ذکر کیا۔“

پھر آپؑ نے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ لوگو! آؤ اور اپنے اس مسلمان بھائی کی گفتگو کو سنو۔

لوگوں نے اس نو مسلم راہب کی باتیں سنیں اور انہوں نے اللہ کی حمد بجالائی اور امیر المومنینؑ کی معرفت حاصل ہونے پر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

پھر راہب آپؑ کی فوج میں شامل ہو گیا اور وہ جنگ صفین میں شہید ہوا۔ آپؑ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا اور اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ (الارشاد ص ۱۷۶-۱۷۷)

مقامِ برائٹا پر ایک راہب کا مشرف بہ اسلام ہونا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ الفقیہ میں رقم طراز ہیں:

جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ خوارج کے قتال کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے مقامِ برائٹا پر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس وقت ہماری تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ وہاں ایک عیسائی راہب کی خانقاہ بنی ہوئی تھی۔ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو

راہب اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور اس نے کہا: اس لشکر کا سالار کون ہے؟
ہم نے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے
سلام کر کے کہا: میرے آقا! کیا آپ نبی ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: نہیں، نبیؐ میرے سردار تھے اور ان کی وفات ہو چکی ہے۔
راہب نے کہا تو کیا آپ نبیؐ کے وصی ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: جی ہاں۔
پھر آپؐ نے راہب سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور یہ بتاؤ تم نے یہ بات کیوں پوچھی
ہے؟

اس نے کہا: مقام برائے پر یہ خانقاہ اسی مقصد کے لیے بنائی گئی تھی اور میں نے
سابقہ کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے کہ اتنے بڑے مجمع کے ساتھ اس مقام پر یا نبی نماز
پڑھے گا یا نبی کا وصی نماز پڑھے گا۔ اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔
حضرت جابر فرماتے ہیں کہ وہ راہب مسلمان ہو گیا اور ہمارے ساتھ کوفہ کی
طرف چل پڑا۔

حضرت علی علیہ السلام نے راہب سے پوچھا یہاں کس نے نماز پڑھی تھی؟
راہب نے کہا: یہاں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ نے نماز پڑھی تھی۔
حضرت نے فرمایا: میں بتاؤں یہاں کس نے نماز پڑھی تھی؟
راہب نے کہا: جی ہاں، آپ بتائیں۔
حضرت نے فرمایا: یہاں ابراہیم خلیل علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ (سن
لا محضرہ الفقہ ج ۱، ص ۲۳۲)

چٹان ہٹا کر چشمہ را حوما کا برآمد کرنا اور راہب کا اسلام لانا
امیر المومنین علیہ السلام اپنے لشکر کو لے کر صفین کی طرف جا رہے تھے۔ جب

آپ ”قریہ صندوق“ سے آگے گئے تعلق ووق اور بنجر میدان دکھائی دیا۔ آپ نے اس بیابان میں اپنی تھکی ہوئی فوج کو آرام کے لیے ٹھہرایا۔

مالک اشتر نے آپ سے کہا: مولا! یہاں تو پانی ہی نہیں ہے۔ لہذا آپ فوج کو یہاں سے لے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: مالک! اللہ تعالیٰ ہمیں یہاں پانی عطا فرمائے گا۔ تم اپنے ساتھیوں کو بلا کر یہاں زمین کھودو۔ ان شاء اللہ یہاں ہمیں پانی ملے گا۔

فوجیوں نے وہاں زمین کھودی تو سیاہ چٹان نمودار ہوئی جسے ایک سو افراد بھی حرکت نہ دے سکے۔ امیر المومنینؑ کو خبر دی گئی تو آپؑ اس مقام پر آئے اور آپؑ نے آسمان کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

طاب طاب یا عالم یا ثابوۃ شمیا کو با جانوۃ تو دیشا بر جوۃ

آمین آمین رب العالمین رب موسیٰ و ہارون

بعد ازاں آپؑ نے اس چٹان کو ہاتھ سے پکڑ کر چالیس ہاتھ کے فاصلے پر پھینک دیا۔ جب چٹان ہٹی تو اس کے نیچے سے پانی ظاہر ہوا جو کہ شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور یاقوت سے زیادہ صاف تھا۔ آپؑ کے لشکر نے خود پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا۔

اس کے بعد حضرتؑ نے پھر چٹان کو اٹھا کر اسی جگہ پر رکھ دیا اور اس پر مٹی ڈال کر اس کا نشان تک مٹا دیا اور وہاں سے کوچ کیا۔ تھوڑا سا سفر کرنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کوئی اس چشمہ کی جگہ کو جانتا ہے؟

سب نے کہا کہ ہم جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جاؤ اس مقام کو تلاش کرو۔

حضرتؑ کی سپاہ نے بہتیرا ڈھونڈا مگر اس کا کہیں نام و نشان تک دکھائی نہ دیا۔

اسی صحرا میں ایک گر جاتا تھا اور اس میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ راہب اپنی خانقاہ سے نکل کر آپؑ کی طرف آیا۔ جب امیر المومنینؑ نے اسے دیکھا تو آپؑ نے

اس سے فرمایا: تو شمعون ہے؟

راہب نے کہا: جی ہاں۔ لیکن یہ میرا وہ نام ہے جسے صرف میری ماں جانتی ہے یا آپؑ نے مجھے اس نام سے یاد کیا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: شمعون کیا چاہتے ہو؟

راہب نے کہا: میں اس چشمہ کی حقیقت اور اس کا نام پوچھنا چاہتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کا نام چشمہ ”راحوما“ ہے اور یہ جنت کا چشمہ ہے۔ تین سو

تیرہ اوصیاء نے اس سے پانی پیا ہے اور ان کا آخری فرد میں ہوں۔

راہب نے کہا: آپؑ سچ کہتے ہیں۔ میں نے انجیل میں بھی یہی پڑھا ہے اور یہ

گر جا بھی اسی چٹان ہٹا کر پانی برآمد کرنے والے کی جستجو کے لیے بنایا گیا تھا۔ مجھ سے قبل

کئی بزرگ یہاں آپؑ کا انتظار کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے جب کہ خدا نے یہ سعادت میرے مقدر میں لکھی تھی۔

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ یہ شعیب کا کنواں

ہے۔ پھر وہ راہب اسلام لے آیا اور حضرت کی فوج میں شامل ہو کر جنگ صفین میں شامل

ہوا اور جنگ صفین میں سب سے پہلے شہادت کا اسے اعزاز حاصل ہوا۔

امیر المومنینؑ نے جیسے ہی اس کی شہادت کا سنا تو آپؑ رو دیے اور فرمایا:

المرء مع من احب - الراهب معنا يوم القيامة

انسان قیامت کے دن اس کے ساتھ محشور ہوگا جس سے وہ محبت

رکھتا ہوگا۔ راہب قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہوگا۔

(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۹۱، امالی صدوق، ص ۱۵۵)

چٹان کا ظاہر کرنا

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی اسناد سے حضرت عمار یاسر سے نقل کیا۔ انہوں نے

کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ جب ایک ہزار افراد سے وہ چٹان نہ مل سکی تو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے پلٹ دیا۔

جب چٹان کا رخ پلٹ گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس پر حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نام لکھے ہوئے تھے جب یہودیوں نے یہ نام پڑھے تو انہوں نے بے ساختہ کہا:

نشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وربک
امیر المومنین وسید الوصیین وحجة اللہ فی ارضہ من
عرفک سعد ونجا ومن خالفک ضل وغوی والی
الحجیم ہوئی

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ مومنین کے امیر اور اوصیاء کے سردار اور خدا کی زمین پر اس کی حجت ہیں جس نے آپ کی معرفت حاصل کی اس نے سعادت اور نجات پائی اور جس نے آپ کی مخالفت کی وہ گمراہ ہوا اور راہ حق سے منحرف ہوا اور دوزخ میں جاگرا۔
(عیون المعجزات، ص ۳۱-۳۲)

عمار کے لیے خزانہ ظاہر کرنا

حافظ رجب البرسی رقمطراز ہیں کہ حضرت عمار یاسر نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ مولا! تین دن سے میرے گھر میں فاقہ ہے اور ہم نے مسلسل تین دنوں سے کچھ نہیں کھایا۔

یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ ہم کوفہ سے باہر ایک صحرا میں پہنچے تو آپ نے ایک جگہ کی مٹی کو ہٹایا۔ وہاں ایک کنواں نمودار ہوا جو کہ درہموں سے بھرا ہوا

تھا۔ اس میں سے حضرتؑ نے ایک درہم اٹھا کر مجھے دیا اور ایک درہم خود اٹھا کر فرمایا کہ یہ ہمارے لیے کافی ہے۔

میں نے عرض کیا: مولا! آپ اس میں سے کچھ زیادہ رقم اٹھالیں۔ آپؑ نے کہا: ہماری آج کی ضروریات کے لیے یہی ایک درہم ہی کافی ہے۔ پھر آپؑ نے اس پر مٹی ڈال دی اور اس خزانہ کے نشان کو مٹا دیا اور واپس چلے آئے۔

دوسرے دن عمار حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

عمار! معلوم ہوتا ہے کہ تم کل اس خزانہ کی تلاش میں گئے تھے؟

عمار نے عرض کی: جی ہاں! میں کل دوبارہ وہاں گیا تھا لیکن مجھے وہاں کچھ نہ ملا۔ آپؑ نے فرمایا: عمار! بات یہ ہے کہ جب خدا نے دیکھا کہ ہمیں دنیا کی رغبت نہیں ہے تو اس نے ہمارے لیے خزانے کو ظاہر کر دیا اور جب اس نے دیکھا کہ تمہیں اس کی رغبت ہے تو اس نے اپنا خزانہ تم سے دُور کر لیا۔ (الفہا کل ۱۱۲)

حبابہ والبیہ کا واقعہ

فقہ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے حبابہ والبیہ کی زبانی نقل کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو ”شُرطہ خمیس“ میں دیکھا۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک دُرہ تھا اور آپؑ اس دُرہ سے مٹی مچھلی اور سانپ مچھلی بیچنے والے دکانداروں کو مار رہے تھے اور آپؑ ان سے فرما رہے تھے: بنی اسرائیل کے مسخ لوگو! اور بنی مروان کے لشکر بیچنے والو! فرات بن احنف نے کھڑے ہو کر کہا: حضرت! بیان فرمائیں بنی مروان کے لشکر سے کون لوگ مراد ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ تھے جو کہ اپنی داڑھیاں منڈواتے اور مونچھیں رکھا کرتے تھے۔ خدا نے انھیں مسخ کر کے مٹی مچھلی کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ حبابہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی عمر میں آپؑ سے بڑھ کر اور کوئی فصیح و بلیغ شخص نہیں

دیکھا تھا۔ پھر میں حضرت کے پیچھے چلتی ہوئی صحن مسجد میں پہنچی اور آپ کی خدمت میں یہ عرض کی:

امیر المومنین! اللہ آپ پر رحم کرے! امامت کی علامت کیا ہے؟
 آپ نے فرمایا: صحن مسجد میں سے ایک پتھر اٹھا کر لاؤ۔ میں نے صحن سے ایک پتھر اٹھایا اور اسے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس پر اپنی انگشتی کا نشان لگا کر وہ پتھر میرے حوالے کیا۔ میں نے دیکھا تو پتھر پر آپ کی انگشتی کا نشان کندہ ہو چکا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا: حبابہ! جب بھی کوئی شخص امامت کا دعویٰ کرے تو یہ تم پتھر اس کے پاس لے جانا۔ اگر وہ اپنی انگشتی کا نشان اس پر کندہ کر دے تو جان لینا کہ اس کی اطاعت فرض ہے اور وہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ امام ہے۔

حبابہ کہتی ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں وہ پتھر لے کر حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس گئی۔ اس وقت آپ امیر المومنین کی مسند پر تشریف فرما رہے تھے اور لوگ آپ سے مسائل دریافت کر رہے تھے۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے آواز دے کر فرمایا: حبابہ والیہ!

میں نے عرض کیا: مولا! میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا: وہ پتھر لاؤ۔

میں نے وہ پتھر آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس پر اپنی انگشتی کا نشان لگایا اور جب میں نے پتھر پر نظر کی تو اس پر آپ کی انگشتی کا نشان کندہ ہو چکا تھا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں مسجد نبوی میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: امامت کی ایک علامت ہوتی ہے اور اس وقت تم بھی امامت کی علامت مشاہدہ کرنے کے لیے آئی ہو۔

میں نے کہا: جی ہاں میرے آقا مولا! میں اسی غرض سے آئی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ پتھر لاؤ جو تمہارے پاس موجود ہے۔ میں نے وہ پتھر حضرتؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اس پر اپنی انگشتی کی مہر ثبت کر کے وہ پتھر میرے حوالے کیا۔ میں نے پتھر کو دیکھا تو اس پر آپؑ کی انگشتی کا نقش کندہ ہو چکا تھا۔

حبابہ کہتی ہیں:۔ پھر میں امام زین العابدین علی بن الحسین کے پاس گئی اس وقت میری عمر ایک سو تیرہ برس کی ہو چکی تھی اور میں کمزور ہو چکی تھی۔ جب میں امام زین العابدینؑ کے پاس گئی تو میں نے دیکھا وہ رکوع و سجدہ میں مصروف تھے۔ میں علامتِ امامت سے مایوس ہو کر اٹھنے لگی کہ آپؑ نے انگشتِ سبابہ کا اشارہ کیا۔ جیسے ہی آپؑ نے اشارہ کیا میں دوبارہ جوان ہو گئی۔ میں نے عرض کیا:

مولا! دنیا کتنی گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو گزر چکی ہے اس کے متعلق پوچھ اور جو باقی ہے اس کے متعلق سوال نہ کرو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ پتھر لاؤ جو تمہارے پاس ہے۔ میں نے وہ پتھر آپؑ کے سامنے رکھا تو آپؑ نے اس پر اپنی انگشتی کا نشان لگایا اور جب میں نے اس پتھر کو دیکھا تو اس پر آپؑ کی انگشتی کا نشان ثبت ہو چکا تھا۔

پھر میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ پھر میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ پھر میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ پھر میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ اس کے بعد حبابہ نو ماہ زندہ رہیں پھر ان کی وفات ہو گئی۔ (اصول کافی، ج ۱، ص ۳۴۶)

حضرتؑ کے نشانات

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرتؑ کے معجزات کے نشانات آج تک بہت سے

مقامات پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ نے ایک پتھر کے بنے ہوئے ستون پر ہاتھ رکھا اور اپنا انگوٹھا پتھر میں داخل کیا اور آج تک وہ پتھر کوفہ میں موجود ہے۔ جب کہ حکمریت میں آپ کے پنجے کے نشان ایک پتھر پر لگے ہوئے ہیں۔ غار ثور کے نزدیک آپ کی تلوار کے نشانات موجود ہیں اور جبال بادیہ میں آپ کے نیزے کا نشان لگا ہوا ہے اور قلعہ جعیم کی چٹان پر آپ کے نیزے کا نشان آج بھی موجود ہے۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۲ ص ۲۸۹)

پہاڑ سے سات اُونٹنیوں کا ظاہر کرنا

حضرت علی علیہ السلام راوی ہیں کہ ایک یہودی عالم دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی:

مجھے میری قوم نے آپ کے پاس روانہ کیا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہم سے یہ عہد کیا تھا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام محمدؐ ہوگا اور وہ عربی ہوگا۔ جب وہ اعلان نبوت کرے تو تم ان کے پاس جانا اور ان سے کہنا اگر وہ تمہارے لیے پہاڑ سے سات اُونٹیاں برآمد کریں جن کے بال سرخ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ اگر وہ تمہارے کہنے پر سات اُونٹیاں برآمد کر دیں تو تم ان پر سلام کرنا اور ان کی نبوت پر ایمان لانا اور اس نور پر بھی ایمان لانا جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ محمدؐ انبیاء کا سردار ہوگا اور اس کا وصی اوصیاء کا سردار ہوگا اور وہ نبی میری مانند ہوگا اور اس کا بھائی میرے بھائی ہارون کی مانند ہوگا۔

جب نبی اکرمؐ نے یہودی عالم کی یہ بات سنی تو آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا: یہودی

آؤ۔

نبی اکرمؐ اس یہودی عالم اور دوسرے صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے باہر ایک پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے۔ آپ نے وہاں اپنی چادر پھیلائی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ نے زیر لب کوئی دعا پڑھی کہ اچانک پہاڑ میں سے آوازیں برآمد ہونے

لگیں اور پہاڑ کا ایک کونہ پھٹ گیا اور اونٹنیوں کے بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔
جب یہودی نے یہ منظر دیکھا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے نبی ہیں اور حضرت موسیٰ نے آپ ہی کی ہمیں بشارت دی تھی۔
فی الحال میں یہ اونٹنیاں نہیں لینا چاہتا۔ اب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا اور انھیں اس معجزہ کی خبر دوں گا۔ اگر میری قوم ایمان لے آئی تو میں انھیں اپنے ساتھ یہاں لے آؤں گا اور آپ سے ان اونٹنیوں کا مطالبہ کروں گا۔

پھر وہ یہودی عالم اپنی قوم کے پاس چلا گیا اور انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ سے مطلع کیا۔ اس کی قوم آنحضرت کی زیارت کے لیے روانہ ہوئی۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ عالم دین اپنی قوم کے افراد کو لے کر مدینہ آیا۔ جب وہ مدینہ پہنچا تو یہاں کی فضا سوگوار تھی۔ کیونکہ چند روز قبل آنحضرت کی وفات ہو چکی تھی اور حضرت ابوبکر مسند خلافت پر بیٹھے تھے۔ وہ شخص اپنی قوم کو لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ کیا آپ رسول کے جانشین ہیں؟

حضرت ابوبکر نے کہا: جی ہاں۔ میں آنحضرت کا جانشین ہوں۔

پھر اس نے کہا: اگر آپ رسول اکرم کے جانشین ہیں تو آپ ہم سے ان کا وعدہ پورا کریں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: رسول خدا نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا؟

اس نے کہا: تم کیسے جانشین ہو کہ تمہیں تو آنحضرت کے وعدہ کا علم ہی نہیں ہے اور جب تمہاری یہ حالت ہے تو پھر تم آنحضرت کی مسند پر براجمان کیوں ہوئے؟
یہ سن کر حضرت ابوبکر پریشان ہو گئے اور انھیں کوئی جواب بھائی نہ دیا۔ اتنے میں ایک شخص نے اٹھ کر کہا: میرے ساتھ چلو میں تمہیں رسول خدا کے حقیقی جانشین کے دروازے پر لے جاتا ہوں۔

وہ مسلمان انھیں اپنے ساتھ لیے ہوئے حضرت علی کے دروازے پر لے آیا اور

اس نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ حضرت علیؑ نے دروازہ کھولا اور آپ وفات رسولؐ کی وجہ سے سخت غمگین تھے۔ آپؐ نے انھیں دیکھ کر فرمایا:
کیا تم اپنے وعدہ کے مطابق اونٹنیاں لینے آئے ہو؟
انہوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؐ انھیں لے کر اسی پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے جہاں رسولؐ خدا تشریف لے گئے تھے۔ جب آپؐ وہاں پہنچے تو آپؐ نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا: میرے ماں باپ اس ذات پر قربان ہوں جو کچھ عرصہ قبل یہاں تشریف لائی تھی۔
پھر آپؐ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ آپؐ نے جیسے ہی نماز تمام کی تو پہاڑ پھٹ گیا اور اس میں سے سات اونٹنیاں برآمد ہوئیں۔ جب یہودیوں نے یہ معجزہ دیکھا تو انہوں نے یک زبان ہو کر کہا:

نشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ وانک
الخليفة من بعده وان ماجاء به النبی من عند ربنا هو الحق
وانت خليفة حقا ووصيه ووارث علمه فجزاک اللہ
وجزاه عن الاسلام خیرا

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ مصطفیٰ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپؐ ان کے جانشین ہیں اور نبی جو کچھ بھی رب کی طرف سے لائے ہیں وہ حق ہے اور آپؐ ان کے حقیقی جانشین اور ان کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اور انھیں اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا کرے۔

پھر وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (فضائل شاذان، ص ۱۳۰)

پہاڑ سے اسی اونٹنیوں کو برآمد کرنا

راوندی نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی یہ واقعہ نقل کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے اعلان کیا کہ جس کے ساتھ حضور اکرمؐ نے کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو یا کسی نے رسول اکرمؐ سے کوئی قرض لینا ہو تو وہ آکر مجھ سے وصول کر لے۔

اس اعلان کے بعد جو بھی حضرتؑ کے پاس قرض کے لیے آتا تو آپؑ مصلی اٹھاتے اور اس میں سے اس کی مطلوبہ رقم اسے ادا کر دیتے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: دیکھ رہے ہو کہ علیؑ سارا شرف سمیٹ رہے ہیں جب کہ تم نے تو اس طرح کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ اگر آپؑ بھی اس طرح کا اعلان کر دیں تو اس سے ہماری حکومت کی ساکھ مضبوط ہو جائے گی۔

حضرت ابوبکرؓ نے بھی اعلان کر دیا کہ جس نے رسول خداؐ سے کوئی قرض لینا ہو یا جس سے آنحضرتؐ نے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ میرے پاس آکر اسے وصول کر لے۔

حضرت علیؑ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی یہ اعلان کر دیا ہے۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا:

اسے اس اعلان کی وجہ سے ندامت اٹھانا پڑے گی۔

اس اعلان کے دوسرے دن ایک اعرابی مسجد میں آیا اور اس نے کہا تم میں سے رسول خدا کا وحی کون ہے؟

لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اعرابی ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: کیا آپ رسول خدا کے وحی اور ان کے جانشین ہیں؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: جی ہاں میں ہی آنحضرتؐ کا جانشین ہوں۔

اعرابی نے کہا: تو پھر ایسی اسی اونٹیاں میرے سپرد کریں جن کا رنگ سرخ اور

آنکھیں سیاہ ہوں۔ رسول خدا نے مجھ سے ان اونٹنیوں کا وعدہ کیا تھا۔

جب حضرت ابو بکر نے یہ مطالبہ سنا تو انہوں نے حضرت عمر سے کہا کہ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟

حضرت عمر نے اعرابی سے کہا: بھائی تمہارے پاس اس کا کوئی گواہ ہو تو اسے پیش کرو۔

اعرابی نے ناراض ہو کر کہا: کیا مجھ جیسے انسان سے بھی گواہ طلب کیے جاتے ہیں؟ پھر اعرابی ناراض ہو کر مسجد سے باہر جانے لگا۔ حضرت سلمان فارسی نے اسے آواز دے کر فرمایا: اعرابی! میرے ساتھ آؤ میں تجھے رسول خدا کے حقیقی جانشین کے دروازہ پر لے جاؤں۔

حضرت سلمان اسے لے کر حضرت علیؑ کے دروازے پر آئے۔ اعرابی نے حضرت علیؑ سے کہا: کیا آپ رسولؐ کے وحی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں میں ہی ان کا وحی اور خلیفہ ہوں۔ تمہارا کیا مطالبہ ہے؟ اعرابی نے کہا: اگر آپ رسول خدا کے وحی ہیں تو اتنی اونٹنیاں میرے سپرد کریں جن کا رنگ سرخ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ رسول خدا نے مجھ سے اس کا وعدہ کیا تھا؟

حضرت علیؑ نے اعرابی سے فرمایا کہ تیری قوم اسلام قبول کر چکی ہے؟ اعرابی نے جیسے ہی یہ بات سنی تو اس نے آپؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا: واقعی رسول خدا نے مجھ سے اسی شرط پر اونٹنیاں دینے کا وعدہ کیا تھا اور میں اور میری قوم اسلام قبول کر چکی ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰ کو بلا کر فرمایا کہ سلمان کو ساتھ لے جاؤ اور اسی اعرابی کو بھی ساتھ لے جاؤ اور فلاں وادی میں چلے جاؤ اور وہاں آواز دے کر کہو: ”یا صالح“۔ اور جب تجھے جواب سنائی دے تو اس سے کہنا کہ امیر المومنینؑ تجھے سلام دیتے ہیں اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اتنی اونٹنیاں تمہارے حوالے کرے جن کی رسولؐ

خدا نے ضمانت دی تھی۔

سلمان کہتے ہیں کہ ہم حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ چل پڑے اور ایک وادی میں پہنچے۔ وہاں امام حسنؑ نے ”یا صالح“ کہہ کر آواز دی۔ اس کے جواب میں ہم نے یہ آواز سنی: لیک یا بن رسول اللہ! ”فرزند رسول! میں حاضر ہوں۔“

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اسے امیر المومنین کا پیغام پہنچایا تو آواز آئی کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔

پھر ہم نے دیکھا زمین سے ایک مہار برآمد ہوئی۔ حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے وہ مہار پکڑ کر اعرابی کے ہاتھ میں دی اور فرمایا: اب تم مہار کھینچ کر چلتے رہو۔ اعرابی نے چلنا شروع کیا۔ اس کے پیچھے اونٹ نکلنے لگے اور جب اسی اونٹ پورے ہو گئے تو ان کے نکلنے کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ (الخراج والجرائح، ج ۱، ص ۱۷۵)

وعدہ رسولؐ کے تحت ابوالصمصام عیسیٰ کو اسی اونٹنیاں دینا

ثاقب المناقب میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ابوالصمصام عیسیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے اپنی ناقہ کو دروازہ مسجد پر بٹھایا اور حاضرین پر سلام کرنے کے بعد کہا:

تم میں وہ (نعوذ باللہ) گمراہ شخص کون ہے جو نبوت کا دعویدار ہے؟

سلمان فارسی نے اٹھ کر کہا: اعرابی کیا تو اس روشن چہرے اور چمکتی جبین اور حوض و شفاعت قرآن و قبلہ تاج و علم جمعہ و جماعت کے مالک کو نہیں دیکھ رہا۔ یہ صاحب تواضع و تسکین ہیں۔ یہ کائنات کے بڑے فیاض اور بخشنے والے ہیں۔ یہ صاحب سیف و عصا ہیں۔ یہ تکبیر و تہلیل بلند کرنے والے اور نور و شرف کے مالک اور بلندی و رفعت کے حامل سخاوت و شجاعت میں بے نظیر اور نماز و زکوٰۃ کو قائم کرنے والے حج و احرام و زمزم و مقام مشعر حرام یوم مشہود مقام محمود حوض مورد اور شفاعت کبریٰ کے مالک اور ہمارے آقا و

مولا محمد رسول اللہ یہی ہیں۔

اعرابی نے کہا: اگر آپؐ نبی ہیں تو مجھے بتائیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ بارش کب آئے گی اور میری ناقہ کے بطن میں کیا ہے؟ اور کل مجھے کیا حالات پیش آئیں گے اور میں کب مروں گا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت جبریل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

ان اللہ عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارضى تنوت ان اللہ علیم خبیر

”اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور جو کچھ شکموں میں ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل اسے کیا پیش آئے گا اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔“

جب اعرابی نے یہ آیت سنی تو اس نے کہا: آپؐ ہاتھ بڑھائیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

پھر اس نے کہا: اگر میں اپنے خاندان اور اپنی قوم کو مسلمان کر دوں تو آپؐ مجھے کیا انعام دیں گے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میں تجھے اتنی اونٹنیاں دوں گا جن کی پشت سرخ، پیٹ سفید، آنکھیں سیاہ اور ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں گی۔

اعرابی نے کہا: بہتر ہے آپؐ اس معاہدہ کو تحریری شکل دے دیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ علیہ السلام سے فرمایا:

ابو الحسن! تم یہ تحریر لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن

ہاشم بن عبد مناف بذریعہ تحریر ہذا ابومصام عبسی سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر اس نے تبلیغ کے ذریعہ سے اپنے خاندان اور قوم کو مسلمان بنا دیا تو پھر میں اسے اسی اونٹیاں دوں گا جن کی پشت سرخ، شکم سفید اور آنکھیں سیاہ ہوں گی اور ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہار ہوگی۔

یہ تحریر لے کر ابومصام اپنے وطن چلا گیا اور وہاں اس نے اپنی قوم کو تبلیغ کی اور کچھ عرصہ بعد اس کی قوم نے اس کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد ابومصام اپنا انعام حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا اور جب وہ مدینہ پہنچا تو اس وقت رسول اکرمؐ کی وفات ہو چکی تھی۔ جب اس نے آپؐ کی وفات کا سنا تو اسے شدید صدمہ ہوا۔ پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ رسولؐ خدا نے اپنا جانشین کسے مقرر کیا تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضرتؐ نے کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا البتہ لوگوں نے ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

ابومصام عبسی مسجد میں آیا اور اس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا:

خلیفہ رسولؐ! رسولؐ خدا نے مجھ سے اسی اونٹیوں کا وعدہ کیا تھا جن کی پشت سرخ، شکم سفید اور آنکھیں سیاہ ہوں گی ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: بھائی عرب! تو نے مافوق العقل مطالبہ کیا ہے۔ رسولؐ خدا کوئی سونا چاندی چھوڑ کر نہیں گئے۔ آپؐ نے ذلول نامی ایک نچر اور فاضلہ نامی ایک زرہ چھوڑی تھی اور وہ دونوں چیزیں بھی علیؓ کے پاس ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے فدک چھوڑا تھا اور اس پر ہمارا حق بنتا تھا اسی لیے ہم نے اس پر قبضہ کر لیا کیونکہ انبیاء کی وراثت ہی نہیں ہوتی۔

یہ سن کر حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا:

کردی و نکردی و حق امیر ببردی باز گزار این کار بکسی

کہ حق او مست

تم نے کیا اور کچھ نہ کیا اور تم نے حضرت امیر کے حق پر قبضہ کیا۔ یہ معاملات اس کے سپرد کرو جو ان کا اہل ہے۔

پھر حضرت سلمان نے ابو مصمام عیسیٰ کے ہاتھ سے پکڑا اور اسے حضرت علی علیہ السلام کے دروازہ پر لے آئے اس وقت آپ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے۔ سلمان نے دروازہ پر دستک دی تو آپؐ نے فرمایا: سلمان! ابو مصمام کو لے کر اندر آ جاؤ۔ ابو مصمام نے بڑے تعجب سے کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ بڑی عجیب بات ہے۔ یہ کون ہے جس نے بن دیکھے مجھے پہچان لیا ہے؟

حضرت سلمان نے کہا: یہ وہ ہے جس کے متعلق رسول خداؐ نے فرمایا:

انا مدينة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیات الباب
میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جسے علم کی ضرورت ہو دروازے پر آئے۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق رسول خداؐ نے فرمایا:

علی خیر البشر فمن رضی فقد شکر ومن ابی فقد کفر
علیؑ تمام انسانوں سے افضل ہے جو اس پر راضی ہوا اس نے شکر ادا کیا اور جس نے انکار کیا اس نے کفر کیا۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيَّاهُ (مریم: ۵۰)

اور ہم نے ان کے لیے علیؑ کو زبان صداقت قرار دیا۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ

(السجده: ۱۸)

کیا جو مومن ہے وہ کسی فاسق کی طرح سے ہو سکتا ہے وہ برابر نہیں

ہیں۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوْنَ عِنْدَ اللَّهِ
(التوبة: ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی تولیت کو اس کے
برابر قرار دیا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لایا ہے اور جس
نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہے۔ وہ خدا کے ہاں برابر نہیں ہیں۔
یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ
(المائدہ: ۶۶)

اے رسول! اس بات کی تبلیغ کر جو میرے رب کی طرف سے تجھ پر
نازل کی گئی ہے۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا
نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ
ثُمَّ نَبْهِلْ فَنَجْعَلَ لُغْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ (آل عمران: ۶۱)

جو علم آنے کے بعد آپ سے جھگڑا کرے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم
اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی بیٹیوں کو
بلائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی
جانوں کو بلاؤ پھر ہم ایک دوسرے پر بددعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ
کی لعنت کریں۔

یہ وہی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
هُمْ الْفَائِزُونَ (الحشر: ۲۰)

دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہیں۔ جنتی ہی کامیاب ہیں۔

یہ وہی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا ۝ (الاحزاب: ۳۳)

اے اہل بیت! اللہ کا ارادہ بس یہی ہے کہ وہ تم سے ہر طرح کی
ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جیسا کہ
پاکیزگی کا حق ہے۔

(اگر اب بھی سمجھ نہیں آئی تو سن) یہ وہی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ
الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ (المائدہ: ۵۵)

اس کے ماسوا اور کچھ نہیں کہ تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور وہ
اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ

دیتے ہیں۔

پھر حضرت سلمان نے ابو مصہام سے فرمایا کہ اندر چلو اور حضرت کو سلام کرو۔

ابو مصہام اندر آیا اور حضرت پر سلام کرنے کے بعد کہا:

رسول خدا نے مجھ سے اتنی اونٹنیوں کا وعدہ کیا تھا جن کی پشت سرخ، پیٹ سفید

آنکھیں سیاہ اور جن پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں گی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پاس رسول خدا کی تحریر ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے آنحضرتؐ کا لکھا ہوا دھیتہ پیش کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے سلمان سے فرمایا کہ سلمان! تم شہر مدینہ میں جاؤ اور اس شہر کے ہر کوچے اور ہر گلی میں جا کر اعلان کرو کہ جس نے بھی رسول خدا کے وعدہ کی تکمیل کو دیکھنا ہو تو کل شہر سے باہر آ جائے۔

یہ اعلان سن کر منافق ایک دوسرے سے کہنے لگے: بھلا علی رسول خدا کے وعدہ کو کیسے پورا کرے گا جب کہ اس کے پاس تو دولت کا نام و نشان نہیں ہے۔ بے چارہ شرمندہ ہوگا۔ علی کے پاس سرخ پشت اور سفید شکم اور سیاہ آنکھوں والی اونٹنیاں کہاں ہیں جن پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں؟

دوسرا دن ہوا حضرت علیؑ اپنے فرزندوں اور اپنے چاہنے والوں کو لے کر شہر سے باہر آئے اور پورے شہر کے لوگ یہ منظر دیکھنے کے لیے جوق در جوق اکٹھے ہو گئے۔ آپؑ نے راستہ میں اپنے فرزند حسنؑ مجتبیٰ کے کانوں میں کوئی بات کہی اور اس کے بعد آپؑ نے ابوصمصام سے فرمایا: تم میرے فرزند حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ ریت کے ٹیلے پر جاؤ۔

ابوصمصام امام حسنؑ کے ساتھ ٹیلے پر گیا۔ وہاں جا کر امام حسنؑ نے دو رکعت نماز ادا کی اور آپؑ نے زمین سے کچھ کلمات کہے جو کہ حاضرین کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ پھر آپؑ نے زمین پر رسول خدا کا عصا مارا۔ آپؑ نے جیسے ہی عصا مارا تو ریت ہٹ گئی اور ایک چکنی چٹان نمودار ہوئی جس پر نور کی یہ سطریں لکھی ہوئی تھیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم - لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ

پھر آپؑ نے اس چٹان پر عصا مارا۔ چٹان سے ناقد کی مہار ظاہر ہوئی۔ آپؑ نے ابوصمصام سے فرمایا یہ مہار پکڑو اور چلتے جاؤ۔ ابوصمصام چلا رہا اور اس کے پیچھے اونٹنیاں برآمد ہوتی گئیں یہاں تک کہ پوری اتنی اونٹنیاں برآمد ہوئیں اور ان اونٹیوں کی پشت سرخ، پیٹ سفید اور آنکھیں سیاہ تھیں اور ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں تھیں۔ ابوصمصام اونٹنیاں لے کر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اس

سے فرمایا: تمہیں وعدہ کے مطابق اونٹنیاں مل گئیں؟

ابوصصام نے کہا: بے شک آپ نے رسول خدا کا کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔

پھر حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: اس کے متعلق حضرت رسول خدا مجھے اطلاع دے گئے تھے اور انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان اونٹنیوں کو ناقہ صالح کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا۔

منافق حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر جل اٹھے اور آپس میں کہنے لگے: یہ علیؓ کا کھلا جادو ہے۔ (الثقب فی المناقب، ص ۱۲۷)

مسلمان کو عالم بالا کی سیر کرانا

مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کی:

امیر المومنین! آج دل چاہتا ہے کہ آپ کے کچھ معجزات دیکھوں۔

آپ نے فرمایا: مسلمان! کیا دیکھنا پسند کرتے ہو؟

میں نے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ مجھے ناقہ ثمود دکھائیں اور اس کے علاوہ اپنی مملکت کی کچھ سیر کرائیں۔

حضرت نے فرمایا: آج تیری خواہش کی تکمیل ہوگی۔ پھر آپ اٹھے اور گھر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد آپ گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے سفید قبا اور سفید ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے قنبر کو صدا دے کر فرمایا کہ ایک اور گھوڑا یہاں حاضر کرو۔

قنبر ایک سیاہ رنگ کا گھوڑا لے کر آئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ابو عبد اللہ! اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔

مسلمان کہتے ہیں کہ میں حضرت کے فرمان کے تحت اس گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور

جب میں نے گھوڑے کو غور سے دیکھا تو اس کے پہلوؤں میں دو پر لگے ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام نے گھوڑے کو آواز دی تو گھوڑا فضا میں اڑنے لگ گیا۔ خدا کی قسم! مجھے ملائکہ کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی اور میں نے زیر عرش ان کی تسبیح کی صدائیں اپنے کانوں سے سنیں۔

پھر ہم ایک تلامذہ خیر سمندر کے ساحل پر پہنچے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک نظر اس سمندر کو دیکھا تو سمندر کا تلامذہ ختم ہو گیا۔

میں نے حضرت سے کہا: مولا! آپ کی نظر سے اس کا تلامذہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے یہ اندیشہ ہوا کہ میں اس کے متعلق کہیں کوئی اور حکم صادر نہ کر دوں اسی لیے یہ پرسکون ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور پانی کی سطح پر چلنے لگ گئے۔ ہمارے گھوڑے بھی ہمارے پیچھے چلتے آئے اور کچھ دیر بعد ہم نے اس سمندر کو عبور کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے پاؤں تک بھی پانی سے گیلے نہ ہوئے بلکہ ہمارے گھوڑوں کے سم تک بھی پانی سے تر نہ ہوئے۔ جب ہم سمندر عبور کر چکے تو اس کے بعد ہم ایک جزیرہ میں پہنچے جہاں بہت زیادہ میوہ دار درخت تھے اور وہاں درختوں پر پرندے نغمہ زن تھے اور وہاں نہریں بہہ رہی تھیں۔ اسی جزیرہ میں میں نے ایک بہت بڑے درخت کو دیکھا جس پر کوئی ثمر بلکہ کوئی پھول تک بھی نہیں تھا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسی درخت کو اپنے عصا سے ہلایا تو درخت پھٹ گیا اور اس میں سے ایک ناقہ برآمد ہوئی جس کی لمبائی اتنی ہاتھ اور چوڑائی چالیس ہاتھ تھی اور اس کے پیچھے اس کا ایک بچہ بھی تھا۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: اس کے قریب جاؤ اور اس کے تھنوں کا دودھ پیو۔ سلمان کہتے ہیں کہ میں اس ناقہ کے قریب گیا اور میں نے جی بھر کر اس کا دودھ پیا۔ اس کا دودھ شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ اچھی ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں یہ اچھی ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: میں تجھے اس سے بھی زیادہ اچھی دکھانا چاہتا ہوں۔ اور اگر تم نے اسے دیکھا ہے تو ”اخر جسی یا حسناء“ (سب سے اچھی باہر آؤ) کہہ کر آواز دو۔ میں نے حضرتؐ کے فرمان کے مطابق آواز دی تو ایک ناقہ ہمارے پاس آئی جس کی لمبائی ایک سو بیس ہاتھ اور چوڑائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ اس کا سر یا قوت سرخ کا تھا اور اس کا سینہ عنبر اشہب کا تھا اور اس کے پاؤں سبز زبرجد کے تھے۔ اس کی مہار پیلے یا قوت کی تھی اور اس کا دایاں حصہ سونے کا، بایاں حصہ چاندی کا اور اس کے تھن آبدار موتیوں کے تھے۔

حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا: سلمان اس کا دودھ پیو۔

سلمان کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تھن منہ میں لیا تو اس کے تھنوں سے خالص شہد جاری ہوا۔ میں نے اپنے آقاؐ سے پوچھا کہ یہ ناقہ کس کی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: یہ تیری اور میرے دوست مومنین کی ہے۔ بعد ازاں آپؐ نے اس سے فرمایا کہ درخت میں چلی جا۔ اور وہ فی الفور درخت میں چلی گئی اور درخت مل گیا۔ پھر آپؐ اسی جزیرہ میں مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم ایک بہت بڑے درخت کے نیچے پہنچے جس کے نیچے ایک عظیم الشان دسترخوان بچھا ہوا تھا اور اس سے کستوری کی خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں اور وہاں میں نے ایک قوی ہیکل پرندے کو دیکھا جس نے آپؐ پر سلام کیا۔

میں نے اپنے آقاؐ و مولاؐ سے پوچھا کہ یہ کیسا دسترخوان ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہاں میرے شیعوں کے لیے یہ دسترخوان بچھایا گیا ہے۔ میں نے اس پرندے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو روز قیامت تک یہاں موکل رہے گا۔

میں نے کہا کیا یہ ہمیشہ اکیلا رہتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: روزانہ یہاں سے حضرت خضرؑ کا ایک بار گزر ہوتا ہے۔ پھر

میرے مولا نے میرے ہاتھ سے پکڑا اور ایک اور سمندر پر لے آئے۔ ہم نے اس سمندر کو پار کیا تو ہم ایک عظیم جزیرہ میں داخل ہوئے جس میں ایک عظیم الشان محل تھا جس کی ایک اینٹ سونے اور دوسری چاندی کی تھی اور اس کے کنکرے زرد عقیق کے تھے اور محل کے ہر کونے میں ملائکہ کی ستر صفیں لگی ہوئی تھیں۔ امام علیہ السلام پر کونے میں بیٹھے ہوئے ملائکہ نے آپ کو سلام کیا۔ پھر اپنی اپنی جگہوں پر چلے گئے۔

سلمان کہتے ہیں کہ پھر امیر المومنین محل کے اندر داخل ہوئے۔ اس میں بے شمار درخت، پھل، نہریں اور مختلف قسم کی نباتات تھیں۔ امیر المومنین نے پورے محل کی سیر کی۔ اس کے بعد آپ چھت پر تشریف لے گئے جہاں آپ کے لیے سرخ سونے کی ایک کرسی پہلے سے موجود تھی۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور ہم نے محل کی چھت سے نظارہ کیا۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا ہم نے دوفرخ کا سفر کیا ہوگا؟

حضرت نے فرمایا: سلمان تم نے پچاس ہزار فرخ کا سفر طے کیا ہے اور تم نے دنیا کے گرد بیس ہزار مرتبہ چکر لگایا ہے۔

میں نے کہا: مولا! یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟

آپ نے فرمایا: ذوالقرنین نے شرق و غرب کا سفر کیا تھا اور وہ سدیا جوج و ماجوج تک گئے تھے۔ تو میں اتنا سفر کیوں نہیں کر سکتا جب کہ میں تو امیر المومنین اور رب العالمین کے رسول کا جانشین ہوں۔

سلمان! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ (العن: ۲۶-۲۷)

(وہ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا مگر اس کے لیے جو رسول کا پسندیدہ ہو)

سلمان! رسول خدا کا پسندیدہ میں ہوں جس کے لیے اللہ نے اپنے غیب کو ظاہر

کیا ہے۔ میں عالم ربانی ہوں اللہ نے میرے لیے مشکلات کو آسان کیا ہے اور دُور دراز کی منزلوں کو میرے لیے سمیٹ دیا ہے۔

سلمان کہتے ہیں اس وقت میرے کانوں میں کسی کی آواز سنائی دی جب کہ کہنے والا مجھے دکھائی نہیں دیتا تھا اور وہ کہہ رہا تھا: ”بے شک آپ نے سچ کہا ہے آپ صادق و مصدق ہیں آپ پر اللہ کی صلوات ہو۔“

پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور آپؐ اپنے گھوڑے پر بیٹھے اور میں بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ آپؐ نے گھوڑوں کو آواز دی۔ گھوڑے ہمیں اٹھا کر ہوا میں اڑنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد ہم کوفہ کے دروازے پر تھے جب کہ رات کی تین گھڑیاں گزر چکی تھیں۔

آپؐ نے فرمایا: سلمان! اس کے لیے مکمل افسوس ہے جسے ہمارے حق کی معرفت نہ ہو اور جو ہماری ولایت کا منکر ہو۔

سلمان! بتاؤ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں یا حضرت سلیمان بن داؤد افضل ہیں؟

میں نے کہا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: سلیمان علیہ السلام کے وصی آصف بن برخیا کے پاس اتنی قوت تھی کہ انہوں نے چشم زدن میں بلقیس کا تخت ملک سبا سے اٹھا کر حضرت سلیمان کے سامنے پیش کیا تھا جب کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ اور میرے پاس ایک سو چوبیس کتابوں کا علم ہے کیونکہ اللہ نے شیث بن آدم پر پچاس صحیفے نازل کیے تھے اور ادریس پر تیس صحیفے نازل کیا تھے۔ اور اللہ نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کو نازل کیا۔ اور یہ کل ملا کر ایک سو چوبیس کتابیں بنتی ہیں اور میرے پاس ان سب کا علم ہے۔

میں نے کہا: بے شک آپؐ سچ فرماتے تھے اور امام کی شان بھی یہی ہے۔ پھر

آپ نے فرمایا: سلمان! ہمارے امور اور علوم میں شک کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہماری معرفت اور حقوق پر شک کرنے والا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر ہماری ولایت کو فرض کیا ہے اور ہماری ولایت بڑی واضح ہے۔

حضرت کے ہاتھوں پر لوہے کا موم ہونا

ایک جماعت نے خالد بن ولید سے روایت کی۔ اس نے کہا: میں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ اپنی زرہ کی کڑیوں کو ہاتھ سے توڑ کر انھیں درست کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ لو ہا تو حضرت داؤد کے ہاتھوں میں موم ہوا تھا۔
آپ نے فرمایا: خالد! اللہ نے ہمارے طفیل داؤد کے لیے لوہے کو موم بنایا تھا۔ ہماری توبات ہی اور ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۳۲۵)

شب معراج کا واقعہ

شیخ طوسی نے اپنی اسناد سے عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزیں عطا کیں اور علیؑ کو بھی پانچ چیزیں عطا کیں:

- ۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا کیے اور علیؑ کو جوامع العلم عطا کیے۔
- ۲۔ مجھے نبی بنایا اور علیؑ کو وصی بنایا۔
- ۳۔ مجھے کوثر عطا کیا اور علیؑ کو سلسبیل عطا کیا۔
- ۴۔ مجھے وحی عطا کی اور علیؑ کو صاحب الہام بنایا۔
- ۵۔ مجھے معراج کرایا اور علیؑ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے اور حجاب ہٹا دیئے گئے اس نے مجھے دیکھا اور میں نے اسے دیکھا۔

یہ فرمانے کے بعد رسول اکرمؐ رونے لگے۔

میں (ابن عباس) نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ کیوں رو

رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے جو پہلی کلام کی وہ یہ تھی:

محمدؐ! نیچے دیکھو۔ جب میں نے نگاہ کی تو حجاب ہٹ گئے اور آسمان کے دروازے کھل گئے۔ میں نے علیؑ کی طرف دیکھا اس وقت وہ بھی سر کو بلند کر کے میری طرف دیکھ رہا تھا اور اس نے مجھ سے کلام کی اور میں نے اس سے کلام کی اور میرے پروردگار نے مجھ سے کلام کی۔

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپؐ کے رب نے آپؐ سے کیا کلام کی؟

آپؐ نے کہا: اللہ نے مجھ سے فرمایا:

محمدؐ! میں نے علیؑ کو آپؐ کا وصی اور وزیر اور جانشین بنایا۔ آپؐ اسے بتادیں اس وقت وہ آپؐ کی کلام سن رہا ہے۔

چنانچہ میں نے علیؑ کو اس کی اطلاع دی۔ اس کے جواب میں علیؑ نے کہا: میں قبول کرتا ہوں اور اطاعت کرتا ہوں۔ پھر اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ پر سلام کریں۔ ملائکہ نے علیؑ پر سلام کیا اور علیؑ نے انھیں سلام کا جواب دیا۔ جس کی وجہ سے میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ انتہائی خوش ہو رہے تھے اور میرا ملائکہ کے جس بھی گروہ سے گزر ہوا انہوں نے مجھے مبارک دی اور مجھ سے کہا:

محمدؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو نبی بنایا ہے۔ اللہ نے جو آپؐ کے ابن عم کو آپؐ کا جانشین مقرر کیا ہے اس سے ملائکہ کو بہت خوشی ہوئی۔

میں نے حاملین عرش کو دیکھا تو انہوں نے اپنے سر زمین کی طرف جھکائے ہوئے تھے۔ میں نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ انہوں نے اپنے سروں کو زمین کی طرف کیوں جھکا رکھا ہے؟

جبریل امینؑ نے کہا: ”آسمانوں کے تمام فرشتوں نے علیؑ کے چہرے کی زیارت کر لی تھی۔ مگر حاملین عرش نے ابھی تک علیؑ کو مبارک نہیں دی تھی۔ اب انہوں نے اللہ

سے اس کی اجازت طلب کی تو انھیں اجازت مل گئی۔ اسی لیے اس وقت وہ سب کے سب علیؑ کے چہرے کی زیارت میں مصروف ہیں۔

اور جب میں معراج سے زمین پر واپس آیا اور میں نے علیؑ کو اپنے مشاہدات بتائے تو وہ بھی مجھے میرے مشاہدات بتانے لگے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ میں نے جہاں جہاں بھی قدم رکھا علیؑ زمین پر بیٹھ کر اس کا مشاہدہ کرتے رہے۔

ابن عباس کہتے ہیں: میں نے رسول خداؐ سے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیں؟

آپؐ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ سے مودت رکھنا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے اللہ اس وقت تک کسی بھی بندہ کی نیکی قبول نہیں کرے گا جب تک اس سے علی بن ابی طالبؑ کی محبت کے متعلق سوال نہ کر لے گا۔ اگر بندہ خدا کی بارگاہ میں علیؑ کی ولایت لے کر آیا ہوگا تو اللہ اس کے عمل قبول کرے گا اور اگر کسی کے پاس ولایت علیؑ نہیں ہوگی تو اس سے کسی بھی چیز کا سوال نہیں کرے گا۔ پھر اسے دوزخ میں بھیجنے کا حکم جاری کر دے گا۔

ابن عباس! اس ذات کی قسم! جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے، دوزخ کو جتنی عداوت دشمن علیؑ سے ہے اتنی عداوت اسے ان سے بھی نہیں جو خدا کے لیے بیٹے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! تو کوئی علیؑ سے بھی بغض رکھے گا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں کچھ لوگ جو کہ اپنے آپ کو میرے امتی خیال کریں گے وہ علیؑ سے بغض رکھیں گے۔ اللہ نے ان کے لیے اسلام میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔

ابن عباس! ان کے بغض کی ایک علامت یہ ہوگی کہ وہ مفضل افراد کو علیؑ پر فضیلت دیں گے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے مجھ سے بڑھ کر

کوئی نبی اللہ کی نظر میں محترم نہیں ہے اور میرے وصی علیؑ سے بڑھ کر کوئی وصی خدا کی نظر مکرم نہیں ہے۔

ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرتؐ کے فرمان پر پوری زندگی عمل کیا اور یہی میرا سب سے بڑا عمل ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر کچھ وقت گزرا یہاں تک کہ رسول خدا مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ اس وقت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا:

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں آپ کی رحلت کا وقت قریب آچکا ہے۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ابن عباس! جو علیؑ کی مخالفت کرے تو بھی اس کی مخالفت کر اور علیؑ کے مخالفین کا پشت پناہ اور دوست نہ بن۔

میں (ابن عباسؓ) نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ لوگوں کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ علیؑ کی مخالفت چھوڑ دیں؟

یہ سن کر رسول خدا اتار دئے کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے۔ پھر فرمایا:

ابن عباس! ان کے متعلق میرے رب کے علم کو سبقت حاصل ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی بنایا ہے جو بھی علیؑ کی مخالفت کرے گا اور اس کے حق کا انکار کرے گا اس دنیا کے اندر ہی اللہ اس کی نعمت کو تبدیل کر دے گا۔

ابن عباس! اگر تو چاہتا ہے کہ خدا سے اس حال میں تیری ملاقات ہو کہ وہ تجھ پر راضی ہو تو علی بن ابی طالبؑ کے طریقہ پر چل اور جدھر وہ مڑ جائے تو بھی ادھر ہی مڑ جا اور اسے اپنا امام تسلیم کر اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھ اور اس کے دوست سے دوستی رکھ۔

ابن عباس! خبردار علیؑ کے متعلق شک میں کبھی مبتلا نہ ہونا کیونکہ علیؑ کے متعلق شک کرنا اللہ تعالیٰ کے کفر کے مترادف ہے۔ (امالی طوسی ج ۱ ص ۱۰۲)

سلمان فارسی کی تجہیز و تکفین کے لیے باعجاز امامت مدائن جانا

راوندی کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت حضرت علی علیہ السلام مسجد نبویؐ میں آئے اور فرمایا: مجھے خواب میں رسولؐ خدا کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے مجھے فرمایا: ”سلمان فارسی کی وفات ہو گئی ہے“۔ آپؐ نے مجھے اس کے غسل و کفن اور نماز جنازہ اور دفن کی وصیت کی ہے۔ اب میں مدائن جا رہا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا: آپؐ بیت المال سے کفن لیتے جائیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپؐ مسجد سے نکلے اور آپؐ کے ساتھ کچھ اور افراد بھی مسجد سے روانہ ہوئے۔ جیسے ہی مدینہ شہر ختم ہوا تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ اور آپؐ روانہ ہو گئے اور نماز ظہر سے قبل آپؐ واپس مدینہ آ گئے اور فرمایا: میں سلمان کو دفن کر آیا ہوں۔

بہت سے لوگوں نے آپؐ کے فرمان کا اعتبار نہ کیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد مدائن سے دربار خلافت میں ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ سلمان فلاں دن فوت ہوئے اور اسی دن ایک اعرابی آیا جس نے انھیں غسل و کفن دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔ پھر وہ چلا گیا۔ جب لوگوں نے یہ خط پڑھا تو انھیں بہت زیادہ تعجب ہوا۔ (الخراج، ج ۲ ص ۵۶۲)

ایک درزی کو فی الفور حافظ قرآن بنانا

قطب راوندی لکھتے ہیں کہ زمیلہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام گزر رہے تھے کہ آپؐ نے ایک درزی کو دیکھا جو کہ کپڑے سی رہا تھا اور عشقیہ گانے بھی گنگنا رہا تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا:

جوان! اگر تو ان گانوں کی بجائے قرآن پڑھتا تو وہ تیرے لیے بہتر ہوتا۔

جوان نے کہا: مولا! مجھے قرآن پڑھنا نہیں آتا اور میری خواہش بھی ہے کہ کاش مجھے قرآن یاد ہوتا تو میں قرآن کی تلاوت کرتا رہتا۔

آپؐ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ جب وہ جوان آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ نے اس کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی اور جیسے ہی آپؐ نے اپنا منہ اس کے کان سے ہٹایا تو وہ جوان حافظ قرآن بن چکا تھا۔ (الخرائج والجرائح، ج ۱، ص ۱۷۴)

ذوالفقار کا حضرت سے ہم کلام ہونا

راوندی رقم طراز ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب جنگ خندق میں امیر المومنین علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو آپؐ نے اپنی تلوار ذوالفقار اپنے فرزند امام حسنؑ کے حوالے کی اور ان سے فرمایا: اس تلوار کو اپنی والدہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اس تلوار کو صاف کریں۔

امام حسنؑ ذوالفقار لے گئے اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے اسے پانی سے دھویا۔ پھر امام حسنؑ تلوار لے کر حضرت امیر المومنینؑ کے پاس لائے۔ اس وقت آپؐ رسول خدا کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے دیکھا تو تلوار کے درمیان خون کا ایک نقطہ لگا ہوا تھا جو کہ صاف نہیں ہوا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: کیا اسے آپؐ کی والدہ نے نہیں دھونا تھا؟

امام حسنؑ نے عرض کیا: ابا جان! میری والدہ ماجدہ نے اسے بھی صاف کیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: پھر یہ خون کا چھینٹا باقی کیوں رہ گیا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہی سوال ذوالفقار سے کرو وہ

تمہیں اس کا جواب دے گی۔

آپؐ نے ذوالفقار کو حرکت دی اور فرمایا: کیا تجھے طاہرہ نے دھویا نہیں تھا؟

اللہ تعالیٰ نے تلوار کو بولنے کی قوت عطا کی اور وہ کہنے لگی: جی ہاں۔ طاہرہ نے

مجھے اچھی طرح سے دھویا تھا لیکن آج آپؐ نے میرے ذریعہ سے جس لعین کو قتل کیا ہے فرشتوں کو اس سے شدید عداوت تھی اسی لیے میں نے اس لعین کے خون کا ایک قطرہ پی لیا اور یہ میرا حصہ تھا۔ آپؐ جس وقت بھی مجھے بے نیام کریں گے تو فرشتے اس قطرہ کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ آپؐ پر درود پڑھیں گے۔ (الخراج، ج ۱، ص ۱۵)

آپؐ کا ”یغوث“ کو قتل کرنا

راوندی نے مقرر سے روایت کی۔ اس نے کہا: ہم کچھ افراد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا:

جب میرا بھائی علیؑ آئے تو اس سے کہنا کہ وہ یہ مشک پانی کی بھر کر اور تلوار لے کر دو پہاڑوں کے درمیان آ کر مجھ سے ملے۔

جب حضرت علیؑ آئے تو جناب ام سلمہؓ نے انہیں پیغام دیا کہ آپؐ یہ پانی کی مشک بھریں اور تلوار حمال کر کے رسول خداؐ سے دو پہاڑوں کے درمیان جا کر ملاقات کریں۔

حضرت علیؑ نے مشک میں پانی بھرا اور آپؐ رسول خداؐ کی طرف چل پڑے اور جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو وہاں سے دو راستے نکلتے تھے۔ آپؐ کو معلوم نہ تھا کہ کس راستہ پر جانا ہے۔ آپؐ نے دیکھا تو پہاڑ پر ایک چرواہا دکھائی دیا۔

آپؐ نے اس سے فرمایا: چرواہا! کیا یہاں سے رسول خداؐ گزرے ہیں؟

چرواہے نے کہا: اللہ نے کسی کو رسول نہیں بنایا۔ آپؐ نے ایک پتھر اٹھایا۔

چرواہے نے چیخ ماری تو پہاڑ پر ہر طرف سوار اور پیادہ نمودار ہوئے اور انہوں نے آپؐ پر پتھر برسانے شروع کیے۔ جیسے ہی آپؐ پر سنگ باری شروع ہوئی تو آپؐ نے دیکھا کہ دوسفید پرندے آئے جنہوں نے آپؐ پر اپنے پروں کا سایہ کیا۔

الغرض آپؐ نے سفر جاری رکھا اور سوار اور پیادے سنگ ماری میں مصروف

رہے اور آپؐ چلتے چلتے رسولؐ خدا کے پاس پہنچ گئے اور اتنے میں سنگ باری کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! آپؐ پریشان کیوں ہیں؟
حضرت علیؑ نے سارا واقعہ آنحضرتؐ کے گوش گزار کیا تو آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو وہ چرواہا کون تھا اور دو پرندے کون تھے؟
آپؐ نے کہا: نہیں یا رسولؐ اللہ! آپؐ ہی فرمائیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ چرواہا ابلیس لعین تھا اور سفید پرندے جبریل و میکائیل تھے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: تلوار لے کر ان پہاڑوں کے درمیان چلے جاؤ اور راستے میں جو تیرے سامنے آئے اسے بے دریغ قتل کر دو۔

آپؐ نے تلوار اٹھائی اور پہاڑوں کے درمیان چلے گئے۔ وہاں آپؐ کو ایک شخص دکھائی دیا جس کی آنکھیں برق کی طرح تھیں اور اس کے دانت درختی کی طرح تھے اور اس کے سارے وجود پر سیاہ بال تھے۔ امیر المومنینؑ نے اس پر تلوار کا وار کیا مگر آپؐ کا وار کارگر ثابت نہ ہوا۔ پھر آپؐ نے اس پر دوسرا وار کیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اسے قتل کرنے کے بعد آپؐ رسولؐ خدا کے پاس آئے اور کہا:
یا رسولؐ اللہ! میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔

یہ سن کر رسولؐ خدا نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا: یہ ”نیوٹ“ تھا۔ اب یہ قیامت تک کسی بت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (الخروج، ج۔ ۱، ص ۱۷۹)

مہد میں اثر در کو چیرنا

انس نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ علیؑ مہد میں تھے اور آپؐ کی والدہ نے بدھنے سے آپؐ کے ہاتھ باندھ دیئے تھے کہ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ

ایک سانپ ان کی طرف آ رہا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو بدھنے سے نکالا اور دائیں ہاتھ سے اس کی گردن کو پکڑا اور اس کے منہ میں انگلی ڈالی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے زور لگایا تو سانپ مر گیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کا آدھا حصہ ایک طرف تھا اور دوسرا حصہ دوسری طرف تھا۔

جب ان کی والدہ نے اپنے بچے کی یہ دلیری دیکھی تو دوڑتی ہوئی آئیں اور انہوں نے اپنے نومولود کو سینے سے لگا کر کہا: گویا تو تو ”حیدرہ“ ہے۔ واضح رہے کہ ”حیدرہ“ غضبناک شیرنی کو کہا جاتا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۲۷۸)

راہب کا حضرت ابوطالب کو آپؐ کی ولادت کی بشارت دینا

برسی رقم طراز ہیں کہ یمامہ کا راہب جس کا نام اثرم تھا وہ حضرت ابوطالبؑ کو حضرت علیؑ کی بشارت دیتا رہتا تھا اور وہ ہمیشہ حضرت ابوطالبؑ سے کہتا تھا: غنقریب خدا آپؑ کو ایک بیٹا دے گا جو اپنے زمانہ کا سردار ہوگا اور وہ ”ناموس اکبر“ ہوگا۔ اور وہ اپنے زمانہ کے نبی کا زور بازو مددگار داماد اور ان کا وزیر ہوگا۔ اور میں شاید ان کی آمد تک زندہ نہ رہوں گا۔ جب وہ بچہ آپؑ کے ہاں پیدا ہوا تو آپؑ اسے میرا سلام پہنچائیں۔

جب امیر المومنین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور آپؑ کی ولادت کے چند روز بعد حضرت ابوطالبؑ اسے اطلاع دینے کے لیے گئے تو آپؑ کو بتایا گیا کہ اس کی چند روز پہلے وفات ہو چکی ہے۔ حضرت ابوطالبؑ واپس آئے اور آپؑ نے اپنے فرزند کو اپنی گود میں اٹھا کر پیار کیا اور فرمایا: بیٹا راہب تمہیں سلام کہتا تھا۔

حضرت علیؑ نے کہا: ابا جان! آپ اثرم راہب کی خبر دے رہے ہیں جو کہ ہمیشہ آپ کو میری آمد کی بشارت دیتا تھا۔ اس پر میری طرف سے بھی سلام ہو۔ یہ سن کر آپؑ کے والد عبد مناف المعروف ابوطالب نے کہا:

اللہ کے ولی! آپؐ نے سچ کہا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۷۵-۷۶)

آپؐ ہر شخص کو دیکھتے ہی پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا کافر

برسی لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ خصوصیات عطا کی ہیں جو کسی کو بھی عطا نہیں ہوئیں۔ میرے لیے راستے کھول دیئے گئے۔ میں انساب و اسباب کا عالم ہوں۔ میرے لیے بادلوں کو چلایا گیا۔ میں نے ملکوت میں نگاہ ڈالی تو مجھ سے کوئی چیز مخفی نہ رہی۔ تمام مخلوقات کی آنکھوں کے درمیان اس کا مومن یا کافر ہونا لکھا ہوا ہے اور ہم دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ مومن ہے یا کافر۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۷۶)

آپؐ تمام مومنین کے احوال کی واقفیت رکھتے ہیں

برسی لکھتے ہیں کہ رمیلہ حضرت کے خواص اصحاب میں سے تھا اور اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں کوفہ میں بیمار ہوا اور میں نے دل میں منت مانی کہ اگر خدا نے مجھے شفا دی تو میں امیر المومنین علیہ السلام کی اقتداء میں جا کر نماز پڑھوں گا۔ میرا بخار اُتر گیا اور میں نماز پڑھنے کے لیے گیا تو امیر المومنین نے مجھ سے پوچھے بغیر فرمایا:

رمیلہ! تجھے بخار ہوا تھا اور تو نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے تجھے شفا یاب کیا تو تو میری اقتداء میں نماز پڑھنے آئے گا اور اب تو شفا یاب ہو چکا ہے۔

رمیلہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! آپؐ کو یہ بات کیسے معلوم

ہوئی؟

آپؐ نے فرمایا: رمیلہ! جب بھی کوئی مومن مرد یا عورت بیمار ہو تو اس کی بیماری کی وجہ سے ہم بھی بیمار ہو جاتے ہیں اور جب وہ غمگین ہوتا ہے تو اس کے غم کی وجہ سے

ہم بھی غمگین ہو جاتے ہیں اور جب مومن دعا مانگتا ہے تو ہم اس دعا پر آمین کہتے ہیں اور اگر وہ خاموش رہے تو ہم اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ مشارق و مغارب میں مومن جہاں بھی ہوں تو ہم ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۷۷)

دریائے فرات کا بارہ حصوں میں تقسیم ہونا اور مچھلیوں کا آپؑ پر سلام کرنا برسی لکھتے ہیں کہ عیدہ سکسکی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا:

جب امیر المومنینؑ جب صفین سے واپس آ رہے تھے تو ایک جگہ آ کر رُک گئے اور آپؑ نے ایک سبز شاخ اٹھائی اور فرات پر ماری۔ دریائے فرات بارہ حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ پھر آپؑ نے کچھ کلام کی جو کہ لوگوں کی سمجھ سے بالاتھی۔ اس کے بعد فرات کی مچھلیاں پانی پر آ گئیں اور انہوں نے سر بلند کر کے تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ پھر مچھلیوں نے آپؑ سے کہا:

خدا کی زمین پر خدا کی حجت آپؑ پر سلام ہو۔ بندوں کے اعمال کو دیکھنے والی خدا کی آنکھ آپؑ پر سلام ہو۔ آپؑ کو آپؑ کی قوم نے اسی طرح سے چھوڑ دیا جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو چھوڑ دیا تھا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

تم نے مچھلیوں کی باتیں سن لی ہیں نا؟

سب نے کہا: جی ہاں! ہم نے ان کی باتیں سنی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ایک نشانی ہے اور میری صداقت کی دلیل ہے۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۷۸)

جنگِ نہروان سے قبل اس کا نتیجہ بیان کرنا

برسی لکھتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیہ السلام خوارج سے جنگ کرنے روانہ ہوئے تو آپؐ نے جنگ شروع ہونے سے قبل اپنے سپاہیوں سے فرمایا:

اس جنگ میں تم میں سے دس افراد بھی قتل نہ ہوں گے اور خوارج کے دس افراد سے زیادہ افراد زندہ نہیں بچیں گے۔ جب جنگ ہوئی تو اس کا وہی نتیجہ برآمد ہوا جس کا آپؐ نے اعلان کیا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۸۰)

خشک نان جویں کا لذیذ طعام میں تبدیل ہونا

برسی لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپؐ سے طعام کی خواہش کی۔ امیر المومنین اس کے لیے خشک نان جویں لے کر آئے اور اس کے ساتھ ایک پانی کا پیالہ لائے۔ آپؐ نے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے پیالے میں ڈالا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے اسے کھاؤ۔

مہمان نے اس ٹکڑے کو پیالے سے نکالا اور اسے کھانا شروع کیا تو اس نے کہا کہ مولا! یہ تو بھنا ہوا پرندہ ہے۔ پھر آپؐ نے ایک اور ٹکڑا علیحدہ کر کے پانی میں ڈالا اور فرمایا: اب بسم اللہ کر کے اسے کھاؤ۔

مہمان نے وہ لقمہ اٹھا کر کھایا تو اس نے کہا: مولا! یہ تو حلوہ ہے۔ عجیب بات ہے کہ آپؐ میرے سامنے تو خشک نان جویں کے ٹکڑے ڈال رہے ہیں اور وہ لذیذ طعام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: یہ ظاہر ہے اور وہ باطن ہے اور ہمارا امر اسی طرح سے ہے۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۸۰)

ایک یہودی کو زندہ کرنا اور اس کا اپنے مال کے متعلق بتانا

برسی لکھتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آباؤ طاہرین علیہم السلام کی سند سے بیان کیا کہ ایک یہودی حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور اس نے کہا:

میرا باپ مر گیا اور اس کے پاس بڑی دولت تھی لیکن اس نے وہ دولت کہیں چھپائی ہوئی تھی اور مرنے سے پہلے اس نے مجھے دولت کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا۔ اگر آپ میرے والد کی دولت کا نام و نشان بتا دیں تو اس دولت کا ایک تہائی حصہ آپ کے حوالے کروں گا اور اس کی ایک تہائی فقراء مسکین میں تقسیم کروں گا اور ایک تہائی اپنے پاس رکھوں گا اور میں دین اسلام بھی قبول کروں گا۔

حضرت ابوبکر نے اس سے کہا: بندہ خدا! اللہ کے علاوہ غیب کا علم کسی کے پاس نہیں ہے۔

بعد ازاں وہ یہودی حضرت عمر کے پاس گیا اور ان سے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ انہوں نے بھی اسے وہی جواب دیا جو ان سے پہلے حضرت ابوبکر دے چکے تھے۔ پھر حضرت عمر نے اسے مشورہ دیا کہ وہ حضرت علیؑ سے جا کر ملاقات کرے۔

یہودی حضرت علیؑ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے اپنا دکھڑا بیان کیا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: تم یمن چلے جاؤ اور حضرموت کے علاقہ میں وادی برہوت کا پتہ چلاؤ اور جب تم اس وادی میں پہنچو تو غروب آفتاب تک وہاں بیٹھنا۔ غروب آفتاب کے وقت تجھے دو کوئے دکھائی دیں گے جو کائیں کائیں کر رہے ہوں گے۔ اس وقت اپنے باپ کا نام لے کر صدا دینا اور کہنا کہ اے فلاں مجھے رسول خدا کے وصی نے بھیجا ہے۔ جب تم یہ کہو گے تو وہ تم سے کلام کرے گا۔ اس سے اس کی دولت کا پوچھ لینا۔ وہ تجھے اپنی مخفی دولت کا پتہ بتائے گا۔

حضرت کے فرمان کے تحت وہ یمن گیا اور وہاں سے اس نے وادی برہوت کا

پتہ معلوم کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ غروب آفتاب کے وقت اس نے دو کوے دیکھے جو کانیں کانیں کر رہے تھے۔ اس نے اپنے باپ کے نام آواز دی اور کہا:
مجھے رسول خدا کے وحی نے تیرے پاس بھیجا ہے لہذا مجھے جواب دے۔
اس وقت اسے ایک آواز سنائی دی۔ تجھ پر افسوس! تو یہاں کیا کرنے آیا ہے۔
یہ تو اہل ناریکی وادی ہے۔

اس نے کہا: میں تجھ سے تیری دولت کا پتہ معلوم کرنے آیا ہوں۔
آواز آئی: وہ دولت میں نے فلاں فلاں جگہ پر چھپا کر اس کے اوپر دیوار کھڑی
کر دی تھی۔ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ کے دین کی پیروی کر۔ نجات کا راز اسی میں
ہی مضمر ہے۔

اس کے بعد دونوں کوے واپس چلے گئے۔ یہودی اپنے گھر واپس آیا اور جہاں
اس کے باپ نے دولت کی نشان دہی کی تھی اس نے وہاں سے دولت حاصل کی۔ وہ
دولت ڈھیر سارے سونے اور چاندی پر مشتمل تھی۔ اس نے تمام دولت کو اونٹ پر لادنا
اور امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جیسے ہی اس کی نظر آپ پر پڑی تو
اس نے کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وانک
وصی رسول اللہ و اخوہ و امیر المومنین حقاً کما سمیت
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد
اللہ کے رسول ہیں اور آپ رسول خدا کے وصی اور ان کے بھائی
ہیں۔ آپ اسم باسْمی امیر المومنین ہیں۔

میری طرف سے آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ ہے۔ آپ اپنی صوابدید کے
مطابق اسے خرچ کریں۔ بے شک آپ عالمین میں اللہ کے ولی ہیں۔ (مشارق انوار
البیہقین، ص ۸۱)

منجم سے گفتگو اور اس کے سامنے سونے اور سانپ کو برا آمد کرنا

برسی رقمطراز ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام خوارج سے جنگ کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں آپؑ کو ایک منجم ملا جسے دہقان فارسی کہا جاتا تھا۔ اس نے آپؑ کو لشکر کشی سے روکا اور کہا:

آپؑ اس وقت لشکر لے کر مت جائیں کیونکہ اس وقت نحس ستارے طلوع ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اہل حق کو شکست اور اہل باطل کو فتح نصیب ہوگی۔ اس وقت مرغ، برج ثور میں مقیم ہے اور آپؑ کے برج پر اس وقت دو ستاروں کی حکومت ہے لہذا اگر آپؑ نے جنگ کی تو آپؑ کو شکست ہوگی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے کہا:

کیا سفر کرنے والے ستاروں کو تو چلاتا ہے اور میرے متعلق حادثات کی پیش گوئی کرتا ہے اور ستاروں کو منٹ اور سیکنڈ کے حساب سے جو منتقل کرتا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہے تو پھر مجھے بتاؤ ”سرائی“ کیا ہیں؟ ”دراری“ کیا ہیں؟ اور ”مدبرات“ کی شعاعوں کی مقدار کیا ہے؟

نجمی نے کہا: میں اسطراب (ایک خاص قسم کا آلہ جس سے ستاروں کی بلندی کا اندازہ لگایا جاتا ہے) میں دیکھ کر ہی آپؑ کو کچھ بتاؤں گا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ کل رات میزان میں کس چیز کی تکمیل ہوئی؟ اور کیا جانتے ہو برج سرطان میں کون سا ستارا ٹھہرا اور کیا تجھے معلوم ہے کہ زبرقان پر کون سی آفت نازل ہوئی؟

نجمی نے کہا: مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو کہ رات ملک چین کی حکومت ایک گھرانے سے دوسرے گھرانے میں منتقل ہوئی ہے؟ اور برج ماچین میں انقلاب آگیا؟ اور بحیرہ سارہ

خشک ہو گیا؟ بحیرہ حشرمہ میں پانی آ گیا؟ اور سقلیہ میں چٹان کا دروازہ ٹوٹ گیا؟ شاہ روم کے بھائی نے بھائی کا تختہ الٹ دیا اور اس کے تخت پر قابض ہو گیا؟ اور قسطنطنیہ کبریٰ میں سونے کے کنگرے گر پڑے؟ اور سراندیل کی دیوار ٹوٹ گئی؟ اور یہودیوں کا کاہن اعظم گم ہو گیا؟ اور وادی نمل کی چیونٹیوں میں جوش بڑھ گیا؟ اور ستر ہزار جہانوں کو خوش بختی نصیب ہوئی؟ اور ہر عالم میں ستر ہزار افراد پیدا ہوئے اور آج رات اتنے ہی مریں گے؟

کیا تمہیں ان تمام باتوں کا کوئی پتہ ہے؟
نجومی نے کہا: مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے خاموش شہابوں اور ستاروں کا بھی کچھ پتہ ہے؟ اور کیا تجھے شمس ذات الذوائب کا بھی کچھ علم ہے جو انوار کے ساتھ طلوع ہوتے ہیں اور سحر کے وقت غروب ہوتے ہیں؟

نجومی نے کہا: مجھے کچھ پتہ نہیں ہے؟

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تو ان ستاروں کو جانتا ہے جب وہ طلوع ہوتے ہیں تو دنیا میں فریب ہوتا ہے اور جب وہ غروب ہوتے ہیں تو مصیبت نازل ہوتی ہے؟ جب وہ طلوع ہوئے تھے تو قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اور وہ طلوع ہوں گے تو دنیا تباہ ہو جائے گی۔

نجومی نے کہا: میں نہیں جانتا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے آسمان کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ اب میں تجھ سے اس زمین کے قریبی ترین حصہ کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بتا میرے گھوڑے کے دائیں پاؤں کے نیچے کیا ہے اور بائیں پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ اور ان میں سے نفع بخش چیز کس سُم کے نیچے اور نقصان دہ چیز کس سُم کے نیچے ہے؟

نجومی نے کہا: میں آسمان کی بہ نسبت زمین کے امور سے زیادہ ناواقف ہوں۔
 پھر آپؐ نے حکم دیا کہ آپؐ کے گھوڑے کے دائیں سُم کی زمین کو کھودا جائے۔
 جب اسے کھودا گیا تو اس کے نیچے سے سونے کا خزانہ برآمد ہوا۔
 پھر آپؐ نے حکم دیا کہ گھوڑے کے بائیں سُم کی زمین کو کھودا جائے۔ جب اس
 جگہ کو کھودا گیا تو وہاں سے ایک اژدہا برآمد ہوا جو کہ نجومی کے گلے میں لپٹ گیا۔
 نجومی نے آپؐ سے امان طلب کی۔ آپؐ نے فرمایا: امان ایمان کی شرط قبول
 کرنے پر مل سکتی ہے۔

نجومی نے کہا: میں ساری زندگی آپؐ کے قدموں میں جھک کر بسر کروں گا۔
 آپؐ نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں۔ سجدہ خدا کا کرو اور میرے واسطہ دے کر
 اس سے حاجات طلب کرو۔

پھر آپؐ نے اس سے فرمایا:
 سرسقیل! ہم نجوم قطب اور فلک کے پرچم ہیں۔ اس علم کو صرف ہم جانتے ہیں یا
 ہمارے علاوہ ہندوستان کا ایک گھرانہ یہ علم جانتا ہے۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۸۲-۸۳)
 باکرہ لڑکی کے شکم سے لوتھڑا برآمد کرنا

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی اسناد سے حضرت عمارؓ یا میرے نقل کیا۔ انہوں نے
 کہا:

۷۱ صفر منگل کے دن میں کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا
 کہ باہر سے شور شرابے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس وقت آپؐ ”ذکۃ القضاء“ پر بیٹھے
 لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے۔

آپؐ نے مجھ سے فرمایا: عمار! ذوالفقار لاؤ۔

میں نے ذوالفقار پیش کی۔ آپؐ نے ذوالفقار کو نیام سے نکال کر اپنے پاس رکھا

اور فرمایا:

عمار! آج میں اہل کوفہ کے سامنے ایک عقدہ حل کروں گا جس سے اہل ایمان کی اطاعت اور مخالفین کے نفاق میں اضافہ ہوگا۔ جاؤ جو لوگ دروازہ پر کھڑے ہیں انہیں میرے پاس لاؤ۔

عمار کہتے ہیں: میں باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایک محل میں بیٹھی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی:

”اے پناہ طلب کرنے والوں کو پناہ دینے والے! اے عشاق کی منزل آخر! اے زبردست قوت کا مالک! اے یتامی کو طعام دینے والے! اے مفلس کو رزق فراہم کرنے والے! اے بالیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والے! اے وہ قدیم جس سے پہلے کوئی نہ تھا! اے بے یار و مددگار کے یاور و ناصر! اے تہی دستوں کا خزانہ! میں نے تیری طرف ہی اپنے رخ کو متوجہ کیا اور میں نے تجھے ہی اپنا وسیلہ بنایا ہے۔ آج میرے چہرے کو آبرو مند بنانا اور میری مصیبت مجھ سے دور کرنا۔

عورت کے محل کے ارد گرد قریباً ایک ہزار افراد کھڑے تھے جن میں کچھ عورت کے موافق تھے اور کچھ اس کے مخالف تھے۔

میں نے ان لوگوں سے کہا: امیر المومنین تم لوگوں کو اندر بلا رہے ہیں۔ یہ سن کر عورت محل سے نیچے اترتی اور اس کے ساتھ اس کی قوم و قبیلہ کے افراد بھی مسجد میں داخل ہوئے۔

عورت حضرت امیر المومنین کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کی:

مولا! میں آپ کا قصد کر کے آئی ہوں۔ آپ میری پریشانی دور کریں اور اللہ نے آپ کو اس کی قدرت عطا کی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے (عمار) حکم دیا کہ عمار! تم جا کر پورے کوفہ شہر میں یہ منادی کرو کہ جس نے بھی امیر المومنین کا فیصلہ دیکھنا ہو تو مسجد میں آ جائے۔

میں نے کوفہ شہر میں یہ منادی کی۔ لوگ جوق در جوق مسجد میں جمع ہوئے اور لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے مسجد میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ پھر آپؐ نے ان سے فرمایا:

اہل شام! اب تم اپنا مسئلہ بیان کرو۔

یہ سن کر ایک بزرگ کھڑا ہوا جس نے اٹھی چادرِ عدنی حلقہ پہن رکھا تھا اور اس نے ریشمی عمامہ سر پر باندھا ہوا تھا۔ اس نے کہا:

اے کمزوروں اور مظلوموں کے بچاؤ و مادی میرے مولا! یہ لڑکی میری بیٹی ہے۔ میں نے ابھی تک اس کی شادی نہیں کی ہے لیکن یہ حاملہ ہے۔ اس نے مجھے میرے قبیلہ میں رُسوا کر دیا ہے جب کہ میں اپنے علاقہ اور قوم کا ایک معزز، سخی اور بہادر انسان ہوں۔ مہمانوں کے لیے میرے گھر میں ہمیشہ آگ روشن رہتی ہے اور میرے پاس پناہ لینے والا کبھی آج تک رُسوا نہیں ہوا۔ اب اس مصیبت کی وجہ سے میں خود رُسوا ہو چکا ہوں اور اس لڑکی نے مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ آپؐ اس مسئلہ کو حل فرمائیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے لڑکی سے فرمایا کہ تو کیا کہنا چاہتی ہے؟

لڑکی نے کہا: مولا! میرا باپ بالکل سچ کہتا ہے۔ میں کنواری ہوں۔ اور جہاں تک میرے باپ کی اس بات کا تعلق ہے کہ میں حاملہ ہوں تو خدا کی قسم! میں نے آج تک خیانت نہیں کی اور میں خدا کو شاہد بنا کر کہتی ہوں کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا اور آپؐ جانتے ہیں کہ میں جھوٹ نہیں بول رہی لہذا آپؐ سے میری درخواست ہے کہ خدا را! میری مشکل آسان کریں اور مجھے بدنامی کی دلدل سے باہر نکالیں۔

امیر المومنین علیہ السلام منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا:

اللہ اکبر - جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

”حق آیا اور باطل چلا گیا، باطل ہمیشہ بھاگتا رہتا ہے۔“

پھر آپؐ نے فرمایا: کوفہ کی کسی دائی کو یہاں لایا جائے۔
ایک دائی جس کا نام ”لبنا“ تھا اسے مسجد میں لایا گیا۔ وہ کوفہ کی مشہور دائی تھی۔
آپؐ نے اس سے فرمایا: اس عورت کو حجاب میں لے جاؤ اس کا معائنہ کر کے ہمیں بتاؤ
کہ یہ لڑکی حاملہ ہے یا نہیں؟

دائی نے اس لڑکی کا معائنہ کیا اور اس نے حضرتؐ سے کہا کہ یہ لڑکی حاملہ ہے۔
حضرتؐ نے فرمایا: اہل کوفہ! علم کے وہ دعویدار کہاں ہیں جو میرے مقام و
منزلت کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں بھی
میرے طرح سے حقائق پر عبور حاصل ہے؟ آج انہیں چاہیے کہ آئیں اور اس مسئلہ کو حل
کریں۔

عمر و بن حریث نے استہزائیہ انداز میں کہا: اس مسئلہ کو آپؐ کے بغیر کوئی حل نہیں
کر سکتا اور آج ہمارے لیے آپؐ کی امامت ثابت ہو جائے گی۔
امیر المومنین علیہ السلام نے لڑکی کے والد سے کہا:
ابوالغضب! کیا تم دمشق کے علاقہ میں نہیں رہتے؟
اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: تو کیا تمہارے گاؤں کا نام ”اسعاد“ نہیں ہے؟
اس نے کہا: جی ہاں یہ سچ ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو برف کا ایک ٹکڑا یہاں لے

آئے؟

ابوالغضب نے کہا: مولاً! ہمارے علاقہ میں برف بہت زیادہ ہے۔
امیر المومنینؑ نے فرمایا: لیکن ہمارے اور تمہارے علاقہ کے درمیان اڑھائی سو
فرسخ کا فاصلہ حائل ہے۔

حضرت عمار کا بیان ہے کہ حضرتؐ نے منبر کوفہ پر بیٹھ کر انہیں تھرا کر کہا اور جب

آپؑ نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا تو اس میں برف کے ٹکڑے تھے جن سے پانی ٹپک رہا تھا۔ پھر آپؑ نے وہ برف دائی کے حوالے کی اور فرمایا: یہ برف لے جاؤ اور اس لڑکی کو پردہ میں بٹھا کر اس کی اندام نہانی کے قریب یہ برف رکھ دو۔ کچھ دیر بعد ایک لوتھڑا اس سے برآمد ہوگا جس کا وزن بچپن درہم اور دو دانق ہوگا۔

دائی نے برف اٹھائی اور وہ لڑکی کو مسجد سے باہر ایک علیحدہ مکان میں لے گئی اور وہ ایک طشت لے آئی اور اس نے برف کو اس طشت میں رکھا اور طشت کو لڑکی کی اندام نہانی کے قریب رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد لڑکی کے رحم سے ایک بہت بڑا لوتھڑا گرا جس کا دائی نے وزن کیا تو اس کا وہی وزن تھا جو کہ حضرتؑ نے پہلے بتایا تھا۔

دائی لڑکی کو لے کر امیر المومنین کے پاس آئی اور اس نے وہ لوتھڑا بھی آپؑ کے سامنے رکھا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے اس کا وزن کیا تھا؟

دائی نے کہا: جی ہاں! اس کا وہی وزن ہے جو آپؑ نے فرمایا تھا۔

پھر آپؑ نے لڑکی کے باپ سے فرمایا:

ابوالغضب! اپنی لڑکی کو لے جاؤ۔ تمہاری لڑکی نے کوئی خیانت نہیں کی تھی۔ جب یہ دس سال کی بچی تھی تو ایک جرثومہ اس کے پیٹ میں چلا گیا تھا اور اسے وہاں مناسب ماحول ملا تو وہ اب تک وہاں پرورش پاتا رہا اور آج وہ لوتھڑا بن کر باہر آ گیا۔ لڑکی کا باپ خوش ہو کر اٹھا اور اس نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ ارحام میں جو کچھ ہے آپ اسے جانتے ہیں اور آپؑ دل کے پوشیدہ راز بھی جانتے ہیں۔ (عیون المعجزات، ص ۲۱-۲۲)

جنات سے جنگ کر کے مفلوج جوان کو تندرست کرنا

سید مرتضیٰ رقم طراز ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان نے بیان کیا کہ ایک دن ہم

مسجد نبوی میں رسول خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمیں باہر سے بہت سی آوازیں سنائی دیں۔

آنحضرتؐ نے ہم سے فرمایا کہ باہر دیکھو یہ شور و غوغا کیسا ہے؟

جب ہم نے مدینہ سے باہر نکل کر دیکھا تو چالیس اونٹنیوں پر چالیس افراد سوار تھے اور ہر سوار کے گلے میں موتیوں کا ہار تھا اور ہر ایک نے قیمتی جواہر سے مرصع ٹوپی پہن رکھی تھی اور ان سب کی قیادت ایک بے ریش جوان کر رہا تھا اور اس کا چہرہ اتنا حسین تھا کہ وہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا اور وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا: ہم محمد مصطفیٰؐ کے ذریعہ سے آج پناہ حاصل کریں گے۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں تیزی سے واپس آیا اور آنحضرتؐ کو اس قافلہ کی اطلاع دی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم حلال مشکلات اور عرب کو شکست دینے والے علیؑ اور میرے دلیر و بہادر شیر بنی ہاشم چچا حمزہ کے پاس جاؤ اور انہیں یہاں بلا لاؤ۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوا تو وہ مجھے راستہ میں آتے ہوئے دکھائی دیئے اور انہوں نے مجھ سے فرمایا: حذیفہ! تم مجھے ان لوگوں کی آمد کی اطلاع دینے آئے ہو جن سے میں اس دن سے واقف ہوں جب سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔

میں حضرتؐ کے پیچھے چلتا ہوا مسجد میں آیا۔ اتنے میں اہل قافلہ بھی مسجد میں پہنچ گئے۔ قافلے کے سالار نو جوان نے کھڑے ہو کر کہا:

وہ کون ہے جو شب کی تاریکی میں خدا سے راز و نیاز کرتا ہے، تم میں وہ کون ہے جس کا سربتوں کے سامنے نہیں جھکا تھا؟ وہ کون ہے جو اپنے رب کے احسانات کا شکر بجا لانے والا ہے؟ وہ کون ہے جو عصمتوں کا محافظ اور ناموس کا نگہبان ہے؟

وہ کون ہے جو جدال و قتال میں ثابت قدم ہے؟ وہ کون ہے جو مقابلہ پر آنے والوں کا قاتل ہے؟ وہ کون ہے جو انسانوں اور جنات کا سردار ہے؟ وہ کون ہے جو

محمد مصطفیٰ کا بھائی ہے؟ وہ کون ہے جو حق و صداقت کی زبان ہے؟ وہ کون ہے جو ابوطالب کا نورِ نظر ہے؟ وہ کون ہے جو ظالموں کی گھات میں رہتا ہے؟
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علی! نوجوان کو جواب دو اور اس کی حاجت پوری کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: نوجوان! وہ میں ہوں۔ میرے قریب آؤ۔ میں تمہاری حاجت پوری کروں گا اور خدا کی مدد و نصرت سے تیری پیاس بجھاؤں گا۔ اپنی حاجت بیان کرتا کہ میں اسے پورا کروں اور جب میں تیری حاجت پوری کروں گا تو تمام مسلمانوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کشتی نجات، کلمہ کبریٰ اور وہ بڑا عظیم ہوں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور میں وہ صراطِ مستقیم ہوں جو بھی مجھ سے انحراف کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

نوجوان نے کہا: میرا ایک بھائی ہے جو کہ سیر و شکار کا دلدادہ ہے۔ ایک دن میرا بھائی شکار کے لیے گیا تو اسے دس نیل گائیں دکھائی دیں۔ میرے بھائی نے تیر مار کر ایک گائے کو مار ڈالا۔ جیسے ہی نیل گائے زمین پر گری تو میرے بھائی کے جسم کا نصف حصہ مفلوج ہو گیا اور اس کی زبان میں لکنت آگئی اور اب حالت یہ ہے کہ وہ ہم سے اشاروں میں گفتگو کرتا ہے اور ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تمہارا سردار اس کی مصیبت دور کر سکتا ہے۔

پھر اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: اہل مدینہ! میں قحاح بن حلاطل بن ابی الغضب بن سعد بن مقفع بن عمولاق بن ذالہ بن صعب ہوں۔ ہمارا تعلق قوم عاد کی باقیات سے ہے۔ ہم جن کی پوجا کرتے ہیں اور قمار بازی کرتے ہیں۔ اگر تمہارے سردار نے میرے بھائی کو تندرست کر دیا تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے۔ ہماری قوم نوے ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ ہم قوت و طاقت اور سرمایہ و دولت، کھیت اور مویشی رکھنے والے لوگ ہیں۔ ہماری کلائیاں مضبوط اور تلواریں تیز ہیں۔ یہ ہماری سرگزشت

ہے جو میں نے تمہیں سنا دی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: نو جوان! تیرا بھائی کہاں ہے؟

اس نے کہا: وہ ہمارے قافلہ کے پیچھے ایک محل میں آ رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا نے چاہا تو تیرے بھائی کو صحت نصیب ہوگی۔

ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ ایک اونٹ آیا جس پر حمل تھا اور ایک عورت نے

اونٹ کی مہار پکڑ رکھی تھی۔ اونٹ دروازہ مسجد پر بیٹھا۔ اس وقت نو جوان نے کہا: علیؑ!

میرا بھائی آ چکا ہے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام محل کے قریب گئے۔ اس میں ایک خوبصورت جوان لینا

ہوا تھا اور جب امیر المومنینؑ نے اس کو دیکھا تو جوان کے آنسو بہہ گئے اور اس نے لکنت

زدہ زبان میں آہستہ سے کہا: اہل مدینہ! اب ہم تم سے ہی مدد کے خواہش مند ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: آج رات تم اسے بقیع لے چلنا اور وہاں تم

علیؑ کا ایک عجیب کام دیکھ سکو گے۔

حذیفہ کا بیان ہے کہ لوگ عصر سے ہی بقیع میں جمع ہونے لگے اور جب رات چھا

گئی تو امیر المومنینؑ بقیع میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔ ہم لوگ

حضرتؑ کے پیچھے چل پڑے۔ جب ہم آگے بڑھے تو ہم نے آگ کے دواؤ دیکھے۔

ایک چھوٹا الاؤ اور دوسرا بڑا الاؤ تھا۔ امیر المومنینؑ آگ کے چھوٹے الاؤ میں داخل

ہو گئے۔

حذیفہ کہتے ہیں جب علیؑ آگ میں داخل ہوئے تو ہمیں بجلی کی کڑک جیسی

آوازیں یکے بعد دیگرے سنائی دینے لگیں اور آپؑ نے چھوٹے الاؤ کی آگ کو بڑے

الاؤ میں ڈال دیا اور پھر خود بھی بڑے الاؤ میں داخل ہو گئے۔ ہم دُور سے بیٹھ کر سارا

منظر دیکھتے رہے یہاں تک کہ صبح کی سفیدہ نمودار ہو گئی۔ اسنے میں علیؑ اس آگ کے الاؤ

سے باہر آئے۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک سر تھا جس کی گولائی سترہ انگلیاں تھیں۔ اس کی

پیشانی کے درمیان ایک آنکھ تھی۔ پھر آپؐ اس محل کی طرف بڑھے جہاں وہ جوان لیٹا ہوا تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا:

جوان! اللہ کے حکم سے اٹھ بیٹھو۔ تمہاری تکلیف دور ہوگئی ہے۔

یہ سن کر نو جوان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ پاؤں بالکل تندرست ہو چکے تھے۔ جوان آپؐ کے قدموں پر گرا اور بوسے دینے لگا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: لوگو! یہ عمرو بن اخیل بن لاقیس بن ابلیس لعین کا سر ہے۔ اس نے اس جوان کو مفلوج کیا تھا اور آج وہ میرے مقابلہ کے لیے جنات کے بارہ لشکر لے کر آیا تھا۔ میں نے ان سے جنگ کی اور میں نے ان پر وہ اسم اعظم مارا جو کہ حضرت موسیٰؑ کے عصا پر لکھا ہوا تھا جس سے سمندر میں بارہ راستے پیدا ہوئے تھے۔ اس کی برکت سے وہ سب کے سب مر گئے۔ تم لوگ خدا پر بھروسہ رکھو اور اس کے نبیؐ اور وصیؑ پر اعتماد کرو۔

اس کے بعد وہ جوان اور اس کی تمام قوم مسلمان ہوگئی۔ وہ لوگ نبی اکرمؐ اور علی مرتضیٰؑ کو دعائیں دیتے ہوئے دوسرے دن مدینہ سے چلے گئے۔ (عیون المعجزات، ص ۳۲)

حضرتؑ کا عدل اور آپؐ کی شفقت

برسی نے اپنی اسناد سے اصغ بن نباتہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔ آپؐ لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ اسود نامی ایک شخص کی مشکیں باندھے ہوئے آپؐ کے پاس لے آئے اور کہا: مولا! یہ چور ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اسود! کیا تو نے چوری کی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں امیر المومنینؑ! میں نے چوری کی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر افسوس! اگر تو نے دوسری مرتبہ اقرار کیا

تو میں تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ کیا تو نے چوری کی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں میرے آقا!

حضرتؐ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے خوب سوچ کر بتا کیا تو نے چوری کی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں میرے آقا و مولا! میں نے چوری کی ہے۔

امیر المومنینؑ نے حکم جاری کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیونکہ اس کے لیے قطع ید واجب ہو چکا ہے۔

آپؐ کے حکم سے جلاد نے اس کا دایاں ہاتھ قطع کر دیا۔ اس نے کٹی ہوئی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ میں پکڑا اور اس کٹے ہوئے حصہ سے خون جاری تھا۔ راستے میں ”ابن کواء“ ملا۔ اس نے کہا: تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

اسود نے کہا: سید المومنینؑ، قائد الغر المحجلین، خلیفۃ الرسول بالیقین، سید الوصیین، امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے میرا ہاتھ کاٹا۔ اور میرے ہاتھ کو اس نے قطع کیا جو امام الہدیٰ ہے جو شوہر زہراءؑ ہے، جو حسن و حسین علیہم السلام کا والد ماجد ہے، جو جنات النعیم کی طرف سبقت کرنے والا اور بہادروں کو پچھاڑنے والا، جاہلوں کو زیر کرنے والا، زکوٰۃ دینے والا، بنی ہاشم کا سرمایہ افتخار، رسول مقبول کا ابن عم اور ان کا ناصر و مددگار، حق کا ہادی، صداقت کا بیان، مکی بہادر، انزع البطین، آل حم و آل یلین کا سردار، حرمین کی عزت، دونوں قبلوں کا نمازی، خاتم الاوصیاء، وحی سید الانبیاء، حیدر، مہور، ضرعام، جس کی جبریلؑ تے تائید کی، جس کی میکائیلؑ نے نصرت کی، قریش کا افضل ترین فرد، آسمانی لشکروں کا سالار علی بن ابی طالبؑ ہے۔

ابن الکواء نے اس سے کہا: اسود! تجھ پر صدحیف! اس نے تو تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو اس کی مدح و ثنا کر رہا ہے؟

اسود نے کہا: میں ان کی شایکیوں نہ کروں وہ تو ہے ہی ثنا کے قابل۔ ان کی محبت

میرے گوشت اور میرے خون میں رچی ہوئی ہے اور اگر انہوں نے میرا ہاتھ کاٹا ہے تو انہوں نے مجھ پر ظلم تھوڑا ہی کیا ہے۔ میں قصور وار تھا اور انہوں نے مجھ پر حد شرعی جاری کر کے مجھے دوزخ کے عذاب سے بچایا ہے۔

یہ سن کر ابن الکواء امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: آپ نے اسود کا ہاتھ کاٹا ہے اور وہ آپ کی مدح و ثنا کرنے میں مصروف ہے۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے تو اس نے آپ کی بڑی تعریف کی۔ میں نے اس سے کہا: علیؑ نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے لیکن تو پھر بھی اس کی تعریف کر رہا ہے؟

اسود نے مجھ سے کہا: انہوں نے میرا ہاتھ کاٹ کر مجھ پر احسان کیا اور مجھے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ میں تو ہمیشہ اس کی ثنا کرتا رہوں گا کیونکہ ان کی محبت میرے گوشت پوست میں رچی ہوئی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسنؑ سے فرمایا: فرزند! جاؤ اور اسود کو بلا لاؤ۔ امام حسن علیہ السلام گئے تو اس وقت وہ محلہ کندہ میں بیٹھا حضرتؑ کے فضائل بیان کر رہا تھا۔ آپؑ اسے وہاں سے لے کر آئے۔ امیر المومنینؑ نے اسود سے فرمایا: اسود! بڑے عجیب آدمی ہو میں نے تمہارا ہاتھ کاٹا ہے اور تم میری مدح و ثنا کر رہے ہو؟

اسود نے کہا: امیر المومنینؑ! میں آپؑ کی مدح و ثنا کرتا رہوں گا کیونکہ آپؑ کی محبت میرے خون کے ذرات میں رچی بسی ہوئی ہے اور دیے بھی آپؑ نے مجھ پر حد شرعی نافذ کر کے دوزخ کی آگ سے بچایا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اپنا کٹا ہوا ہاتھ میرے سپرد کرو۔ آپؑ نے کٹا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے اس کی کلائی سے جوڑ کر اس پر اپنی چادر ڈالی اور اٹھ کر آپؑ نے نماز پڑھی اور آپؑ نے دعا مانگی اور ہم نے دعا کے آخر میں انہیں آمین کہتے ہوئے سنا۔ پھر آپؑ نے چادر ہٹائی اور فرمایا:

انے رگو! جیسے تم پہلے ایک دوسرے سے متصل تھیں اب بھی اسی طرح سے متصل ہو جاؤ۔

اسود کا ہاتھ از سر نو جڑ گیا۔ اس نے آپؐ کے قدموں کا بوسہ لیا اور کہا:
 میں اللہ اور محمد رسول اللہ اور اس علیؑ پر ایمان رکھتا ہوں جس نے میرے کئے
 ہوئے ہاتھ کو پھر سے جوڑ دیا۔ علم نبوت کے وارث! آپؐ پر میرے ماں باپ شمار
 ہوں۔ (الروضہ، ص ۲۴۔ الفحائل، ص ۱۷۲-۱۷۳)

باپ کی بددعا سے مفلوج ہونے والے کو تندرست کرنا

ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے خرکشی سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ
 امیر المومنین علیہ السلام حج پر گئے اور آپؐ نے احرام کی شب ایک شخص کے رونے کی
 دلخراش صدائیں سنیں۔ آپؐ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ اس شخص کو بلا کر
 میرے پاس لاؤ۔

جب امام حسینؑ اس شخص کو ڈھونڈ کر لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ وہ ایک جوان تھا
 اور اس کا آدھا بدن خشک ہو چکا تھا۔ امیر المومنینؑ نے اس سے حالات دریافت کیے تو
 اس نے کہا کہ میں پہلے تو صحت مند جوان تھا اور میں غلط قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر
 غلط حرکات کرتا تھا۔ میرے والد مجھے ہمیشہ نصیحتیں کرتے تھے اور غلط قسم کے لوگوں کی محفل
 سے منع کرتے تھے۔ ایک دن میرے والد نے مجھے نصیحت کی تو میں نے طیش میں آ کر
 اسے مارا پیٹا۔ میرا والد یہاں بیت اللہ میں آیا اور اس نے یہاں کھڑے ہو کر مجھے بددعا
 دی اور ایک شعر پڑھا۔ جیسے ہی میرے والد کی بددعا تمام ہوئی تو میرا آدھا جسم خشک
 ہو گیا۔ جس پر مجھے سخت اندامت ہوئی اور میں نے توبہ کی اور اپنے والد کو راضی کیا اور ان
 سے کہا کہ وہ دوبارہ بیت اللہ میں کھڑے ہو کر میرے حق میں دعا کریں۔ وہ راضی ہو گئے
 میں نے انہیں ایک اونٹ پر بٹھایا اور ہم بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی ہم راستے

میں تھے کہ آدمی رات کے وقت ایک پرندہ پھڑپھڑایا جس سے میرے والد کا اونٹ بدکا اور میرے والد اونٹ سے گر پڑے اور ان کا سر ایک پتھر سے ٹکرایا جس کی وجہ سے ان کی راستے میں ہی وفات ہوگئی۔ میں نے انہیں وہیں دفن کیا اور اب میں یہاں خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس پر چار مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کی اور فرمایا: تندرست ہو کر اٹھو۔ وہ جوان فوراً تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔

حضرتؓ نے فرمایا: جوان تو نے سچ کہا اگر تیرا والد تجھ سے ناراض ہوتا تو تُو کبھی صحت مند نہ ہو سکتا تھا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۸۶)

ایک نابینا عورت کی بینائی کا واپس آنا

قطب راوندی نے عبدالواحد بن زید کی زبانی نقل کیا کہ میں حج کے قصد سے بیت اللہ پہنچا۔ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا کہ میں نے رکن یمانی کے پاس دو عورتوں کی گفتگو سنی۔ ان میں سے ایک عورت دوسری سے کہہ رہی تھی:

’نہیں مجھے اس کے حق کی قسم جسے وصیت کے لیے منتخب کیا گیا، جو مساوی تقسیم کرنے والا اور جو فیصلوں میں عدالت کرنے والا ہے، جو حضرت زہراء رضیہ مرضیہ کا شوہر ہے، بات یہ نہیں ہے۔‘

میں ان کے قریب گیا اور گفتگو کرنے والی خاتون سے کہا: تم کس کی صفات بیان کر رہی ہو؟

خاتون نے جواب دیا: میں اس کی صفات بیان کر رہی تھی جو کائنات کا بڑا عالم اور جو احکام کا دروازہ اور جو جنت و دوزخ کا حسیم ہے یعنی میں امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ کا تذکرہ کر رہی تھی۔

میں نے کہا: بی بی لی تو اسے کیسے جانتی ہے؟

خاتون نے کہا: میں بھلا اس سے کیسے جاہل رہ سکتی ہوں جب کہ میرا والد جنگِ صفین میں ان کی فوج میں شامل تھا اور وہ ان کی حمایت میں شہید ہوا تھا۔ جنگ کے بعد حضرت ہمارے گھر آئے تھے اور انہوں نے میری والدہ سے فرمایا تھا:

اے یتامیٰ کی ماں! تیرا کیا حال ہے؟

میری ماں نے کہا: مولاً! میں خیریت سے ہوں۔ میری ماں نے مجھے اور میری بہن کو آپ کے سامنے پیش کیا اور اس وقت میں چچک کی وجہ سے نایبا ہو چکی تھی۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو آپ نے ٹھنڈی سانس لی اور آپ نے یہ شعر پڑھے تھے:

ما ان تاوہت من شئی رزیت بہ

کما تاوہت للاطفال فی الصفر

قد مات والدہم من کان یکفلہم

فی النائبات وفی الاسفار والحضر

میں نے اپنے اوپر وارد ہونے والی کسی مصیبت پر اس طرح سے آہ نہیں کی جس طرح سے بچپن میں یتیم ہونے والے بچوں کو دیکھ کر میں نے آہ کی ہے۔

ان کا والد مر گیا جو تکالیف اور سفر و حضر میں ان کی کفالت کیا کرتا تھا۔

پھر آپ نے اپنا بابرکت ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو اسی وقت میں سب کچھ دیکھنے لگ گئی اور آپ کی برکت یہ ہے کہ اس عمر میں پہنچ کر بھی میری نگاہ اتنی تیز ہے کہ تاریک رات میں بھی دور سے کسی گھڑے ہوئے اونٹ کو دیکھ لیتی ہوں۔ (الناقب فی المناقب، ص ۲۰۴۔ الخراج، ج ۲، ص ۵۴۳)

حضرت کی محبت سے بینائی کا لوٹ آنا

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ سلیمان اعمش سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں حج کے قصد سے مکہ جا رہا تھا۔ راستے میں جب میں قادسیہ سے گزرا تو میں نے راستے کے کنارے ایک بدوی اندھی خاتون کو دیکھا جو زور زور سے یہ الفاظ کہہ رہی تھی:

”اے سورج کو پلٹانے والے علی بن ابی طالب! مجھے میری بینائی لوٹا دے۔“

مجھے اس کی حالت پر ترس آیا۔ میں نے اپنی آستین سے سات دینار نکال کر اس کے دامن میں ڈالے اور میں نے اس سے کہا: کثیر خدا! اس سے اپنی ضروریات پوری کر۔

خاتون نے مجھ سے کہا: اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟
میں نے کہا: بی بی! میں حج کے لیے جا رہا ہوں اور مسافر ہوں۔
خاتون نے کہا: بھائی آپ یہ رقم اپنے پاس رکھیں کیونکہ تم مسافر ہو اور دور جا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ یہاں میری مدد کرے گا۔

میں نے کہا: خاتون! آج یہ رقم اپنے پاس رہنے دیں۔ میرے پاس زادِ راہ کی کوئی کمی نہیں ہے۔

خاتون نے کہا: اللہ تمہارے زادِ راہ میں برکت ڈالے اور تمہیں جزائے خیر دے۔ میں یہ رقم ہرگز نہیں لوں گی۔

چنانچہ مجبور ہو کر میں نے اپنی رقم اٹھالی اور حج کو چلا گیا اور فریضہ حج ادا کیا اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد جب میں دوبارہ قادسیہ سے گزرا تو مجھے نابینا خاتون کا خیال آیا۔ میں اس سابقہ جگہ پر گیا وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ وہ خاتون کچھ اور عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھی اور اس کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ میں نے اس پر سلام کیا۔ اس نے مجھے سلام

کا جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا:

علی بن ابی طالبؑ کی محبت سے تجھے کیا ملا؟

خاتون نے کہا: خدا تیرا اجر چاہ کرے۔ تیرا اس بات سے کیا واسطہ ہے؟

میں نے کہا: کیا تو مجھے جانتی ہے؟ اس خاتون نے نفی میں جواب دیا۔

میں نے کہا: میں وہی شخص ہوں جس نے تجھے سات دینار دیئے تھے لیکن تو نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

جب اس خاتون نے مجھے پہچان لیا تو اس نے کہا:

میں تجھے خوش آمدید کہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تیرا حج قبول فرمائے اور تجھے جزائے

خیر عطا کرے۔ بیٹھ میں تجھے واقعہ سناتی ہوں۔ پھر اس نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا:

بھتیجے! میں پورے سات دن تک اللہ تعالیٰ سے بیٹائی لوٹانے کی دعا مانگتی رہی

اور جب ساتویں رات ہوئی اور وہ شب جمعہ تھی تو میں نے خوب گڑگڑا کر دعا مانگی۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو ایک شخص میرے پاس آیا جس کے وجود سے خوشبو کی

لپٹیں اُٹھ رہی تھیں اور جو نہایت شیریں کلام تھا۔ اس نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اسے

سلام کا جواب دیا۔ اس نے مجھ سے فرمایا:

کیا تو علیؑ سے محبت رکھتی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! اللہ کی قسم! مجھے علیؑ سے بے حد محبت ہے۔

اس وقت نووارد نے کہا: پروردگار! اگر یہ عورت اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اس

کی حسن نیت اور اخلاص محبت سے واقف ہے تو تجھے محمدؐ اور ان کی آلؑ کا واسطہ دے کر

سوال کرتا ہوں کہ اس کی بیٹائی لوٹا دے۔

پھر اس نے مجھ سے کہا: اب آسمان کی طرف نظر کر کے دیکھو۔ جب میں نے

آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے چمکتے ہوئے ستارے دکھائی دینے لگے۔

میں نے اس بزرگوار سے کہا: تجھے ان ذوات طاہرہ کا واسطہ جن کے واسطے سے تو نے دعا

کی ہے اپنا تعارف کرا۔

اس نے کہا: میں خضر ہوں اور میں علیؑ کا دوست اور جنت میں ان کا رفیق ہوں۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ پوری عمر علیؑ کی محبت پر قائم رہنا۔ یہ محبت تجھے دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچائے گی۔ (مناقب الفاروق سید رضی)

آپؐ کی دعا کا اثر

ابن شہر آشوب رقم طراز ہیں کہ ایک اندھے نے کسی سے حضرت امیر المومنینؑ کی دعا سنی اور اس نے اس کو یاد کر لیا اور جب اس نے دل کی گہرائیوں سے یہ دعا پڑھی تو اس کی بینائی لوٹ آئی اور وہ تندرست ہو گیا۔ وہ عظیم القدر دعا یہ ہے:

اللهم انی استلک یارب الارواح الفانیة ورب الاجساد
البالیة استلک بطاعة الارواح الراجعة الی اجسادها
وبطاعة الاجساد الملتمة الی اعضائها وبانشقاق القبور
عن اهلها وبدعوتک الصادقة فیهم واخلدک بالحق
بینهم اذ بسرّ الخلاق ينتظرون قضاءک ویرون
سلطانک ویخافون بطشک ویرجون رحمتک یوم لا
یغنی قولي عن مولی شیئا وهم لا ینصرون الا من رحم
الله انه هو العزیز الرحیم استلک یارب من ان تجعل النور
فی بصری والیقین فی قلبی واذکرک باللیل والنهار علی
لسانی ابدا ما ابقیتنی انک علی کل شیء قدير

(مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۲۸۷)

دربار معاویہ میں ضرار نے حضرت کی سیرت بیان کی

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ ایک بار معاویہ نے ضرار بن ضمرہ سے کہا کہ علیؑ کے اوصاف بیان کرو۔

ضرار بن ضمرہ نے کہا:

”خدا کی قسم علیؑ دن کے روزہ دار اور شب زندہ دار شخص تھے۔ آپؐ ہمیشہ موٹا اور کھر درالباس اپنے لیے پسند کرتے تھے اور بے لذت غذا کا انتخاب کرتے تھے۔ آپؐ ہم میں کسی تکلف کے بغیر بیٹھ جاتے تھے اور جب ہم خاموش ہوتے تو آپؐ گفتگو کا آغاز کرتے اور جب ہم آپؐ سے کوئی سوال کرتے تو آپؐ جواب دیتے تھے۔

بیت المال کی مساوی تقسیم کرتے تھے اور رعیت کے افراد میں عدل کرتے تھے۔ کسی کمزور کو آپؐ کے ظلم کا خدشہ نہیں تھا اور کسی قوی کو آپؐ کی طرفداری کی امید نہیں تھی۔ خدا کی قسم! میں نے انہیں ایک رات دیکھا جب کہ رات اپنی زلفیں دراز کر چکی تھی اور ستارے جگمگا رہے تھے تو آپؐ محراب میں کسی مارگزیدہ کی طرح سے تڑپ رہے تھے اور کسی غمگین شخص کی طرح سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ آپؐ کے آنسو آپؐ کے چہرے کو تر کیے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اپنی داڑھی کو ایک ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا اور دنیا کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے۔

دنیا! کیا تجھے میرا شوق چڑ آیا ہے اور تو نے میری طرف رخ کیا ہے؟

خدا مجھے تیری قربت نصیب نہ کرے۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔

اب مجھے تیری طرف رجوع کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔ تیری زندگی انتہائی کم اور تیرے

مصاب بڑے طویل ہیں۔ آہ! زادراہ کم ہے سفر طویل ہے اور راستہ دیران ہے۔ اے دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔

آپؐ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے:

طَلَقَ الدُّنْيَا ثَلَاثًا

وَاتَّخَذَ زَوْجًا سَوَاهَا

أَنَّهُ لَا زَوْجَةَ سِوَهُ

لَا تَبَالِي مِنْ أَتَاهَا

دنیا کو تین طلاقیں دے اور اس کے علاوہ اپنے لیے کوئی اور زوجہ

بنا۔

یہ انتہائی بدکار بیوی ہے۔ یہ کبھی پرواہ نہیں کرتی کہ کون اس سے

مقاربت کر رہا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۱۰۲)

بر ذات العلم میں جنات کے ساتھ جنگ کرنا

ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے ”مناقب“ میں عبد اللہ بن عباس سے ایک طویل روایت نقل کی جس کا ماحصل یہ ہے:

رسول خدا حدیبیہ پر تشریف فرما تھے۔ لوگوں کے پاس پانی ختم ہو گیا اور پیاس کا غلبہ ہوا۔ رسول خدا نے فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور بر ذات العلم سے ہمارے لیے پانی لے کر آئے۔ میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ایک جماعت پانی بھرنے کے لیے روانہ ہوئی جن میں سلمہ بن اکوع بھی شامل تھا اور جب وہ اس کنوئیں سے قریب ہوئے اور درختوں کے قریب پہنچے تو انہیں پیچھا ک آوازیں اور طلبوں کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے دیکھا کہ بغیر کسی ایندھن کے آگ جل رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر وہ سب کے سب واپس آ گئے۔ جب رسول خدا نے اپنے ساتھیوں کو ناکام لوٹتے ہوئے پایا تو آپؐ نے پھر فرمایا: کوئی ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور پانی بھر لائے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آنحضرتؐ کا یہ اعلان سن کر بنی سلیم کا ایک شخص کھڑا ہوا۔ وہ رجز پڑھتا ہوا کنوئیں کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ کنوئیں کے قریب گیا اور اس نے دل ہلا دینے والی چیخیں اور دلدوز مناظر دیکھے تو بھی واپس آ گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور کنوئیں سے پانی لے آئے۔ میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔

اب کوئی بھی نہ اٹھا اور لوگوں کی حالت پیاس سے غیر ہوتی جا رہی تھی۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم انہیں ساتھ لے جاؤ اور وہاں سے پانی بھر کر لاؤ۔

حضرت علیؑ علیہ السلام کنوئیں کی طرف روانہ ہوئے اور آپؐ نے یہ رجز پڑھا:

اعوذ بالرحمن ان امیلا

من عذف جن اظہروا تاویلا

واوقدت نیرانہا تسویلا

وقرعت مع عذفہا الطویلا

اور جب جنات آگ روشن کریں اور آوازوں کے ساتھ ٹبل

بجائیں۔ ان تمام حالات میں گھبرا جانے سے اللہ کی پناہ چاہتا

ہوں۔

بہر نوع آپ کے ساتھ جانے والوں کا بیان ہے کہ جیسے ہی ہم کنوئیں کے قریب گئے تو وہاں ہمیں شعلے اور دھواں دکھائی دیا اور ہیبت ناک آوازیں آنے لگیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم جو کچھ دیکھو یا سنو اس سے تمہیں خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم لوگ میرے پیچھے چلے آؤ۔ ہم آپؐ کے پیچھے چلتے گئے اور جب ہم اس کنوئیں کے قریب پہنچے تو ہمیں آگ کے لاؤ دکھائی دیئے اور ہیبت ناک آوازیں سنائی دیں اور کٹے ہوئے سر ہمارے آگے گرنے لگے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم لوگ ان سے ذرہ برابر بھی خوف نہ کھاؤ۔ تم میرے پیچھے چلتے آؤ۔ دائیں بائیں مت دیکھو۔ جب ہم کنوئیں کی منڈیر پر پہنچے تو براء بن عازب نے کنوئیں میں ڈول پھینکا۔ ابھی اس نے ایک یا دو مرتبہ ڈول پھینکا ہوگا کہ کنوئیں کے اندر سے جنات نے اس کی رسی کاٹ دی اور ڈول کنوئیں میں گر گیا۔ کناں تاریک اور تنگ تھا۔ کنوئیں کے اندر سے ہمیں جنات کے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ حضرت علیؑ نے ہم سے فرمایا: کوئی ہے جو لشکر گاہ جائے اور وہاں سے ڈول اور رسی لے آئے؟

ہم نے کہا: ہم میں سے تو کسی کی یہ جرأت نہیں ہے۔ جب آپؑ نے دیکھا کہ کوئی بھی جانے پر آمادہ نہیں ہے تو آپؑ نے ایک چادر باندھی اور کنوئیں میں اتر گئے۔ آپؑ جیسے ہی کنوئیں میں اترے تو وہاں سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کے بعد سخت مقابلے کی آوازیں سنائی دیے لگیں۔ ہم حضرت علیؑ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد آپؑ کی یہ صدا بلند ہوئی:

اللہ اکبر - اللہ اکبر - انا عبد اللہ وانا اخو رسول اللہ -

اللہ اکبر

میں اللہ کا عبد اور رسول خدا کا بھائی ہوں۔

پھر آپؑ آہستہ آہستہ کنوئیں سے باہر آئے اور ڈول اور رسی بھی ساتھ لائے۔ بعد ازاں آپؑ نے اس سے پانی بھر بھر کر ہماری مشکوں میں ڈالا اور ہم مشکیں پڑ کر کے واپس رسول خداؐ کے پاس پہنچے۔ تمام لشکر نے پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ (بقرہ الحاجہ)

(مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۸۸-۹۰)

حضرت کا زمین سے باتیں کرنا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے

روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر کے زمانہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں زلزلہ آیا اور مدینہ کی دیواریں لرزنے لگیں۔ لوگ حضرت ابو بکر و عمر کے پاس پناہ لینے کے لیے جمع ہوئے مگر شیخین خود بھی خوف زدہ تھے۔ وہ لوگوں کو لے کر ہمارے دروازہ پر آئے اور انہوں نے دستک دی۔ میرے شوہر باہر نکلے اور انہیں کوئی خوف و خطر نہیں تھا۔ آپؐ لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے ایک ٹیلہ پر آئے اور فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تم زلزلہ کی وجہ سے سخت پریشان ہو؟
لوگوں نے جواب دیا: ابوالحسن! اس جیسا زلزلہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا اسی لیے ہم سخت پریشان ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لیوں کو حرکت دی اور زمین پر ہاتھ مار کر اس سے فرمایا:

زمین! سکون میں آ جا!
زمین فوراً سکون ہو گئی۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب میں آ گئے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا:

تمہیں تعجب کیوں ہو رہا ہے۔ میں ہی تو وہ انسان ہوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زَلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ الْاَفْئَالَهَا وَقَالَ

الانسان ما لَهَا يَوْمَئِذٍ تُخْبَرُهَا

جب زمین سخت طریقے سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنی اندرونی

اشیاء باہر نکال دے گی اور انسان کہے گا اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس

دن وہ اپنے حالات اس سے بیان کرے گی۔

ترجمین سے باتیں کرنے والا انسان میں ہی ہوں۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۵۵۶)

حضرت کے فرمان پر فرات کی طغیانی کا ختم ہونا

سید رضی نے اپنی اسناد سے اصبح بن نباتہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا:
ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: مولانا! فرات
میں طغیانی آگئی ہے اور ہمیں شہر کوفہ کے غرق ہونے کا اندیشہ ہے۔
آپؑ نے فرمایا: مت گھبراؤ! تمہارا شہر غرق نہیں ہوگا۔
اتنے میں دوسرا شخص کانپتا ہوا آیا اور کہا: مولانا! فرات میں زبردست سیلاب
آچکا ہے اور ہمارا شہر ڈوبنے والا ہے۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: تم ہرگز نہیں ڈوبو گے۔ پھر آپؑ نے رسول خدا کا حجر
مٹکویا اور اس پر سوار ہوئے اور آپؑ کے ہاتھ میں عصا تھا اور جب آپؑ فرات کے
کنارے پر پہنچے تو فرات میں اونچے درجہ کی طغیانی تھی۔ آپؑ سواری سے نیچے اترے
اور فرات پر عصا مارا۔

اس کے ساتھ ہی فرات پانچ ہاتھ پیچھے ہٹ گیا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ
فرات دس ہاتھ پیچھے ہٹ گیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر میں نے اس پر دوبارہ عصا مارا تو اس میں پانی کا ایک
قطرہ تک بھی باقی نہ رہے گا۔ (خصائص الاممہ، ص ۵۸)

دو کبوتروں کی گفتگو

سید رضی نے اپنی اسناد سے عمار بن یاسر سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ
ایک دن میں اکیلا ہی امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا اور مسجد
میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں تھا کہ اتنے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
تو اس کی تصدیق کر یہ بالکل سچ کہتا ہے۔

میں نے حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھا لیکن مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ نجانے میرا آقا کس سے گفتگو کر رہا ہے؟
حضرتؑ نے فرمایا: عمار! سراٹھا کر اوپر دیکھو۔ میں نے اوپر نگاہ کی تو مجھے دو کبوتر دکھائی دیے جو کہ ایک دوسرے سے محو کلام تھے۔

آپؑ نے فرمایا: عمار! جانتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟
میں نے عرض کیا: امیر المومنین! میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ مادہ اپنے زہ سے کہہ رہی تھی تو نے مجھے چھوڑ دیا اور کسی اور سے جا کر دل لگایا؟ اس کے جواب میں زہ نے قسم کھا کر کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔
کبوتری نے کہا: میں تیری تصدیق نہیں کرتی۔

اس پر زہ کبوتر نے کہا: مجھے اس عظیم شخصیت کی قسم جو اس وقت یہاں محراب مسجد میں بیٹھا ہوا ہے میں نے تیرے علاوہ اور کسی سے دوستی نہیں کی۔
کبوتری نے اس مرتبہ بھی اسے جھٹلانا چاہا تو میں نے اس سے کہا: اس کی تصدیق کر یہ سچ کہہ رہا ہے۔

عمار نے حیران ہو کر کہا: امیر المومنین! مگر میں تو سمجھتا تھا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے علاوہ پرندوں کی بولیاں کوئی نہیں جانتا!

آپؑ نے فرمایا: عمار! سلیمانؑ نے خدا کو ہم اہل بیتؑ کا واسطہ دے کر تو پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی درخواست کی تھی جس کی وجہ سے خدا نے اسے پرندوں کی بولیوں کا علم عطا کیا تھا۔ (مناقب فاخرہ، بصائر الدرجات، ص ۳۴۳)

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ کے مصداق آپ اور آئمہ ہدیٰ ہیں
شیخ صدوق نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی کہ
جب وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (ہم نے ہر چیز کا احصاء امام مبین میں کیا

(ہے) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر و عمر نے کھڑے ہو کر رسول خدا سے کہا:

یا رسول اللہ! امامِ مبین سے تو رات مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں۔

شیخین نے کہا: کیا اس سے زبور اور انجیل مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں۔

پھر انہوں نے کہا: تو کیا اس سے قرآن مجید مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں۔

اتنے میں میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول خداؐ نے فرمایا:

انه هذا الامام الذي احصى الله تبارك وتعالى فيه علم

کل شئی

یہ وہ امام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کا علم احصاء کیا

ہے۔

اور وہ شخص ہر لحاظ سے خوش نصیب ہے جو علیؑ کی زندگی اور اس کی وفات کے بعد اس سے محبت رکھے اور وہ شخص ہر لحاظ سے بڑا بد نصیب ہے جو علیؑ کی زندگی اور اس کی وفات کے بعد اس سے بغض رکھے۔ (معانی الاخبار، ص ۹۵۔ جزو آخر از مشارق الانوار الیقین، ص ۵۵)

۲۔ شیخ مصباح الانوار میں لکھتے ہیں کہ مفضل بن عمر نے کہا کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

مفضل! کیا تجھے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کی کامل معرفت حاصل ہے؟ اور یاد رکھو جسے ان بزرگواروں کی کامل معرفت حاصل ہوگی وہ جنت کے بلند ترین مقام پر فائز کیا جائے گا۔

میں نے عرض کی: فرزند رسول! آپؐ ہی بتائیں کہ ان کی مکمل معرفت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: مفضل! یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ تقویٰ اور آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، ریت اور سمندروں کا خازن بنایا ہے اور انہیں اللہ کی تمام مخلوق کی خبر ہے۔ انہیں علم ہے کہ آسمان پر کتنے فرشتے ہیں اور کتنے ستارے ہیں اور انہیں پہاڑوں کے وزن کی خبر ہے اور وہ جانتے ہیں کہ سمندروں، دریاؤں اور چشموں کے پانی کا کیا وزن ہے اور وہ درختوں سے گرنے والے ہر پتہ تک کو بھی جانتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

ولا حبة في ظلمات الارض ولا رطب ولا يابس الا في

کتاب مبین

زمین کی تاریکیوں میں جو بھی دانہ موجود ہے اور ہر خشک و تر کا ذکر کتاب مبین میں موجود ہے اور یہ ذوات ظاہرہ کتاب مبین کے عالم اور وارث ہیں۔ (مصباح الانوار، ص ۲۳۷)

حضرت کا علمی تبحر

شیخ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک دن میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جا رہا تھا کہ ہمارا گزر وادی النمل سے ہوا جہاں بے حد و حساب اور تاحد نظر چیونٹیاں ہی چیونٹیاں دکھائی دیتی تھیں۔ جب میں نے چیونٹیوں کا سیلاب دیکھا تو میرے منہ سے بے ساختہ نکلا:

اللہ اکبر جل محصیہ

وہ ذات پاک ہے جسے ان کی تعداد کا علم ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

ابوذر! یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے انہیں پیدا کیا ہے؟ کیونکہ

ان کی تعداد کو میں جانتا ہوں اور میں صرف ان کی تعداد ہی نہیں جانتا بلکہ اذن خداوندی

سے یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں نہ کتنے ہیں اور مادہ کتنی ہیں؟ (تاویل الایات ج ۲ ص ۴۹۰۔ مصباح الانوار)

رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ و خضر سے بڑے عالم ہیں

سید ولی اللہ بن نعمۃ اللہ حسینی نے کتاب الاربعین کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے ذخیرہ میں چمڑے پر لکھی ہوئی ایک تحریر پائی گئی جس میں سریانی زبان میں تحریر تھا:

جب موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر کے پاس علم حاصل کرنے گئے اور انہوں نے حضرت خضر کے تین کمالات دیکھے تو وہ ان کے علم کو برداشت نہ کر سکے اور آخر کار ان سے جدائی اختیار کی اور پھر وہاں سے لوٹ کر اپنے بھائی ہارونؑ کے پاس آئے۔ حضرت ہارونؑ کو انہوں نے خضر اور سمندر کے عجائبات کے متعلق بتایا اور اپنے بیان میں انہوں نے فرمایا کہ میں اور خضر سمندر کے کنارے جا رہے تھے کہ ہم نے ایک پرندے کو دیکھا جس نے ہمارے سامنے سمندر میں سے اپنی چونچ میں پانی لیا اور اس نے پانی کو مشرق کی طرف پھینکا۔ پھر اس نے چونچ بھری اور وہ پانی مغرب کی طرف اُچھال دیا۔ پھر اس نے چونچ بھری اور آسمان کی طرف اسے پھینکا۔ پھر اس نے چوتھی بار چونچ میں پانی بھرا اور زمین کی طرف وہ پانی اُچھال دیا۔ پھر اس نے پانچویں بار چونچ میں پانی بھرا اور وہ پانی سمندر میں اچھال دیا۔

یہ منظر دیکھ کر میں اور خضر دونوں حیران رہ گئے اور میں نے خضر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ ہماری نظر ایک شکاری پر پڑی جو سمندر سے مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ وہ ہمارے قریب آیا اور اس نے ہم سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں پرندے کے متعلق سوچ رہے ہو؟

ہم نے کہا: جی ہاں ہم یہی سوچ رہے ہیں۔

اس نے کہا: میں شکاری ہوں اور میں اس کا اشارہ جانتا ہوں جب کہ تم نبی ہو کر بھی اس کا اشارہ نہیں جانتے۔

ہم نے کہا: ہم تو وہی کچھ جانتے ہیں جو ہمیں خدا تعلیم دیتا ہے۔

شکاری نے کہا: اس پرندہ کو ”مسلم“ کہا جاتا ہے کیونکہ جب یہ بولتا ہے تو مسلم کی آواز دیتا ہے۔ اور اس وقت یہ اپنی چونچ میں پانی کے قطرات لے کر مشرق، مغرب، آسمان اور زمین اور سمندر کی طرف اُچھال کر کہہ رہا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی آئے گا جس کے علم کے سامنے اہل شرق و غرب، اہل آسمان و زمین کے علم کی حیثیت اتنی سی ہوگی جتنی کہ اس سمندر کے مقابلہ میں اس قطرے کی ہے۔ پھر اس نبی کے علم کا اس کا ابن عم بنے گا جو اس کا وصی ہوگا اور اس کا نام علی ابن ابی طالب ہوگا۔

جب ہم نے یہ سنا تو ہمارے تمام اختلافات دُور ہو گئے اور ہم نے اپنے علم کو انتہائی قلیل سمجھ لیا۔

بعض روایات میں ہے کہ شکاری کے روپ میں آنے والا فرشتہ تھا۔ (تاویل الایات ج ۱، ص ۱۰۴ بحوالہ الاربعین)

”ذوالنہدیہ“ کے قتل کی اطلاع دینا

سید رضی نے اپنی اسناد سے جندب بن عبد اللہ الجہلی سے نقل کیا۔ اس نے کہا: مجھے نہروان کے دن شک پیدا ہوا تھا کیونکہ میں نے جب خوارج کو دیکھا تو وہ مجھے بڑے عابد و زاہد دکھائی دیئے۔ ان میں سے ہر ایک کے گلے میں قرآن مجید جمائل تھا۔ میں یہ دیکھ کر اپنے لشکر سے ہٹ کر علیحدہ بیٹھ گیا۔ میرے دل میں ایک دفعہ تو یہ خواہش بھی اُبھری کہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ ابھی میں اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے کہا: امیر المومنین! آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں جب کہ خوارج دریا پار

کر کے ہماری طرف آرہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تو خود انہیں دیکھ کر آیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! انہوں نے دریا عبور نہیں کیا اور وہ کبھی بھی دریا

عبور نہیں کریں گے۔

جب میں نے حضرتؑ کی یہ گفتگو سنی تو میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اچھا ہوا اب میرے ہاتھ ایک نشانی آگئی ہے۔ اگر خوارج نے دریا عبور کر لیا ہوگا تو میں اپنی تلوار سے ان پر حملہ کر دوں گا اور اگر انہوں نے دریا عبور نہیں کیا ہوگا تو پھر خوارج کے ساتھ جنگ کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

امیر المومنین! جب میں میدان سے آیا تو وہ سب کے سب دریا عبور کر چکے تھے۔

حضرتؑ نے فرمایا: خدا اور اس کا رسولؐ سچا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ انہوں نے دریا عبور نہیں کیا اور وہ دریا کبھی بھی عبور نہیں کریں گے۔ انہوں نے دریا کی اُس طرف ہی قتل ہونا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے لشکر کو حرکت کا حکم دیا۔ سارے راستہ میں میں شدید حیرت کا شکار تھا اور دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر انہوں نے دریا عبور کیا ہوگا تو میں حضرت علیؑ پر حملہ کر دوں گا۔

جب ہم دریا پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ان میں سے کسی نے بھی دریا عبور نہیں کیا تھا۔ اس وقت امیر المومنینؑ میری جانب متوجہ ہوئے اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

جندب! تو شک میں مبتلا ہو گیا اور اب تو نے میری صداقت دیکھ لی ہے نا؟

میں نے کہا: امیر المومنین! میں استغفار کرتا ہوں اور خدا اور رسولؐ اور امیر المومنینؑ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: میں ہر عمل اللہ اور رسولؐ کے فرمان اور ان کے بتائے ہوئے علم کے مطابق کرتا ہوں۔

جنگ نہروان کے خاتمہ پر آپؐ نے فرمایا: ان مقتولین میں میرے لیے ذوالندیہ کی لاش تلاش کرو۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کا ایک ہاتھ چھوٹا ہوگا جب کہ اس کے صحیح ہاتھ پر ایک پستان ہوگا جیسا کہ عورت کا پستان ہوتا ہے اور جب اس پستان کو کھینچا جائے تو لمبا ہو جائے گا اور اگر اسے چھوڑا جائے تو سبٹ جائے گا اس پر سیاہ بال ہوں گے اور یہی ”ذوالندیہ“ قیامت کے دن ان کا سالار ہوگا اور ان کا پرچم اسی کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں دوزخ میں لے جائے گا۔

آپؐ کے سپاہیوں نے اس کی لاش کو تلاش کیا لیکن انہیں اس کی لاش نہ مل سکی۔ انہوں نے آپؐ سے کہا کہ مولا! ہم نے اسے بہت ڈھونڈا لیکن وہ ہمیں نہ مل سکا۔ آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جانوں کو پیدا کیا اور کعبہ نصب کیا۔ آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ میں اپنے رب کی طرف سے حجت ان پر ہوں۔

آپؐ کی سپاہ نے اسے دوبارہ ڈھونڈا لیکن وہ پھر بھی کہیں نہ ملا تو آپؐ خود کھڑے ہوئے اور مقتولین کی لاشوں کو دیکھنا شروع کیا۔ آپؐ اسے تلاش کرتے کرتے دلدلی زمین پر آئے جہاں تیس لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: ان لاشوں کو علیحدہ علیحدہ رکھو۔ جب ساری لاشیں اٹھائی گئیں تو سب کے نیچے اس شخص کی لاش پڑی تھی۔ سپاہیوں نے اس کی لاش کو کیچڑ سے نکالا۔ آپؐ نے اس کے ہاتھ دیکھے۔ اس کا ایک ہاتھ دوسرے سے چھوٹا تھا اور جو ہاتھ تندرست تھا اس پر ایک پستان تھا۔ آپؐ نے اس پستان کو کھینچا تو وہ کھینچتا چلا آیا اور آپؐ نے چھوڑا تو وہ سمٹ گیا۔ پھر آپؐ نے شک کرنے والے شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: ذوالندیہ کی لاش کا برآمد ہونا تیرے لیے ایک اور نشانی ہے۔ (خصائص الائمہ، ص ۶۱۔ خصائص نسائی، باب ۶۰)

خالد بن عرفطہ کے متعلق خبر دینا

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے سدید بن غفلہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں امیر المومنینؑ کے پاس مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: امیر المومنینؑ! میں اس وقت وادی القریٰ سے آ رہا ہوں اور خالد بن عرفطہ مر گیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ نہیں مرا۔

اس شخص نے دوبارہ کہا کہ خالد بن عرفطہ مر گیا ہے۔ آپ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ پھر اس شخص نے تیسری بار یہی بات کی اور کہا کہ عجیب بات ہے میں بتا رہا ہوں کہ وہ مر گیا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ وہ نہیں مرا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک گمراہ لشکر کی قیادت نہیں کرے گا۔ اس کے دستہ کا پرچم حبیب بن جہاز کے ہاتھ میں ہوگا۔

یہ سن کر ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: امیر المومنینؑ! آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپؑ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ حبیب بن جہاز میں ہوں اور میں آپؑ کا شیعہ ہوں اور میں کبھی بھی کسی گمراہ لشکر کا علمدار ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر تو حبیب بن جہاز ہے تو گمراہ لشکر کا پرچم تو ہی اٹھائے

گا۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جب ابن زیاد نے امام حسینؑ کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا تھا تو خالد بن عرفطہ ایک دستہ کا سالار تھا

اور اس کا پرچم حبیب بن جہاز کے ہاتھ میں تھا۔ (الاختصاص مفید ص ۲۸۰)

میثم تمار کو شہادت کی خبر دینا

سید رضی نے اپنی اسناد سے میثم تمار کے فرزند سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والدین نے بیان کیا کہ ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے بلا کر فرمایا:

میثم! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب بنی اُمیہ کا ناجائز بیٹا عبید اللہ بن زیاد تجھے مجھ سے بیزاری کا حکم دے گا؟

میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں صبر کروں گا اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ بہت کم ہے۔

حضرت نے فرمایا: اس صورت میں تم میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گے۔ میثم کا واسطہ تھا کہ وہ جب بھی اپنی قوم کے رئیس کے پاس سے گزرتے تو اس سے فرماتے تھے۔ گویا مجھے وہ منظر دکھائی دے رہا ہے جب بنی اُمیہ کا ناجائز لڑکا تجھے اپنے پاس بلا کر کہے گا کہ میثم کو میرے سامنے پیش کرو۔ اس وقت تو اس سے کہے گا کہ وہ مکہ میں ہے۔ وہ تجھ سے کہے گا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ تم اسے ہر قیمت پر یہاں پیش کرو۔ پھر تو میری تلاش کے لیے کوفہ سے قادیہ آئے گا اور وہاں چند دن قیام کرے گا۔ اسی اثنا میں بھی آ جاؤں گا تو مجھے پکڑ کر اس کے سامنے لے جائے گا اور وہ مجھے عمرو بن حرث کے گھر کے سامنے صلیب پر چڑھائے گا۔ تیسرے دن میرے نھنوں سے خون نکلے گا اور میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

میثم کا معمول تھا کہ وہ شورزار زمین پر جاتے اور وہاں ایک کھجور کو دیکھ کر اس پر ہاتھ مار کر کہتے تھے: کھجور! تو میرے لیے پیدا ہوئی ہے اور مجھے ایک دن تیرے تنے پر محبت علی کی معراج ہوگی۔

حضرت میثم ہمیشہ عمرو بن حرث سے فرماتے تھے: جب میں تیرا ہمسایہ ہوں تو

حقوق ہمسائیگی کا خیال رکھنا۔

عمرو بن حریث کہتا تھا کہ میثم کی یہ باتیں سن کر مجھے یہ خیال آتا تھا کہ شاید وہ اپنے لیے میرے گھر کے قریب مکان تعمیر کرانا چاہتا ہے یا یہاں کوئی زمین خریدنے کا خواہش مند ہے۔ اس کے جواب میں میں کہتا تھا کہ میں آپ کے حقوق ہمسائیگی کا خیال رکھوں گا۔

دن گزرتے رہے یہاں تک کہ عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا حاکم مقرر ہوا۔ اس نے میثم کے قبیلہ کے رئیس کو اپنے پاس طلب کیا اور کہا: میثم کو میرے سامنے پیش کرو۔ اس نے کہا: میثم تو اس وقت یہاں موجود نہیں ہے وہ مکہ گیا ہوا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: میں کچھ سننا نہیں چاہتا اگر تو نے اسے میرے سامنے پیش نہ کیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔

رئیس قبیلہ نے اس سے مہلت مانگی جو کہ اسے مل گئی۔ اس کے بعد وہ قادیسیہ گیا جہاں وہ میثم کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ چند دن بعد میثم آئے تو اس نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔

ابن زیاد نے کہا: کیا تو میثم ہے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں میں میثم ہوں۔

ابن زیاد: ابوتراب سے بیزاری کا اعلان کرو۔

میثم: میں کسی ابوتراب کو نہیں جانتا۔

ابن زیاد: علی بن ابی طالب سے بیزاری کا اعلان کرو۔

میثم: اگر میں ایسا نہ کرؤں تو پھر؟

ابن زیاد: خدا کی قسم! میں تجھے قتل کر دوں گا۔

میثم: مجھے تو پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا اور عمرو بن حریث کے

دروازہ پر مجھے صلیب پر چڑھائے گا اور جب تیسرا دن ہوگا تو میرے نھنوں سے تازہ

خون بڑا مد ہوگا اور میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے عمرو بن حریث کے دروازے پر صلیب پر چڑھایا جائے۔ جب حضرت میثم صلیب پر چڑھے تو لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے مجمع سے کہا: لوگو! مجھ سے پوچھ لو۔

میرے مرنے سے قبل مجھ سے پوچھ لو۔ میں تمہیں آنے والے فتنوں سے آگاہ کروں گا۔

لوگوں نے ان سے سوال کیے۔ انہوں نے صلیب پر لٹک کر لوگوں کو جواب دیے۔ پھر مخبروں نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر میثم یوں ہی احادیث بیان کرتا رہا تو بنی امیہ کے خلاف بغاوت ہو جائے گی۔

ابن زیاد نے اپنا ایک نوکر بھیجا جس نے ان کے منہ میں کھجور کی بٹی ہوئی رسی کی لگام ڈال دی۔ میثم پہلے انسان ہیں جنہیں صلیب پر لگام دی گئی۔ پھر ابن زیاد کے ایک جلا د نے ان کے شکم میں نیزہ مارا اور ان کے پیٹ اور تھنوں سے خون بہنے لگا۔ اس طرح وہ شہید ہوئے۔ (خصائص الامم سید رضی ص ۵۴-۵۵)

رشید ہجری کو شہادت کی خبر دینا

شیخ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو حسان عجل سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ میں نے رشید ہجری کی بیٹی ”امۃ اللہ“ سے ملاقات کی اور میں نے اس سے کہا: جو کچھ تو نے اپنے والد سے سنا ہے مجھے اس کی خبر دے۔

اس نے کہا: میرے والد کہا کرتے تھے کہ میرے حبیب امیر المؤمنین علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا:

رشید! تو اس وقت کیسے مبر کرے گا جب بنی امیہ کا ناجائز لڑکا تجھے طلب کرے گا اور وہ تیرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹے گا؟

میں نے کہا تھا: کیا اس کے بدلے مجھے جنت ملے گی؟

حضرتؓ نے فرمایا تھا: جی ہاں رشید! تو دنیا و آخرت میں میرے ساتھ ہوگا۔

دن گزرتے رہے۔ آخر کار وہ دن آیا جس کے متعلق امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ابن زیاد لعین نے رشید ہجری کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ امیر المومنین علیہ السلام سے اظہارِ برأت کرے۔

رشید نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا۔

ابن زیاد نے کہا: تیرے آقا نے تجھے کس طرح کی موت کی خبر دی تھی؟

رشید ہجری نے فرمایا: میرے خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا تھا کہ تو مجھے ان سے بیزاری کا حکم دے گا اور میں تیرا کہنا نہیں مانوں گا۔ پھر تو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ دے گا۔

ابن زیاد لعین نے کہا: آج میں تیرے آقا کے فرمان کو جھوٹا ثابت کروں گا اور میں صرف تیرے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا اور تیری زبان کو چھوڑ دوں گا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ رشید کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اس کی زبان چھوڑ دی جائے۔ جلاد نے حکم پر عمل کیا۔

لوگ رشید کو اس حالت میں اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ میں نے ان سے پوچھا تھا ابا جان! آپ کی یہ بیٹی آپ پر قربان ہو آپ کو تکلیف تو محسوس ہو رہی ہوگی؟

میرے والد نے فرمایا: نہیں پیاری بیٹی! مجھے بس اتنی سی تکلیف محسوس ہو رہی ہے جیسے کوئی شخص کسی ازدحام سے گزرے تو اسے کچھ گھٹن کا سا احساس ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے ہمسائے اور والد کے جاننے والے لوگ انہیں دیکھنے آئے تو انہوں نے فرمایا:

لوگو! قلم دوات اور کاغذ لے آؤ۔ میں تمہیں وہ واقعات و احادیث نقل کراؤں جو میرے آقا و مولانا نے مجھے بتائیں تھیں۔

لوگ کاغذ و دوات لے کر آ گئے اور میرے والد آنے والے حالات و واقعات امیر المومنینؑ کی زبانی نقل کرانے لگ گئے اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ جلدی سے مجھ سے یہ باتیں سن کر لکھ لو کیونکہ ابھی میرے منہ میں زبان باقی ہے۔ کچھ دیر بعد یہ بھی کاٹ لی جائے گی۔

ابن زیاد کو مجبوروں نے بتایا کہ رشید ہجری بنی امیہ کی مذمت کی احادیث لوگوں کو لکھوا رہا ہے اور اس طرح سے کوفہ میں بغاوت پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ابن زیاد لعین نے ایک حجام بھیجا جس نے آ کر ان کی زبان کاٹ دی اور اسی رات وہ شہید ہو گئے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام انہیں رشید المہجلی اور رشید البلایا کے نام سے یاد کرتے تھے اور آپؑ نے رشید کو علم المناہیہ والبلایا عطا کیا تھا۔ اسی علم کا یہ اثر تھا کہ رشید جس شخص کو دیکھتے تو اس سے کہتے تھے کہ تو اس طرح کی موت مرے گا اور کبھی کسی سے کہتے تھے کہ تجھے فلاں طریقہ سے قتل کیا جائے گا اور جس طرح سے رشید کہتے تھے وہی کچھ ہوتا تھا۔ (امالی شیخ طوسی ج ۱، ص ۱۶۷۔ بشارت المصطفیٰ، ص ۹۳)

مقتل حسینؑ کی نشان دہی

شیخ صدوق نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ سے صفین کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب آپ فرات کے کنارے مقام نیویٰ پر پہنچے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا:

ابن عباس! اس جگہ کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: امیر المومنین! میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: اگر تو اس جگہ سے واقف ہوتا تو پھر تو بھی یہاں میری طرح

سے روتا۔

اس کے بعد آپ کافی دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور آپ کے آنسو آپ کے سینے پر گرنے لگے۔ آپ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ آپ رو رو کر کہتے تھے: ”آہ آہ“ میں نے آل ابی سفیان کا کیا بگاڑا ہے؟ بھلا گروہ شیطان آل حرب سے میرا کیا واسطہ ہے؟ کفر کے سر پرستوں کو آخر مجھ سے اتنا عناد کیوں ہے؟ ابو عبد اللہ! صبر کرنا۔ جو تکالیف تو اٹھائے گا تیرے والد نے بھی ان سے ایسی ہی تکالیف اٹھائی ہیں۔“

پھر آپ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا اور کچھ وقت تک آپ نماز میں مصروف رہے۔ نماز کے بعد آپ نے پہلے کلمات دہرائے۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لیے آپ کو اونگھ آ گئی۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو فرمایا:

ابن عباس! کہاں ہو؟

میں نے عرض کیا: مولانا! میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے وہ بات نہ بتاؤں جو ابھی ابھی میں نے نیند میں دیکھی ہے؟

میں نے کہا: امیر المومنین! آپ کی آنکھیں سو گئی تھیں اور امید ہے کہ آپ نے کوئی اچھا خواب دیکھا ہوگا۔

آپ نے فرمایا: میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ کچھ نورانی چہرے والے لوگ آسمان سے اترے اور ان کے ہاتھ میں سفید پرچم تھے۔ انہوں نے چمکدار تلواریں حائل کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اس سرزمین کے ارد گرد ایک خط کھینچا۔ پھر میں نے دیکھا کہ گویا ان کھجوروں کی شاخیں زمین پر لگنے لگیں اور تازہ خون بہتا ہوا دکھائی دیا۔ اور میں نے دیکھا میرا نورِ نظر حسین اس خون میں ڈوب گیا۔ وہ مدد کے لیے پکارتا ہے مگر کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔ پھر میں نے دیکھا کہ نورانی چہرے والے لوگ آسمان سے اترے اور

وہ حسینؑ سے کہہ رہے تھے: آل رسول! صبر کرو تم لوگ دنیا کے بدترین لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہو۔ ابو عبد اللہ! یہ جنت تمہاری مشاق ہے۔ پھر انہوں نے مجھے تعزیت پیش کی اور کہا: ابوالحسن! تمہیں بشارت ہو اللہ قیامت کے دن اس کے بدلے میں آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرے گا۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے! مجھے صادق و مصدق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا کہ جب میں باغیوں سے جنگ کرنے جاؤں گا تو میں اس سرزمین سے گزروں گا۔ یہ زمین کرب و بلا ہے۔ یہاں میرا نو نظر حسینؑ دفن کیا جائے گا اور میرے خاندان کے سترہ افراد دفن ہوں گے۔ وہ لوگ آسمانوں میں مشہور ہیں۔ آسمانوں میں حرمین اور بیت المقدس کی طرح سے سرزمین کرب و بلا کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: ابن عباس! یہاں ادھر ادھر نظر دوڑاؤ۔ تمہیں یہاں زعفرانی رنگ کی ہرنوں کی میٹگنیاں دکھائی دیں گی۔ خدا کی قسم! نہ تو میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر سنائی گئی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ارد گرد تلاش کیا تو مجھے ایک جگہ پر بہت سی زعفرانی رنگ کی میٹگنیاں دکھائی دیں اور میں انہیں حضرت کے پاس لے گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔ پھر آپؐ نے ان میٹگنیوں کو ہاتھوں پر لیا اور انہیں سونگھا اور فرمایا: واقعی یہ وہی ہیں۔ بعد ازاں آپؐ نے فرمایا: ابن عباس! جانتے ہو ان میٹگنیوں کا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا: مولا! آپ ہی بیان فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی سونگھا تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو لے کر یہاں سے گزرے تھے۔ جب وہاں یہاں آئے تو انہوں نے یہاں ہرنوں کی ٹولی کو بیٹھ کر روتا ہوا پایا۔ حضرت عیسیٰؑ یہاں بیٹھ گئے اور

آپ کو بیٹھتا دیکھ کر حواری بھی بیٹھ گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ یہاں دل کھول کر روئے اور انہیں روتا دیکھ کر حواری بھی روئے تھے۔

حواریوں کو علم نہیں تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام یہاں کیوں بیٹھے اور وہ کیوں روئے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے پوچھا تھا: روح اللہ! آپ کو کون سی چیز رُلا رہی ہے؟ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون سی سر زمین ہے؟

حواریوں نے کہا: نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ یہ وہ زمین ہے جہاں اللہ کے رسول احمد کا فرزند قتل کیا جائے گا اور وہ طاہرہ بتول کا فرزند ہوگا۔ اس کی ماں بھی میری ماں کی طرح سے بتول ہوگی۔ اور وہ پاک و پاکیزہ رسول کا بیٹا یہاں دفن کیا جائے گا اور اس مٹی سے بھی خوشبو آئے گی کیونکہ اس کا تعلق رسول کے طیب و طاہر بیٹے سے ہوگا۔ انبیاء اور اولاد انبیاء کی طہنت خوشبودار ہوتی ہے۔ یہ ہرن اپنی زبان میں مجھے بتا رہے ہیں کہ یہ اس طیب و طاہر مقتول کی تربت کے اشتیاق میں یہاں چر رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس زمین پر رہ کر انہیں خطرات سے امن ملتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان یتیموں پر ہاتھ مار کر انہیں سونگھا تھا اور کہا تھا کہ یہ ان ہرنوں کی یتیمیاں ہیں جو طیب و طاہر کے مدفن کا گھاس چرتے ہیں۔ بعد ازاں انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ خدایا! ان یتیموں کو اس وقت تک یہاں باقی رکھنا کہ اس کا والد آکر انہیں سونگھے اور اسے تسلی حاصل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ یہ یتیمیاں آج تک باقی رہیں اور طویل عرصہ گزرنے کی وجہ سے ان کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ یہ زمین کرب و بلا ہے۔

پھر آپ نے بلند آواز سے کہا: عیسیٰ بن مریم کے پروردگار! حسین کے قاتلوں! اس کی مخالفت کرنے والوں اور اسے بے یار و مددگار چھوڑنے والوں میں برکت نہ ڈالنا۔ اس کے بعد آپ بہت دیر تک روتے رہے اور ہم بھی آپ کے ساتھ روئے۔ روتے روتے آپ بے ہوش ہو گئے اور کافی دیر کے بعد اٹھے۔ آپ نے وہ یتیمیاں اپنی

چادر میں باندھ لیں اور کچھ میٹگنیاں مجھے دے کر حکم دیا کہ میں بھی انہیں اپنی چادر میں باندھ لوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ابن عباس! جب دیکھو کہ ان سے تازہ خون ٹپک رہا ہے تو سمجھ لینا کہ میرا فرزند حسین قتل ہو گیا اور یہاں دفن ہو گیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ان میٹگنیوں کی حفاظت کرتا رہا اور جب امام حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہوئے تو میں ان میٹگنیوں کو ہر وقت اپنی آستین میں رکھتا تھا۔ روزِ عاشور میں گھر میں سویا ہوا تھا کہ ان سے خون ٹپکنے لگا اور میری آستین تازہ خون سے تر ہو گئی۔ اس وقت میں اٹھ کر رونے لگا اور میں نے کہا: خدا کی قسم! حسینؑ شہید ہو گئے کیونکہ علیؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا اور وہ جو کچھ بھی مجھ سے کہتے تھے وہ واقع ہو کر رہتا تھا کیونکہ رسولؐ خدا انہیں ایسے امور کی خبر دے کر گئے تھے جن کی خبر آپؐ کے علاوہ انہوں نے کسی کو بھی نہیں دی تھی

پھر میں اٹھا اور اپنے گھر سے نکلا۔ جب میں نے سورج کو دیکھا تو اسے گرہن لگا ہوا تھا اور مدینہ کی دیواریں یوں لگتی تھیں جیسا کہ ان پر تازہ خون مل دیا گیا ہو۔ میں رونے بیٹھ گیا اور کہنے لگے: خدا کی قسم! حسینؑ مارے گئے۔ اتنے میں مجھے ایک گھر کے کونے سے ایک آواز سنائی دی: کوئی کہہ رہا تھا:

اصبروا آل الرسول قتل الفرخ النحول

نزل السروح الامين بكاء وعويل

آل رسول صبر کرو۔ سخی فرزند قتل ہو گیا۔ جبریل امین بکا اور چیخ کے

ساتھ نازل ہوا ہے۔

جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ ماہِ محرم کی دس تاریخ تھی۔ میں نے مہینہ اور تاریخ اپنے پاس لکھ لی۔ پھر کچھ دنوں بعد ایک قاصد آیا جس نے امام حسینؑ کی شہادت کی ہمیں اطلاع دی۔ میں نے اس سے مہینہ اور تاریخ پوچھی تو اس نے ماہِ محرم کی دس تاریخ بیان کی۔

میں نے قاصد کے ساتھ آنے والوں سے کہا: اس دن تو ہم نے کسی روئے والے کی آواز میں ایک نوحہ بھی سنا تھا۔

انہوں نے کہا: ہم نے بھی وہ نوحہ سنا تھا ممکن ہے وہ حضرت خضر ہوں۔ (امالی صدوق، ص ۷۸-۸۰)

اشعث کو خبر دینا کہ حجاج اسے ذلیل کرے گا

راوندی رقم طراز ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت علیؑ سے ملنے کے لیے آیا تو حضرت قنبر نے اسے دروازہ سے واپس لوٹا دیا۔ اس نے مکا مار کر قنبر کی ناک زخمی کر دی اور اس سے خون بہنے لگا۔ شور کی آواز سن کر حضرت علیؑ علیہ السلام باہر آئے اور فرمایا: اشعث! تیرا میرا آپس میں کیا واسطہ ہے؟ خدا کی قسم! جب بنی ثقیف کا غلام حکومت پر متمکن ہو گیا تو تیرے بال بھی کاچنے لگ جائیں گے۔

اشعث نے کہا: ثقیفی جو ان کون ہوگا؟
حضرت علیؑ: وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو عرب کے ہر گھر میں ذلت کو داخل کرے گا۔

اشعث: وہ کتنا عرصہ حکومت کرے گا؟

حضرت علیؑ: بیس برس۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت کا فرمان پورا ہوا۔ حجاج ۷۵ ہجری میں حاکم بنا اور ۹۵ میں جہنم واصل ہوا۔ (خراج راوندی ج ۱، ص ۱۹۹)

محمد حنفیہ کی والدہ خولہ حنفیہ کا واقعہ

ابو محمد عبدالاسلام بن محمد خوارزمی نے اپنی کتاب سیر الصحابہ میں اپنی اسناد سے میمون بن صعب الکفی سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ ہم عباس بن سابور کی کے پاس

بیٹھے تھے کہ محفل میں اہلِ ردہ کا ذکر شروع ہوا۔ ہم نے خولہ حنفیہ اور امیر المومنین علیہ السلام سے ان کے نکاح کا تذکرہ کیا۔

عباس بن سائبورکی نے کہا کہ ابوالحسن حسنی نے مجھے بتایا کہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنی محفل میں بیٹھے تھے کہ دو شخص ان کے پاس آئے اور ان سے کہا:

ابوجعفر! آپ تو بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام خلفائے سابقین کی خلافت پر راضی نہیں تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا تو تمہیں میرے قول پر کیا اعتراض ہے؟

اس نے کہا: بات یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے خولہ حنفیہ سے نکاح کیا تھا جب کہ وہ تو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں کنیز بن کر آئی تھی۔ اگر ان کی حکومت قانونی اور آئینی نہ تھی تو حضرت علیؑ نے ان کی گرفتار کردہ کنیز سے عقد کیوں کیا تھا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری کو یہاں لے آؤ۔ جابر اس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ بہرِ نوع ایک شخص گیا اور انہیں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس لے آیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جابر! جانتے ہو میں نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے؟

جابر نے کہا: مولا! مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہاں میرے پاس دو افراد بیٹھے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام سابقہ خلفاء کی حکومتوں پر راضی تھے اور انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ اگر حضرت ان سے راضی نہ ہوتے تو ان کی گرفتار کردہ کنیز خولہ حنفیہ سے نکاح کیوں کرتے؟

یہ سن کر جابر اتاروئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور انہوں نے کہا:

میری خواہش ہے کہ مر جاتا اور مجھ سے یہ بات نہ پوچھی گئی ہوتی۔

بات یہ ہے کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے سامنے بنی حنفیہ کے قیدیوں کو پیش کیا گیا جس میں مالک بن نویرہ کے خاندان کے افراد شامل تھے اور ان قیدیوں میں خولہ حنفیہ بھی شامل تھی۔ اس وقت وہ جوانی کی حدود کو پہنچ چکی تھی اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو اس نے کہا:

لوگو! مجھے بتاؤ اللہ کے رسول کہاں ہیں؟

لوگوں نے کہا: ان کی وفات ہو گئی ہے۔

پھر اس نے کہا: تو کیا یہاں ان کی قبر موجود ہے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں اس حجرہ میں ان کی قبر اطہر ہے۔

خولہ حنفیہ یہ سن کر قبر رسولؐ پر آئی اور اس نے کہا:

السلام علیک یا محمد، السلام علیک یا رسول اللہ،

اشہد انک تسمع کلامی وتقدر علی جوابی وتعلم انا

مسیبنا بعدک وانا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک محمد

رسول اللہ

محمد مصطفیٰؐ آپ پر سلام۔ خدا کے رسولؐ آپ پر سلام۔ میں گواہی

دیتی ہوں کہ آپؐ میری گفتگو سن رہے ہیں اور مجھے جواب دینے پر

بھی آپؐ قدرت رکھتے ہیں اور آپؐ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپؐ

کے بعد ہمیں قیدی بنا لیا گیا ہے جب کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپؐ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئی۔ طلحہ بن عبد اللہ اور زبیر بن عوام نے اسے اپنی کنیز بنانے کے

لیے اپنے کپڑے اس پر ڈالے۔

خولہ حنفیہ نے کہا: گروہ عرب! تمہیں حیا نہیں آتی اپنی بیویوں کی حفاظت کرتے

ہو اور دوسروں کی بیٹیوں کی ہنک کرتے ہو؟

طلحہ وزبیر نے کہا: تم لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کے مخالف ہو اور تم نے یہ کہا تھا کہ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہ دیں گے۔

خولہ حنفیہ نے کہا: یہ بات بالکل غلط ہے۔ بنی حنفیہ میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کی تھی اور اگر ہمارے خاندان میں نو سال کا بچہ نماز نہ پڑھے تو ہمارے بزرگ اسے سزا دیتے ہیں اور اگر سات سال کا بچہ روزہ نہ رکھے تو اسے ڈانٹا جاتا ہے اور جمادی الاخرہ کے ابھی دس دن باقی ہوتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ نکالتے ہیں اور اگر کوئی بیمار ہو تو وہ اپنے لواحقین کو اپنے مال سے زکوٰۃ نکالنے کی تاکید کرتا ہے۔

خدا گواہ ہے ہم نے کوئی وعدہ شکنی نہیں کی اور ہم نے دین سے انحراف نہیں کیا مگر اس کے باوجود تم لوگوں نے ہم پر لشکر کشی کی اور ہمارے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو قید کر لیا۔

پھر اس نے براہ راست حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

ابوبکر! بتاؤ علیؓ کی موجودگی میں تم خلیفہ کیسے بن گئے اور اگر علیؓ تمہاری خلافت پر راضی تھا تو تم نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے ہمارے پاس اسے کیوں نہ بھیجا اور میں سمجھتی ہوں کہ تیرے اس اقدام پر علیؓ کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ تو نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اور تو نے ہمارے مال کو لوٹا اور تو نے ایسا کر کے قطع رحمی کی۔ ہم دنیا و آخرت میں تیرے ساتھ کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ تمہیں جو بھی کرنا ہو کرو۔

خولہ کی باتوں سے اہل مسجد میں اضطراب پیدا ہوا اور طلحہ وزبیر نے کہا: ہم زیادہ سے زیادہ قیمت دے کر تجھے خریدیں گے۔

خولہ حنفیہ نے کہا: مجھے اپنے رب کی قسم اور مجھے اپنے نبیؐ کی قسم! میرا مالک صرف وہی بن سکتا ہے جو مجھے یہ بتائے کہ جب میں ماں کے شکم میں تھی تو اس وقت میری ماں نے خواب میں کیا دیکھا تھا اور جب میں پیدا ہوئی تو میری ماں نے اس وقت کیا کہا تھا اور اس کے میرے درمیان ان باتوں کی علامت کیا تھی اور وہ علامت اس وقت کہاں ہے؟

یاد رکھو! اگر تم میں سے کسی نے مجھے اپنے ساتھ زبردستی لے جانے کی کوشش کی تو میں اپنا پیٹ پھاڑ لوں گی۔ نتیجہ میں میں جان سے جاؤں گی اور لے جانے والے کی دولت برباد ہو جائے گی۔ اور اسے قیامت کے دن میرے خون کا جواب بھی دینا پڑے گا۔

اتنے میں امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے اور فرمایا: مسجد نبویؐ میں یہ شور کیسا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ بنی حنفیہ کی ایک لڑکی یہاں قیدی بن کر آئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں اس سے نکاح کروں گی جو یہ بتائے گا کہ جب میں شکمِ مادر میں تھی تو اس وقت میری ماں نے کیا خواب دیکھا تھا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر تم اس کا خواب بتا کر اس کے مالک بن جاؤ۔ اس نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔

لوگوں نے کہا: ابوالحسن! تمہارے ابنِ عم پر جبریل وحی لاتے تھے اور ان کو آسمانوں اور زمینوں کی باتیں بتاتے تھے لیکن وہ تو اس جہان سے رخصت ہو چکے ہیں اور ہمیں غیب کا کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: ابوالحسن! آپ اسے بتادیں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر میں نے اسے بتا دیا تو میں اس کا مالک بن جاؤں گا اور تم کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر اور دوسرے تمام مسلمانوں نے کہا: ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: حنفیہ! اگر میں نے تجھے تیرے سوالات کے جواب بتا دیئے تو میں تیرا مالک ہو جاؤں گا کیا تجھے یہ شرط منظور ہے؟

خولہ حنفیہ نے کہا: آپؐ کے کسی ساتھی کو تو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کون ہیں؟

حضرت نے فرمایا: میں علی بن ابی طالب ہوں۔

خولہ حنفیہ نے کہا: تو کیا آپ وہی ہیں جسے رسول خدا نے غدیر خم میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا؟

حضرت نے فرمایا: میں وہی ہوں۔

خولہ حنفیہ نے کہا: آپ کی وجہ سے تو ہم پر یہ یلغار ہوئی اور آپ کی وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا کیونکہ ہمارے مردوں نے کہا تھا کہ ہم اسی کی اطاعت کریں اور اسی کے ہاتھ پر زکوٰۃ جمع کرائیں گے جسے رسول خدا نے غدیر خم میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا تمہارا اجر ضائع نہیں کرے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔

پھر آپ نے فرمایا: جب تو ماں کے شکم میں آئی تو اس وقت سخت قحط سالی کا دور تھا۔ بارش بند ہو چکی تھی اور گھاس پھوس کہیں دکھائی نہ دیتی تھی۔ جانور چرنے کے لیے جاتے تو بھوکے ہی لوٹ آتے تھے۔ اس وقت تیری ماں نے کہا تھا: معلوم ہوتا ہے میرے رحم میں کسی منحوس بچے نے قرار پکڑا ہے کیونکہ جب سے یہ بچہ میرے رحم میں آیا تب سے بارش نہیں ہوئی اور چاروں طرف خشک سالی اور قحط کے سائے پھیل گئے۔

اور جب تجھے شکم مادر میں قرار پکڑے سات مہینے گزرے تو تیری ماں نے خواب میں دیکھا کہ وہ تجھے جنم دے چکی ہے اور اس نے خواب میں ہی تجھے کہا: تو منحوس بچی ہے اور تو نے منحوس زمانہ میں جنم لیا ہے۔ پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ تو نے اس سے کہا: ائی جان! مجھے منحوس مت کہو میں بابرکت لڑکی ہوں۔ میری پرورش انتہائی اچھے طریقے سے ہوگی اور میرا مالک وہ بنے گا جو اپنے زمانہ کا سردار ہوگا اور میں بابرکت ولی کی ماں بنوں گی جو کہ بنی حنفیہ کے لیے باعث عزت ہوگا۔

جب خولہ حنفیہ نے یہ سنا تو کہنے لگی: امیر المومنین! آپ نے سچ فرمایا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: نبی اکرم مجھے ان واقعات کی خبر دے گئے

تھے۔

پھر خولہ حنفیہ نے کہا: اچھا اب بتائیں میری ماں نے ان واقعات کو کس چیز پر لکھوایا تھا اس وقت وہ چیز کہاں ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تیری والدہ نے ان واقعات کو تانبے کی ایک تختی پر لکھوایا تھا اور اس نے وہ تختی دروازے کے دائیں جانب رکھ دی تھی۔ جب تو دو سال کی ہوئی تو اس نے وہ تختی تجھے دکھائی تھی اور تجھے دکھانے کے بعد پھر اس نے تختی کو چھپا دیا تھا اور جب تو آٹھ سال کی ہوئی تو اس نے تجھے پھر وہی تختی دکھائی تھی اور اس نے تجھ سے کہا تھا کہ غمگین ایک فوجی دستہ تمہاری سرزمین پر حملہ کرے گا۔ وہ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمہارا مال لوٹ لیں گے اور تمہاری اولاد کو قتل کر لیں گے اور تو بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ قید ہو جائے گی۔ جب وہ وقت آئے تو اس تختی کو اپنے پاس رکھنا اور اسے ضائع نہ ہونے دینا اور جو تجھے اس کی خبر دے اس سے شادی کر لینا۔

خولہ حنفیہ نے کہا: آپؐ نے بالکل درست فرمایا لیکن یہ بتائیں کہ اس وقت وہ تختی کہاں ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تانبے کی وہ تختی اس وقت تیری گردن میں آویزاں ہے۔

جب خولہ حنفیہ نے یہ سنا تو اس نے اپنی گردن سے وہ تختی نکال کر حضرتؐ کے سامنے پیش کی۔ اور کہا: لوگو! گواہ رہنا! آج سے میں ان کی کنیز ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: لوگو! سن لو۔ یہ میری کنیز نہیں بلکہ میں اسے اپنی بیوی بنا رہا ہوں۔

یہ سن کر خولہ نے اپنی طرف سے صیغہ نکاح پڑھ کر کہا:

زوجتہ نفسی کما امر لی اہلی

میں اسے اپنا شوہر بناتی ہوں جیسا کہ میرے خاندان نے مجھے حکم دیا تھا۔

اس کے جواب میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
قبلتک زوجة

میں نے تجھے زوجہ کی حیثیت میں قبول کیا۔

اس کے بعد حضرت جابر نے کہا: مولا! یہ ہے خولہ حفیہ کا واقعہ جس کا میں عینی گواہ ہوں۔ (کتاب سیر الصحابة والزهاد والعلماء العباد)

حضرت شہر بانو کا واقعہ اور زین العابدینؑ کی ولادت کی پیشین گوئی

فقہ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب شاہ ایران یزدگرد کی بیٹی کو قید کر کے مدینہ لایا گیا تو اس کے صحن سے مسجد کا پورا ماحول چمکنے لگ گیا اور مدینہ کی دو شیرازیں اسے دیکھنے کے لیے جمع ہو گئیں۔ جب حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال دی اور کہا:
”روسیاہ باد اھر مز“۔ ہرمز کا چہرہ سیاہ ہو۔

حضرت عمر جو کہ فارسی سے نا بلد تھے انہوں نے سمجھا کہ لڑکی انہیں ناسزا کہہ رہی ہے۔ اسی لیے انہوں نے کہا: کیا تو مجھے گالیاں دے رہی ہے؟

امیر المومنینؑ نے کہا: یہ اپنے دادا کو بددعا دے رہی ہے؟

حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ اسے کنیز بنا کر کسی کو بہہ کر دیں یا فروخت کر دیں۔

حضرت علیؓ نے کہا: تمہیں ایسا کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ شاہزادیوں کو نہ تو بہہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی فروخت کیا جاتا ہے۔ تم اسے اختیار دو کہ وہ کسی مسلمان کا انتخاب کرے اور آپ اسے اس کافے میں سے حصہ قرار دیں۔

حضرت عمر نے انہیں جیون ساتھی کے انتخاب کا اختیار دیا تو اس نے مسجد میں موجود تمام افراد پر نظر ڈالی اور اس نے اپنا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تمہارا کیا نام ہے؟

اس نے کہا: میرا نام جہان شاہ ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: نہیں تیرا نام شہر بانو ہے۔ پھر آپ نے امام حسینؑ سے

فرمایا:

ابو عبد اللہ! اس خاتون سے تمہیں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو کہ تمام اہل ارض سے

افضل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی بی شہر بانو کو علی بن الحسین زین العابدینؑ جیسا فرزند عطا کیا۔

امام زین العابدینؑ کو ”ابن الخیر تین“ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ عرب میں سے بنی ہاشم کی عزت کے وارث تھے اور شاہان ایران کی عظمت کے بھی آپ وارث تھے۔ اسی لیے ابوالاسود الدؤلی نے امام زین العابدینؑ کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا تھا۔

وان غلاما یسن کسریٰ و ہاشم

لا کرام من یسط علیہ التمام

شاہ ایران اور ہاشم دونوں سے تعلق رکھنے والا جوان ان تمام لوگوں سے بہتر

ہے جنہیں تعویذ باندھے گئے ہیں۔ (الکافی، ج ۱، ص ۴۶۶)

ایک نصرانی عالم کا دلچسپ مباحثہ

شیخ طوسی نے اپنی اسناد سے سلمان فارسی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابو بکر خلیفہ بنے تو چند روز بعد

نصرانیوں کی ایک جماعت مدینہ آئی اور ان کی قیادت ان کا ایک عالم کر رہا تھا جو کہ

تورات و انجیل کا حافظ تھا اور اسے بحث و مباحثہ کا خاصا تجربہ تھا۔

نصاری کی جماعت مسجد نبویؐ میں آئی اور ان کے عالم نے حضرت ابو بکرؓ سے

گفتگو کرتے ہوئے کہا:

ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک رسول آئے گا۔ جب ہم نے محمد بن عبد اللہ کے اعلان نبوت کا سنا اور ہمیں یہ بتایا گیا کہ یہ وہی رسول ہیں جن کی بشارت انجیل میں دی گئی ہے تو ہم نے اپنی قوم کے ذمہ دار لوگوں کا اجتماع منعقد کیا اور اس اجتماع میں ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں مدینہ جا کر تحقیق کرنی چاہیے۔

چنانچہ اسی مقصد کو مد نظر رکھ کر ہم نے یہ طویل سفر کیا اور یہاں آ گئے لیکن ہماری بد نصیبی کہ وہ رسول ہمارے آنے سے پہلے دنیا سے رحلت کر گئے۔ اب ان سے ہماری ملاقات ممکن نہیں رہی۔ البتہ ایک اور بات سے ہمیں تسلی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انجیل میں یہ بات بھی پڑھی ہے کہ انبیاء اپنی رحلت سے قبل اپنا وصی مقرر کر کے جاتے ہیں اور ان کا وصی ان کی قوم میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور لوگ اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ آپ اپنے نبی کے وصی ہیں۔ اسی لیے ہم آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔

حضرت عمر نے ان سے کہا: یہ رسول خدا کے خلیفہ ہیں۔

نصرانی عالم دوزانو ہو کر بیٹھا اور اس نے کہا:

خلیفہ! دینی لحاظ سے آپ کو ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ ہم آپ سے یہی بات پوچھنے کے لیے آئے ہیں۔

حضرت ابو بکر نے کہا: ہم مومن ہیں جب کہ تم کافر ہو۔ اور مومن کافر سے افضل ہوتا ہے اور ایمان کفر سے افضل ہے۔

نصرانی عالم: یہ صرف دعویٰ ہے اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ اپنی نظروں میں مومن ہیں یا خدا کی نظر میں بھی مومن ہیں؟

حضرت ابو بکر: میں اپنی نظر میں مومن ہوں اور جہاں تک خدا کی نظر کی بات ہے تو مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔

نصرانی عالم: یہ بتائیں کہ میں آپ کی نظر میں کافر ہوں یا خدا کی نظر میں بھی کافر

ہوں؟

حضرت ابو بکر: تم میری نظر میں کافر ہو اور جہاں تک خدا کی نظر کا تعلق ہے تو میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نصرانی عالم: آپ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شک میں مبتلا ہیں کیونکہ آپ کو اپنے متعلق یہ یقین نہیں کہ آپ خدا کے ہاں مومن ہیں اور میرے متعلق بھی آپ کو یہ یقین نہیں کہ میں اللہ کی نظر میں کافر ہوں۔ اچھا آپ یہ بتائیں کہ کیا اس دین کی وجہ سے خدا نے تمہارے لیے جنت میں جگہ مقرر کی ہے؟

حضرت ابو بکر: جنت میں میرے لیے ایک منزل مقرر ہے جسے میں وعدہ کے ذریعہ سے جانتا ہوں۔ البتہ مجھے یہ علم نہیں ہے کہ آیا میں اس منزل جنت تک پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں؟

نصرانی عالم: کیا آپ میرے لیے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ میں بھی جنت میں جاسکتا ہوں؟

حضرت ابو بکر: جی ہاں۔

نصرانی عالم: اس کا تو پھر مقصد یہ ہے کہ آپ کو اپنے متعلق خوف ہے اور میرے متعلق امید ہے۔ اس صورت میں آپ کو مجھ پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ اس کے علاوہ آپ یہ بتائیں کہ جو رسول آپ لوگوں کی طرف مبعوث ہوا تھا کیا آپ اس نبی کے تمام علوم کے عالم ہیں؟

حضرت ابو بکر: نہیں! میں اپنے علم کی حد تک ان کے علوم سے واقف ہوں۔

نصرانی عالم: جس نبی کے علم سے آپ پوری طرح واقف نہیں ہیں تو ان کے خلیفہ اور جانشین ہونے کا آپ نے دعویٰ کیوں کیا ہے؟ اور آپ کی قوم نے آپ کو اس منصب پر کیوں فائز کیا؟

حضرت عمر نے نصرانی عالم سے کہا: تمہیں اس طرح کے سوال کرنے کا کوئی حق

نہیں۔ اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہارا خون مباح کر دیں گے۔
 نصرانی عالم: کیا جو شخص راہ حق کی تحقیق کے لیے آئے اس سے یہی سلوک روا رکھا جاتا ہے؟

حضرت سلمان کا بیان ہے کہ نصرانی نے جب خلیفہ کو لا جواب کیا تو ہم سب کو انتہائی عداوت محسوس ہوئی۔ میں اٹھا اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں یہ خبر پہنچائی۔ یہ سن کر آپ مسجد میں تشریف لائے۔ جب آپ نے مسجد میں قدم رکھا تو اس وقت نصرانی عالم یہ کہہ رہا تھا کہ بندگانِ خدا اگر تم مجھے جواب دینے سے قاصر ہو تو کم از کم کسی ایسے شخص کا پتہ ہی بتا دو جو مجھے مطمئن کر سکے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

نصرانی! تمہیں جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اس ذات کی قسم! جس نے دانہ شگافہ کیا اور جانوں کو پیدا کیا تم ماضی اور مستقبل کے متعلق جو کچھ بھی مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں اس کا جواب نبی اکرم کی تعلیمات کے مطابق دوں گا۔

نصرانی عالم: میں آپ سے بھی وہی کچھ پوچھوں گا جو میں نے آپ سے قبل اس بزرگ سے پوچھا ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ اپنی نظر میں مومن ہیں یا خدا کی نظر میں مومن ہیں؟

امیر المومنین: میں خدا کی نظر میں بھی اسی طرح سے مومن ہوں جیسا کہ خود اپنی نظر میں مومن ہوں۔

نصرانی عالم: اللہ اکبر! یہ اس شخص کا جواب ہے جسے اپنے دین پر یقین ہے اور جسے اس یقین کی صحت پر بھی مکمل بھروسہ ہے۔ اب آپ بتائیے کہ جنت میں آپ کا مقام کہاں ہے؟

امیر المومنین: میرا مقام نبی اکرم کے ساتھ فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں اور مجھے اپنے رب کے وعدہ پر کوئی بے یقینی نہیں ہے۔

نصرانی عالم: آپ سے یہ وعدہ کس نے کیا تھا؟
 امیر المومنین: اللہ نے اپنی کتاب میں یہ وعدہ کیا اور رسول صادق نے اپنی
 زبان سے یہ وعدہ کیا ہے۔

نصرانی عالم: آپ کو اپنے نبی کی صداقت پر یقین کیوں ہے؟
 امیر المومنین: واضح آیات اور روشن معجزات کی وجہ سے۔
 نصرانی عالم: دلیل و برہان کا یہ صحیح طریقہ ہے۔ آپ بتائیں کہ خدا آج کہاں
 ہے؟

امیر المومنین: نصرانی! لفظ ”کہاں“ کا اطلاق اللہ کے لیے درست نہیں ہے۔ وہ
 مکان سے منزہ اور پاک ہے وہ لامکان ہے اور وہ صرف آج سے لامکان نہیں بلکہ ازل
 سے ابد تک لامکان ہے اور اس کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

نصرانی عالم: آپ نے واقعی خوب صورت اور مختصر جواب دیا ہے۔ اچھا یہ
 بتائیں کہ آپ کے نزدیک حواسِ خمسہ سے اللہ کا ادراک کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا
 آپ راہِ ہدایت کے کسی راہی کو خدا کے ادراک کا طریقہ بتا سکتے ہیں اور اگر بالفرض
 حواس سے اس کا ادراک ناممکن ہے تو پھر اس کی معرفت کا ذریعہ کیا ہے؟

امیر المومنین: اس بادشاہ جبار کو قدر و قیمت کے پیمانوں سے ناپا نہیں جاسکتا اور
 حواس اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور اس کا قیاس انسانوں پر نہیں کیا جاسکتا۔
 اس کی معرفت کا ذریعہ اس کی صفت ہے اور وہ اپنی مخلوق سے پہچانا جاتا ہے۔

نصرانی عالم: آپ نے بالکل صحیح کہا۔ یہ وہ حق ہے جس سے جہالتوں کے
 پروردہ افراد بھٹک چکے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نبیؐ نے مسیح کے متعلق کیا
 کہا اور انہوں نے اسے مخلوق کہا تو اس کی ان کے پاس کیا دلیل تھی اور انہوں نے ان
 سے الوہیت کی نفی کس بنیاد پر کی جب کہ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ بہت سے متدین افراد
 ان کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

امیر المومنین: رسول خدا نے ان کا مخلوق ہونا اس دلیل سے ثابت کیا کہ وہ بھی تقدیر کے پابند تھے اور اللہ نے ان کی تصویر کشی کی اور ان کی حالتیں بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی کی طرف بدلتی رہیں اور ان کی جسمانی ساخت میں عمر کے ساتھ ساتھ کمی بیشی ہوتی رہی۔

رسول اکرمؐ نے حضرت عیسیٰؑ سے الوہیت کی ضرورت نفی کی لیکن انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت، عصمت، کمال اور مؤید بروح القدس ہونے کا انکار نہیں کیا۔ اللہ کے ہاں ان کی مثال حضرت عیسیٰؑ جیسی ہے۔ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور ”مکن“ کہہ کر مکمل انسان بنا دیا۔

نصرانی عالم: بھلا یہ کیسے معلوم ہو کہ آپؐ وحی رسولؐ اور حجت خدا ہیں؟
امیر المومنین: اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب تو اپنے وطن سے روانہ ہوا تو تو نے اپنے آپ کو طالب تحقیق کہا جب کہ تیرا مقصد اسلام کو بدنام کرنا تھا۔ راستے میں ایک جگہ تو سویا تو نیند میں تجھے میرے مقام اور میرے کلام سے آگاہ کیا گیا اور خواب میں تجھے یہ ہدایت کی گئی کہ میری مخالفت سے پرہیز کرنا اور میری پیروی کرنا۔
نصرانی عالم: آپؐ نے سچ کہا: اس بات کو صرف میں اور میرا خدا ہی جانتا تھا۔
اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپؐ رسولؐ خدا کے وحی ہیں اور ان کے قائم مقام ہیں۔

جب نصرانی عالم نے کلمہ پڑھا تو اس کے ساتھیوں نے بھی فوراً کلمہ پڑھا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: اس خدا کی حمد ہے جس نے تجھے دین حق کی ہدایت کی اور ہاں یاد رکھو! علم نبوتؐ نبیؐ کے اہل بیتؑ کے پاس ہے اور حکومت کا وارث وہی ہے جس سے تم نے پہلے گفتگو کی تھی۔ کیونکہ وہ اُمت کی رضا سے حاکم مقرر ہوا ہے۔ اور دیکھو

لوگوں سے اپنی اس بحث کا بھی تذکرہ نہ کرنا ورنہ میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ اور ویسے میرا خیال یہ ہے کہ تم شیطان ہو تم اس اُمت میں فساد اور تفرقہ ڈالنے کے خواہش مند ہو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے سلمان سے فرمایا: دیکھو! اللہ اپنے اولیاء کی حجت کو کس طرح سے غالب کرتا ہے اور ان لوگوں کی سرکشی میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ (امالی طوسی ج ۱، ص ۴۲)

حضرت عیسیٰ کے ایک صحابی کا پہاڑ سے برآمد ہونا

کتاب سیر الصحابہ کے مؤلف لکھتے ہیں:

حضرت عمر کے عہد خلافت میں سعد بن ابی وقاص نے حلوان کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے شہر نہاوند کو فتح کیا۔ نماز عصر کا وقت ہوا۔ سعد بن ابی وقاص نے اپنے مؤذن بطلہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔

جب مؤذن نے ”اللہ اکبر“ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی تو نے بڑے کی کبریائی بیان کی۔ جب مؤذن نے ”اشھد ان لا الہ الا اللہ“ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی۔ اس کلمہ کو ارض و سما کے رہنے والے جانتے ہیں۔ جب مؤذن نے ”اشھد ان محمد رسول اللہ“ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی تو نے نبی اُمی کی رسالت کی گواہی دی۔ الغرض مؤذن نے جو بھی کلمہ کہا پہاڑ سے کسی نے اس کی تائید و تصدیق کی۔

جب مؤذن اذان سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: بندہ خدا! ہم نے تیری آواز سنی لیکن تجھے دیکھا نہیں۔ باہر آؤ اور ہمیں ملو۔

جیسے ہی مؤذن نے یہ کہا تو پہاڑ پھٹ گیا اور پہاڑ میں سے ایک شخص برآمد ہوا جس کے بال سفید تھے۔

مؤذن نے کہا: بندہ خدا! اپنا تعارف کرا خدا تجھ پر رحم کرے۔

پہاڑ سے برآمد ہونے والے نے کہا: میرا نام رغیب بن ثؤمدہ ہے۔

بطلہ نے کہا: تیرا تعلق کن لوگوں سے ہے؟

اس نے کہا: میرا تعلق مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کے اصحاب سے ہے۔

بطلہ نے کہا: یہاں تیری رہائش کا سبب کیا ہے؟

رغیب نے کہا: میں ان کے ساتھ سیاحت کرتے ہوئے یہاں آیا تھا۔ میں

حضرت کی خدمت کرتا تھا اور ان کی اشیاء کی حفاظت کرتا تھا۔

جب حضرت عیسیٰؑ یہاں پہنچے تھے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا: کیا تو خدا سے

کچھ مانگنے کا خواہش مند ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! میں ایک حاجت رکھتا ہوں۔ آپ میری حاجت برآری

کے لیے دعا فرمائیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا: تمہاری حاجت کیا ہے؟

میں نے کہا تھا: میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ

آپ کو آسمان کی طرف اٹھالے گا اور آپ کے جانے کے کچھ عرصہ بعد اللہ اس نبی کو

مبعوث کرے گا جس کی آپ نے بشارت دی ہے اور آخری زمانہ میں آپ آسمان سے

نزول کریں گے اور آپ کے ساتھ سفید گھوڑوں پر فرشتے ہوں گے جن کے ہاتھوں میں

نیزے ہوں گے۔ پھر آپ باب حرم پر چڑھیں گے۔ اس کے بعد ایک چیخ بلند ہوگی اور

مشرق و مغرب کے لوگ آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: تو نے سچ کہا لیکن ایک بات بھول گیا وہ یہ ہے کہ میں

اکیلا نہیں ہوں گا بلکہ میں نبی آخر الزمانؑ کے آخری جانشین کے ساتھ رہوں گا اور وہ

جھوٹے دعویدار کو قتل کرے گا اور ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے

گا۔

میں نے کہا تھا کہ میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے

دعا مانگیں کہ آپ کے نزول کے وقت تک میں زندہ رہوں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

اس پہاڑ میں سکونت اختیار کر۔ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھے گا اور امت محمد کا ایک دستہ یہاں آئے گا تو ان کی اذان سن کر انہیں جواب دے گا۔
میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ اس مؤذن کا نام کیا ہوگا؟
حضرت عیسیٰ نے فرمایا: ویسے تو میں ان سب کو جانتا ہوں اور ان کے عجیب حالات سے واقف ہوں۔ اس مؤذن کا نام بطلہ ہوگا۔

پھر حضرت عیسیٰ نے مجھے امت محمد کے حالات بتائے اور یہ بھی بتایا کہ امت محمد اپنے نبی کے وصی اور ان کی اہل بیت سے بغض رکھے گی۔
(پھر ان کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی)

رغیب: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟

بطلہ: وہ وفات پا چکے ہیں۔

رغیب: ان کا جانشین کون بنا؟

بطلہ: حضرت ابوبکر۔

رغیب: کیا ابوبکر زندہ ہے؟

بطلہ: نہیں، وہ بھی دنیا سے چلے گئے۔

رغیب: ان کا جانشین کون بنا؟

بطلہ: حضرت عمر بن الخطاب

رغیب: کیا عمر زندہ ہیں؟

بطلہ: جی ہاں! وہ زندہ ہیں۔

رغیب: میری طرف سے ان سے کہنا کہ تم نے اپنے نبی کے وصی کے ساتھ وہ

سلوک کیا ہے جو تم سے پہلے کسی اُمت نے نہیں کیا۔ اس مخالفت کا انجام عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ تم ان کی موجودگی میں کس طرح سے حاکم بن گئے جب کہ تم علم میں ان کے محتاج ہو۔ افسوس ہے اس اُمت پر جس نے اپنے نبیؐ کے وحی سے یہ سلوک کیا ہے۔ تم عمر سے کہنا کہ وہ وحی کو اپنے ساتھ اقتدار میں شریک کرے اور ان سے یہ کہنا کہ جب یہ باتیں ظاہر ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آچکی ہے۔

بطلہ: قرب قیامت کی کون سی علامتیں ہیں؟

رغیب: ۱۔ جب اُمت اپنے نبیؐ کے وحی کی مخالفت کرے۔ ۲۔ مساجد کی تزئین و آرائش کی جائے۔ ۳۔ جب مصاحف پر نقش و نگار ہونے لگیں ۴۔ غلام اپنے آقاؤں پر سرداری کرنے لگیں۔ ۵۔ سود کو منافع بنا لیا جائے۔ ۶۔ بدکاری عام ہو جائے۔ ۷۔ ماں اپنی بیٹی کی زنا کی کمائی کھانے لگے۔ ۸۔ سلاطین ظلم و جور کرنے لگیں۔ ۹۔ پانی تہہ نشین ہو جائے۔ ۱۰۔ اولاد زنا اولاد انبیاء کو قتل کرنے لگے۔ ۱۱۔ راستے غیر محفوظ ہو جائیں۔

اس کے بعد وہ پہاڑ میں چلا گیا اور پہاڑ بند ہو گیا۔

سعد بن ابی وقاص نے بطلہ اور رغیب کی تمام گفتگو لکھ کر حضرت عمرؓ کے پاس روانہ کی۔ جب حضرت عمرؓ نے خط پڑھا تو انہوں نے مسجد نبویؐ میں سامعین کو اس خط کے کچھ تراشے پڑھ کر سنائے اور انہوں نے کہا: رغیب نے سچ کہا۔ بطلہ نے سچ کہا۔ سعد بن ابی وقاص نے بھی سچ کہا۔ (بقدر الحاجہ)۔ (کتاب سیر الصحابہ)

حضرتؑ کو ناسزا کہنے والے خطیب کا انجام

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے لکھا کہ ابو معاویہ کا بیان ہے کہ شام کے علاقہ کا دستور تھا کہ جب کوئی حاکم مرجاتا تو خطیب منبر پر کھڑے ہو کر اس کی موت کا اعلان کرتا اور اس کے ساتھ اس کے جانشین کا اعلان کرتا تھا اور اپنے خطبہ کا اختتام

حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم سے کرتا تھا۔

ایک ایسے ہی موقع پر میں مسجد میں موجود تھا۔ خطیب نے خطبہ دیا اور اس نے اپنے خطبہ کے اختتام پر امیر المومنینؑ پر سب و شتم کیا۔ پھر اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک بھرا ہوا بیل مسجد میں داخل ہوا اور نمازیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا منبر کے قریب آیا اور خطیب کو زوردار ٹکڑ ماری۔ خطیب دیوار کے ساتھ جا لگا۔ بیل نے اپنے سر اور سینگوں سے خطیب پر حملے شروع کر دیئے اور چند لمحات میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ پھر بیل بڑے آرام سے مسجد سے نکل گیا۔

لوگ بیل کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑے لیکن بیل بڑا تیز تھا۔ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ لوگوں نے دریا تک اس کا تعاقب کیا لیکن وہ دریا میں کود گیا اور دوسری طرف چلا گیا۔ لوگ کشتی کے ذریعے سے جب تک دریا کو عبور کرنے کی کوشش کرتے رہے اتنے تک بیل ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

(مناقب آل ابی طالب ج ۲، ص ۳۳۳ بحوالہ المناقب الفاخرہ)

زیاد کا عذاب الہی میں گرفتار ہونا

شیخ طوسی نے اپنی اسناد کے ساتھ کثیر بن الصلت سے نقل کیا کہ زیاد بن ابیہ نے اہل کوفہ کو کوفہ کے میدان رجبہ میں جمع کیا اور وہ چاہتا تھا کہ پورے اہل شہر کو حضرت علیؑ سے اعلان برأت پر مجبور کرے۔ اور لوگ اس ظالم سے انتہائی تنگ تھے۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آیا اور وہ اتنا بڑا تھا کہ اس نے زمین و آسمان کے درمیان خلا کو پھیر کر دیا۔

میں نے اس سے کہا: تو کون ہے؟

اس نے بتایا کہ میں نفاذ و الرقبہ ہوں اور میں اس قصر میں رہنے والے کے لیے

بھیجا گیا ہوں۔

اس کے بعد میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہوا اور میں نے دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کیا جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ انہوں نے بھی دیکھا ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا: میں نے کہا: ہونہ ہوا بھی زیادہ پر خدا کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔

چند لمحات بعد زیادہ کا غلام باہر آیا اور اس نے کہا: امیر تم سے نہیں مل سکتا۔ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔

ہم نے محل کے اندر سے چیخوں کی آوازیں سنیں اور ہم واپس آ گئے۔ میں نے اس موقع پر یہ شعر کہا تھا:

ماکان منتہیاعما اراد بنا

حتى تنالہ النقاد ذو الرقبہ

زیادہ نے ہمارے متعلق جو کچھ ارادہ کیا تھا وہ اس سے باز رہنے والا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اسے ”نقاد ذو الرقبہ“ نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے زیادہ پر طاعون مسلط کیا اور وہ مر گیا۔ (امالی شیخ طوسی، ج ۱، ص ۲۳۸)

شاتم علیؑ کا اندھا ہونا

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ زیادہ بن کلیب نے کہا: میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے سامنے سے محمد بن صفوان، عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ گزرا۔ دونوں مسجد میں گئے اور پھر جب کچھ دیر کے بعد وہ واپس نکلے تو محمد بن صفوان اندھا ہو چکا تھا۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ ابھی تو یہ تندرست تھا۔ پھر یہ اچانک اندھا کیسے ہو گیا؟

لوگوں نے بتایا کہ اس نے محراب میں کھڑے ہو کر کہا تھا کہ لوگ تو دلیل و برہان کے بغیر علیؑ پر سب کرتے ہیں جب کہ میں دلیل و برہان کے ساتھ اس پر سب کرتا ہوں۔ جیسے ہی اس نے یہ الفاظ کہے تو اللہ نے اس کی آنکھیں ختم کر دیں اور اندھا ہو گیا۔

(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۳)

شاتم علیؑ کا انجام

ابن شہر آشوب رقم طراز ہیں کہ محمد بن عباد نے کہا کہ میری ہمسائیگی میں ایک نیک شخص رہتا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر تشریف فرما ہیں اور حسنین کریمینؑ لوگوں کو آب کوثر پلانے میں مصروف ہیں۔ میں نے شاہزادوں سے کوثر طلب کیا تو انہوں نے مجھے کوثر پلانے سے انکار کر دیا۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا اور ان سے کوثر کی درخواست کی۔

رسول خداؐ نے فرمایا: تجھے کوثر نہیں مل سکتا کیونکہ تیرا ایک ہمسایہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کرتا ہے اور تو نے اسے کبھی منع نہیں کیا۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا: اگر تو نے کوثر پینا ہے تو یہ چھری پکڑ اور اسے ذبح کر۔

خواب میں میں نے چھری پکڑی اور اسے ذبح کر دیا۔

پھر آنحضرتؐ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ اب اسے کوثر پلاؤ۔

امام حسینؑ نے مجھے کوثر کا جام پکڑایا۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی تو مجھے باہر شور کی آوازیں سنائی دیں اور لوگ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ فلاں شخص اپنے بستر پر قتل ہو گیا۔ پولیس آئی اور اس نے ارد گرد کے بہت سے لوگوں کو شک و شبہ میں پکڑا۔ میں امیر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ خدا تمہیں بھلائی دے۔ یہ سب لوگ بے قصور ہیں۔ اسے میں نے قتل کیا ہے۔ پھر میں نے امیر کو اپنا خواب سنایا تو اس نے کہا:

خدا تجھے جزائے خیر دے تم بھی اپنے گھر جاؤ۔ اسے تم نے نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کر دیا ہے۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۲، ص ۳۴۵، الثاقب فی المناقب، ص ۲۳۹)

شاتم علیؑ کا مسخ ہو کر کتاب بن جانا

ثاقب المناقب میں مرقوم ہے کہ واقدی نے کہا کہ ہارون الرشید عرفہ کا دن علماء کے ساتھ بسر کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ عرفہ کے روز اس نے علماء کو اپنے ہاں بلایا۔ اسی کے پاس جانے والوں میں امام شافعی بھی تھے۔ ہارون الرشید نے امام شافعی کو ہاشمی سمجھ کر اپنے پہلو میں جگہ دی جب کہ محمد بن حسن اور قاضی ابو یوسف اس کے سامنے بیٹھ گئے اور اُس دن ہارون کی مجلس میں ۷۰ علماء شریک ہوئے اور ان میں سے ہر شخص امام بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

واقدی نے کہا کہ میں سب سے آخر میں پہنچا۔ رشید نے مجھ سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو میں نے اپنی شرعی مجبوری بیان کی۔ پھر رشید نے مجھے اپنے سامنے بیٹھے کا حکم دیا۔ میں اس کے حکم کے تحت اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ جب محفل اچھی طرح سے آراستہ ہو گئی تو رشید نے شافعی سے کہا:

ابن عم! آپ کے پاس فضائل علیؑ کی کتنی احادیث ہیں؟

امام شافعی نے کہا: چار سو سے کچھ زیادہ احادیث میرے پاس ہیں۔

رشید نے کہا: گھبراؤ نہیں کھل کر تعداد بیان کرو۔ اس پر شافعی نے کہا: پانچ سو یا

کچھ زیادہ۔

پھر رشید نے محمد بن حسن سے کہا کہ تم کتنی احادیث کی روایت کرتے ہو؟

اس نے کہا: ایک ہزار یا اس سے کچھ زیادہ۔

پھر رشید نے قاضی ابو یوسف سے کہا: کوئی! تمہارے پاس فضائل علیؑ کی کتنی

احادیث ہیں؟

ہارون الرشید نے کہا: تجھے کس کا خوف ہے؟

ابو یوسف نے کہا: مجھے آپ کا اور آپ کے افران اور آپ کے ساتھیوں کا

خوف ہے۔

ہارون نے کہا: تم بے خوف ہو کر بتاؤ کہ تمہیں فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد

ہیں؟

ابو یوسف نے کہا: مجھے اسناد کے ساتھ پندرہ ہزار اور بغیر اسناد کے پندرہ ہزار

احادیث یاد ہیں۔

پھر ہارون نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد ہیں؟

میں نے بھی ابو یوسف والا جواب دیا۔

پھر رشید نے کہا: مجھے تو فضائل علیؑ میں سے صرف ایک فضیلت کا پتہ ہے جسے

میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا ہے اور جو فضیلت مجھے معلوم ہے وہ تمہاری

تمام روایات پر فوقیت رکھتی ہے اور اب تک جو کچھ میں نے اولاد علیؑ سے بدسلوکی کی ہے

اس کے لیے بھی میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

ہم سب نے کہا: اللہ امیر المؤمنین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ ہم چاہتے

ہیں کہ وہ فضیلت آپؐ ہمیں بھی سنائیں۔

ہارون الرشید نے کہا کہ میں نے یوسف بن حجاج کو اپنی طرف سے دمشق کا گورنر

مقرر کیا اور میں نے اسے ہدایت کی کہ وہ عدل و انصاف پر کاربند رہے۔ اس نے

میرے احکام پر پورا پورا عمل کیا۔ اسے کسی نے بتایا کہ جو خطیب و مشق میں خطبہ دیتا ہے

وہ علی بن ابی طالبؑ پر روزانہ بلاناغہ سب و شتم کرتا ہے اور ان کی توہین کرتا ہے۔

میرے عامل نے اسے اپنے پاس بلا کر اس سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ

واقعی میں علی بن ابی طالبؑ پر سب و شتم کرتا ہوں۔

میرے عامل نے پوچھا کہ تجھے آخر علیؑ سے کیا دشمنی ہے؟

اس نے کہا: علیؑ نے میرے بزرگوں کو قتل کیا تھا اور ان کے خاندان کو قید کیا تھا

اسی لیے میرے دل میں علیؑ کے خلاف کینہ پایا جاتا ہے اور میں اس طرز عمل کو چھوڑنے پر

بھی تیار نہیں ہوں۔

میرے گورنر نے اسے زندان میں ڈال دیا اور اس پر سختی کی مگر وہ زندان میں بھی اپنی سابقہ روش سے باز نہ آیا۔ کچھ دنوں بعد گورنر نے اپنے ایک خط میں مجھے اس کے متعلق اطلاع دی۔ میں نے اسے جواب میں لکھا کہ اسے جھکڑیوں اور بیڑیوں میں پابند کر کے میرے پاس بھیج دو۔

چنانچہ گورنر نے اسے پابجولان میرے پاس یہاں روانہ کیا۔ اور جب وہ میرے سامنے پیش ہوا تو میں نے اسے ڈانٹا اور کہا:

کم بخت! تو علی بن ابی طالبؑ پر سب و شتم کرتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ اس نے میرے بزرگوں کو قتل کیا تھا اور میرے اہل خاندان کو قید کیا تھا۔

میں نے کہا: مرنے والے مر گئے اور قید ہونے والے بھی دنیا میں نہ رہے اور علیؑ نے اگر کسی کو مارا یا قید کیا تو اس نے اپنی طرف سے یہ کچھ نہیں کیا تھا۔ اس نے رسول خداؐ کے فرمان کے تحت یہ سب کچھ کیا تھا۔ اس لیے تو اپنی عادت کو چھوڑ دے اسی میں تیری بہتری ہے۔

اس شخص نے کہا کہ میں اپنی عادت کو کبھی نہیں چھوڑوں گا کیونکہ جب میں علیؑ کو سب و شتم کرتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے۔

میں نے جلا کو بلا کر اسے سو کوڑے مارنے کا حکم صادر کیا۔ جلا دے جب اسے کوڑے مارے تو بہت چیخا چلایا یہاں تک کہ اس کا پیشاب کپڑوں میں نکل گیا۔ پھر میں نے حکم دیا کہ اسے ایوان کے ایک کمرے میں قید کر کے تالا لگا دیا جائے۔ وہ قید میں چلا گیا اور میں سارا دن دربار میں بیٹھ کر لوگوں کے فیصلے کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے عشاء کی نماز بھی اپنے دربار میں پڑھی۔

میں جب فارغ ہوا تو اس کے متعلق سوچنے لگا کہ آیا اسے قتل کروں یا کوئی اور

سزا دوں۔ کسی وقت دل میں خیال آتا کہ اسے قتل کر دوں اور کبھی خیال آتا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دجلہ میں ڈالنے کا حکم صادر کروں اور کبھی سوچتا کہ اس پر اتنے کوڑے مرواؤں کہ یہ کوڑے کھا کھا کر مر جائے۔ اسی سوچ بچار میں میری آنکھ لگ گئی اور رات کے بچھلے پہر میں نے ایک خواب دیکھا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھل گیا اور اس سے نبی اکرم اترے۔ آپ نے پانچ پوشاکیں پہن رکھی تھیں۔ پھر علیؑ اترے انہوں نے تین پوشاکیں پہن رکھی تھیں۔ پھر حسنؑ اترے انہوں نے بھی تین پوشاکیں پہن رکھی تھیں پھر حسینؑ اترے انہوں نے دو پوشاکیں پہنی ہوئی تھیں۔ پھر جبریل امینؑ اترے انہوں نے ایک پوشاک پہنی ہوئی تھی اور وہ انتہا درجہ کے حسین لگ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک پانی کا پیالہ تھا۔ پانی انتہائی صاف و شفاف تھا۔

نبی اکرمؐ نے جبریلؑ سے فرمایا کہ جام مجھے دو۔ جبریلؑ نے جام ان کے ہاتھ میں دیا۔ پھر رسولؐ خدا نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا:

اے محمدؐ و آل محمدؐ کے شیعو!

یہ آواز سن کر میرے خاندان اور میرے غلاموں میں سے چالیس افراد نے لبیک کہی۔ میں ان سب کو جانتا ہوں حالانکہ اس وقت میرے محل میں پانچ ہزار سے زیادہ افراد موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چالیس افراد کو جام کوثر پلایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: وہ دمشق کہاں ہے؟

میں نے دیکھا کہ کمرہ کا دروازہ کھل گیا اور اس شامی کو رسولؐ خدا کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت علیؑ کی جیسے ہی اس پر نظر پڑی تو آپؐ نے اسے گریبان سے پکڑا۔ اور رسولؐ خدا سے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص مجھ پر ظلم کرتا ہے اور کسی وجہ کے بغیر روزانہ مجھ پر سب و شتم کرتا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوالحسن! تم اسے چھوڑ دو۔

حضرت علیؑ نے اسے چھوڑ دیا۔ رسولؐ خدا نے اس کی کلائی سے پکڑا اور فرمایا:

علی بن ابی طالبؑ پر سب دشتم کرنے والا تو ہے؟
اس نے کہا: جی ہاں۔

رسولؐ خدا نے بارگاہِ خداوندی میں بدو عادی تے ہوئے فرمایا:

خدا یا! اسے مسخ کر دے، اسے نابود کر دے، اس سے انتقام لے لے۔

پھر اچانک میں نے دیکھا کہ وہ بد بخت مسخ ہو کر کتابن گیا۔ رسولؐ خدا نے اسے اسی کمرہ میں لوٹا دیا جہاں میں نے اسے قید کر رکھا تھا۔ پھر آنحضرتؐ اور جبریلؑ اور حضرت علیؑ اور ان کے دونوں فرزند واپس روانہ ہو گئے۔

میں خوف زدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوا اور میں نے اپنے غلام کو آواز دے کر کہا کہ اس شامی کا دروازہ کھول کر میرے پاس لاؤ۔

جب غلام نے کمرہ کا دروازہ کھولا تو وہاں شامی مسخ ہو کر کتابن چکا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس سے کہا: تو نے اپنے پروردگار کے عذاب کو کیسا پایا؟

اس نے اپنے سر کو یوں حرکت دی جیسے وہ معذرت کر رہا ہو۔ میں نے نوکر سے کہا کہ اسے دوبارہ کمرہ میں قید کر دو اور وہ اس وقت بھی یہاں گھر میں موجود ہے۔

پھر ہارون نے نوکر کو آواز دے کر کہا کہ اس شامی کو یہاں لاؤ۔ کچھ دیر بعد نوکر ایک کتے کو پکڑ کر ہمارے پاس لایا جس کے کان انسانوں جیسے تھے اور باقی وجود کتے کی طرح تھا۔ وہ ہمارے سامنے کھڑا رہا اور اپنے لیوں کو حرکت دیتا رہا گویا وہ معافی مانگ رہا ہو۔

امام شافعیؒ نے کہا: یہ مسخ ہو چکا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ اس پر عذاب نازل ہوگا۔ آپ اسے ہم سے دُور کریں۔

ہارون نے اسے ایک دُور افتادہ مکان میں بھجوا دیا اور اس میں اسے قید کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس مکان پر بجلی گری وہ پورے کا پورا گھر جل گیا اور وہ شامی بھی جل کر خاکستر ہو گیا۔ اللہ نے اس کی روح کو جلدی سے دوزخ روانہ کر دیا۔

واقدی نے کہا کہ اس وقت میں نے رشید سے کہا: امیر المومنین! یہ ایک معجزہ اور ایک نصیحت ہے۔ آپ بھی اولادِ علیؑ کے متعلق خدا سے ڈرتے رہیں۔
ہارون الرشید نے کہا: مجھ سے جو خطا سرزد ہوئی تھی اس کے لیے میں خدا کے حضور اچھی طرح سے توبہ کر چکا ہوں۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۲۲۹)

حضرت نے اپنے شاتم کی آنکھیں نکال دیں

کتاب ثاقب المناقب میں جعفر الدقاق کی زبانی مرقوم ہے۔ اس نے کہا کہ میں اور میرا ایک ہم جماعت ساتھی اپنے زمانہ طالب علمی میں ایک محدث کے پاس جاتے تھے اور اس سے احادیث سن کر لکھتے تھے۔ وہ محدث بغداد کے محلہ باب البصرہ میں قیام پذیر تھا اور اس کا نام ابو عبد اللہ تھا۔

ہم جب بھی اس کے سامنے فضیلت اہل بیتؑ کی حدیث بیان کرتے تو وہ اس حدیث پر جرح کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حدیث ضعیف اور مجروح ہے۔ ایک دن میں نے اس کے سامنے فضائل علیؑ و زہرا سلام اللہ علیہما کے فضائل کی کچھ احادیث پڑھیں تو اس نے کہا: یہ فضائل علیؑ و فاطمہؑ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے کیونکہ علیؑ مسلمانوں کا قاتل ہے اور پھر اس نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا پر بھی اعتراض کیے اور ناشائستہ کلمات کہے۔

جب ہم نے اس کی یہ ناصیبت ملاحظہ کی تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہمیں اس سے احادیث نقل نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ بے دین شخص ہے اور حضرت علیؑ و زہرا سلام اللہ علیہما کا گستاخ ہے جب کہ مذہب اسلام میں دونوں شخصیات انتہائی محترم ہیں۔ میرے ساتھی نے بھی میری تائید کی اور ہم نے اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ ایک رات میں گھر میں سویا ہوا تھا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ محدث ابو عبد اللہ جامع مسجد میں بیٹھا ہوا ہے اور میں نے حضرت علیؑ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ مصری گدھے پر

سوار ہو کر جامع مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے دل سے دل میں کہا کہ آج اس محدث کی شامت آگئی۔ آج علیؑ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

پھر میں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ اس کے قریب ہوئے اور آپؑ نے اپنے عصا کی نوک اس کی دائیں آنکھ میں چبھو کر فرمایا: ملعون! تو مجھے اور فاطمہؑ کو سب و شتم کیوں کرتا ہے؟

محدث نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھا اور کہا: ہائے تو نے مجھے اندھا کر دیا ہے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور فوراً گھر سے اٹھ کر اپنے ہم جماعت ساتھی کے گھر کی طرف گیا تاکہ اسے اس خواب کی اطلاع دوں۔ ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ میں نے اپنے ساتھی کو آتے ہوئے دیکھا۔ میرے ساتھی کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور اس نے کہا کہ جانتے ہو کیا ہو گیا؟ میں نے کہا: بتاؤ کیا ہو گیا؟

پھر اس نے اپنا خواب مجھے کہہ سنایا اور اس نے بھی خواب میں وہی کچھ دیکھا تھا جو کہ میں دیکھ چکا تھا۔

میں نے اس سے کہا: یہی بات تو میں تجھے بتانے کے لیے آ رہا تھا کیونکہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ اب آؤ مل کر باتیں کریں۔ صبح ہوگی تو استاد کے گھر جائیں گے۔

صبح ہوئی ہم دونوں اپنے استاد کے گھر گئے اور دروازے پر دستک دی تو ایک نوکرانی برآمد ہوئی۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم اپنے استاد سے ملنا چاہتے ہیں۔

نوکرانی نے کہا: اس سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ ہم نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: اس کی حالت خراب ہے اور وہ آدھی رات سے دائیں آنکھ پر ہاتھ رکھ کر فریاد کر رہا ہے اور وہ مسلسل کہہ رہا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ نے مجھے اندھا کر دیا ہے۔

ہم نے کہا: دروازہ کھول ہم بھی اسی لیے آئے ہیں۔ اس نے دروازہ کھولا اور

ہم اندر گئے تو ہم نے اسے انتہائی بری حالت میں جٹلا پایا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالبؑ کا کیا نقصان کیا ہے اس نے میری دائیں آنکھ میں عصا مار کر مجھے اندھا کیوں کیا؟

ہم نے اسے اپنا مشترکہ خواب سنایا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے فاسد عقیدہ سے توبہ کر لے اور ذوات عالیہ کے حق میں گستاخی نہ کرے۔

ہمارے استاد نے کہا: خدا تمہیں اچھی جزا کبھی نہ دے۔ اگر علیؑ میری دوسری آنکھ بھی نکال دے تو بھی میں اسے ابو بکر و عمر سے افضل نہیں مانوں گا۔

استاد کا یہ جواب سن کر ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا: اس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

تین دن کے بعد ہم دوبارہ اس کی حالت دیکھنے گئے تو اس کی دوسری آنکھ بھی اندھی ہو چکی تھی۔ ہم نے اس سے کہا: تو نے دشمنی علیؑ کا نتیجہ دیکھ لیا؟

استاد نے کہا: علی بن ابی طالبؑ جو چاہے مجھ سے سلوک کرے میں اپنے عقیدہ سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔

ہم اٹھ کر واپس آئے اور ایک ہفتہ بعد ہم تیسری مرتبہ اس کا حال معلوم کرنے گئے تو اہل محلہ نے بتایا کہ چار دن قبل مر گیا تھا اور وہ دفن ہو گیا۔ اس کے بیٹے نے جب باپ کا یہ حال دیکھا تو وہ مرتد ہو گیا اور روم چلا گیا۔

یہ سن کر ہم نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
(الانعام: ۵۴)

ظالموں کی نسل کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۲۳۶)

مقام ذی وقار میں شامل ہونے والے مجاہدین کی تعداد بیان کرنا

ثاقب المناقب میں عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ سے کچھ فاصلہ پر مقام ذی وقار پر پڑاؤ ڈالا اور فرمایا کہ یہاں ایک ہزار مجاہد آ کر میرے لشکر میں شامل ہوں گے۔ اس کے بعد میں معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔

لوگ آتے رہے اور ہمارے لشکر میں شامل ہوتے رہے۔ میں آنے والوں کی تعداد گنتا رہا یہاں تک کہ نو سو نانوے مجاہد آ کر ہمارے لشکر میں شامل ہوئے۔

میں (ابن عباس) پریشان ہو گیا کیونکہ حضرت کی ایک ہزار کی پیشین گوئی تمام لوگ سن چکے تھے اور میں دل ہی دل میں کہنے لگا کہ خدا کرے ایک شخص آ جائے ورنہ حضرت کے فرمان کی تکذیب ہو جائے گی۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دُور سے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا اور وہ ہماری لشکرگاہ میں آیا۔ اس نے اُون کی قبا پہن رکھی تھی اور اس کے ساتھ اس کی تلوار اور کمان اور دیگر جنگی سامان بھی موجود تھا۔ وہ امیر المومنین کے قریب گیا اور کہا: آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو میری کس چیز پر بیعت کرتا ہے؟ اس نے کہا: میں سب طاعت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی نصرت میں جنگ کروں گا یہاں تک کہ یا تو مارا جاؤں گا یا آپ کو فتح نصیب ہوگی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا نام اولیس قرنی ہے۔

امیر المومنین نے فرمایا: کیا تو ہی اولیس قرنی ہے۔

اس نے کہا: جی ہاں اولیس قرنی میں ہوں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے میرے حبیب حضرت رسولؐ خدا نے بتایا تھا کہ میری ملاقات آپ کے ایک امتی سے ہوگی جس کا نام اولیس قرنی ہوگا اور وہ اللہ اور رسول کے گروہ کا فرد ہوگا۔ وہ شہادت کی موت مرے گا، اس کی شفاعت سے قبیلہ ربیع و حضر کے افراد کی تعداد کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ جب اولیس ہمارے لشکر میں شامل ہوئے تو مجھے تسلی ہوئی۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۲۶۶)

لشکر میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں بسے ہر شخص کے حصہ کی خبر دینا ثاقب المناقب میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جمل کے لیے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے عرض کی:

امیر المومنینؑ! اس وقت آپ کے ساتھ تھوڑا سا لشکر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ابھی اس جگہ پر پڑاؤ کریں تاکہ کچھ اور لوگ آپ کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: فکر نہ کرو، کل یہاں اسی مقام پر کوفہ سے تین دستے آکر ہمارے ساتھ شامل ہوں گے اور ہر دستہ میں پانچ ہزار چھ سو بیسٹھ مجاہد ہوں گے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے بڑی کوفت ہوئی اور جب رات گزری اور میں نے نماز فجر ادا کی تو میں نے اپنے غلام سے کہا کہ میرے گھوڑے پر زین رکھو۔

غلام نے گھوڑے پر زین رکھی اور میں سوار ہو کر کوفہ کی سمت چل پڑا۔ ابھی میں نے کچھ سفر کیا تھا کہ غبار بلند ہوا اور جب غبار پھٹا تو ایک فوجی دستہ نظر آیا۔ میں جب ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ میں ابن عباس ہوں۔

میں نے پوچھا: یہ پرچم کس کا ہے؟ انہوں نے اپنے پرچم دار کا نام بتایا۔

پھر میں نے پوچھا: اس دستہ میں کتنے جوان شامل ہیں؟

انہوں نے کہا: جب ہم پل سے گزرے تو ہم نے اپنے افراد کو گنا تھا۔ چنانچہ اس دستہ میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ جوان شامل ہیں۔

پھر وہ دستہ روانہ ہو گیا اور میں آگے بڑھا تو ایک اور فوجی دستہ دکھائی دیا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے مجھے روک کر مجھ سے میرا نام پوچھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں ابن عباس ہوں۔

پھر میں نے کہا: یہ دستہ کس قبیلہ کے جوانوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ دستہ قبیلہ ربیعہ کے جوانوں پر مشتمل ہے۔

میں نے کہا کہ اس دستہ کا سالار کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ اس کا سالار زید بن صوحان العبدی ہے۔

میں نے پوچھا کہ اس دستہ میں کتنے جوان شامل ہیں؟

انہوں نے کہا: پل پر ہم نے گنتی کی تھی۔ ہمارے اس دستہ میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ جوان شامل ہیں۔

اس کے بعد وہ دستہ آگے روانہ ہوا اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تھوڑا سا آگے بڑھا تو مجھے ایک اور دستہ دکھائی دیا۔ اور جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں ابن عباس ہوں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اس دستہ کا سالار کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ اس کا سالار ملک اشتر ہے۔

پھر میں نے ان سے دستہ کے جوانوں کی تعداد پوچھی تو انہوں نے کہا کہ پل پر ہم نے اپنے دستہ کی گنتی کی تھی۔ چنانچہ اس دستہ میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ افراد شامل ہیں۔

پھر میں نے تیزی سے گھوڑا دوڑایا اور ان دستوں کے پہنچنے سے پہلے اپنے پڑاؤ پر پہنچ گیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟

میں نے کہا: مولا! کل جب آپ نے اپنے ساتھ شامل ہونے والے دستوں کی

تعداد بیان کی تھی تو تعداد سن کر میں پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی بیان کردہ تعداد سے لوگ کم یا زیادہ نہ ہوں۔ اسی لیے میں اپنے ساتھ ہونے والے دستوں کو دیکھنے کے لیے گیا تھا اور ان کی تعداد وہی ہے جو آپ نے کل بیان کی تھی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: کل ہم دشمن پر فتح حاصل کریں گے اور ان کے خیموں سے برآمد ہونے والے مال غنیمت کو تقسیم کریں گے اور ہر جوان کے حصہ میں پانچ سو درہم آئیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام فوج لے کر دشمن کے سامنے پہنچ گئے۔ دوسرے دن آپ نے فرمایا کہ جنگ کی ابتدا تمہاری طرف سے نہیں ہونی چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ آغاز دوسری طرف سے ہو۔ کچھ دیر گزری تھی کہ لشکر عائشہ کی طرف سے ہم پر تیر برسے لگے۔ آپ کے فوجیوں نے کہا: مولا! آپ بھی جنگ شروع کریں کیونکہ دشمن نے جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا: میں نے تم سے زیادہ عجیب لوگ کبھی نہیں دیکھے، تم مجھ سے جنگ کا مطالبہ کرتے ہو جب کہ ابھی تک فرشتے نازل ہی نہیں ہوئے۔ پھر جب سورج زائل ہوا تو آپ نے رسول خدا کی زرہ طلب کر کے پہنی اور جنگ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو فتح عنایت فرمائی اور دشمن کے سپاہی بھاگ گئے۔

آپ کے لشکر نے مال غنیمت جمع کیا اور سارا مال غنیمت آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے خزانچی سے فرمایا کہ ہر سپاہی کو پانچ سو درہم دیتے جاؤ۔ خزانچی نے آپ کے فرمان پر عمل کیا اور آخر میں دو ہزار درہم بچ گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اب تمہارے پاس کیا باقی بچا ہے؟

خزانچی نے کہا کہ میرے پاس اس وقت دو ہزار درہم باقی ہیں۔

آپ نے فرمایا: اس میں پانچ سو حسن اور پانچ سو حسین اور پانچ سو محمد حنفیہ اور پانچ سو میرے ہیں۔ اور یوں مال غنیمت کی رقم پوری طرح سے تقسیم ہو گئی۔ (الثاقب فی

(المناقب، ص ۲۶۱)

جنگ بدر میں اترنے والے فرشتے علیؑ کی صورت میں نازل ہوئے

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے زید بن وہب سے روایت نقل کی۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا کہ جنگ بدر میں ہم نے ستر مشرکین کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا۔ عباس بن عبدالمطلبؓ کو ایک ایسے انصاری نے قیدی بنایا جس کا قد چھوٹا تھا۔ وہ عباس کو قیدی بنا کر رسول خداؐ کی خدمت میں لے جا رہا تھا کہ راستے میں عباس کی نظر مجھ پر پڑی اور اس نے اپنا عمامہ مجھ پر ڈال دیا تاکہ اس کے عمامہ کو کہیں انصاری نہ لے جائے۔ عباس کی خواہش تھی کہ میں اسے قیدی بنا کر لے جاؤں۔ انصاری اسے لے کر رسول خداؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپؐ کے چچا عباس کو قیدی بنا لایا ہوں۔

عباس نے کہا: تو جھوٹ کہہ رہا ہے مجھے میرے بھتیجے علیؑ نے قید کیا ہے۔

انصاری نے کہا: میں نے تجھے قید کیا ہے۔

عباس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ جھوٹا ہے۔ مجھے علیؑ نے قید کیا ہے۔ میں نے غبار جنگ میں اسے اچھی طرح سے پہچانا تھا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میرے چچا نے سچ کہا ہے وہ معزز فرشتہ تھا۔

عباس نے کہا: مگر یا رسول اللہ! وہ تو علیؑ تھا میں نے اچھی طرح سے دیکھا تھا!!

رسول خداؐ نے فرمایا: اللہ نے آسمان سے جو فرشتے اتارے تو انہیں علیؑ کی شکل و

صورت میں نازل کیا تاکہ دشمنوں کے دلوں میں علیؑ کی وجہ سے زیادہ رعب پیدا ہو۔

عباس نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ایسا ہے تو پھر علیؑ سے کہیں کہ وہ میرا عمامہ مجھے

واپس کر دے۔

رسول خداؐ نے فرمایا: عباس! اگر اللہ کو تیرے دل میں کوئی بھلائی دکھائی دی تو وہ

تھے اس ترکہ سے کہیں زیادہ عطا کرے گا جو تم سے لیا گیا ہے۔ (بقدر الحاجۃ)
(العیون والمحاسن ص ۲۳۸-۲۳۹)

حضرت کی ملاء اعلیٰ میں شہرت

فقیر ابو الحسن محمد بن احمد شاذانی نے طرق عامہ سے ابن عباس سے نقل کیا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ شب معراج میں ملائکہ کے جس بھی گروہ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے علی بن ابی طالبؑ کے متعلق ضرور پوچھا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بھائی کا نام ملاء اعلیٰ میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ اور جب میں چوتھے آسمان پر گیا اور میں نے ملک الموت کو دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا: آپ نے علیؑ کے ساتھ کیا کیا ہے؟

میں نے اس سے کہا: تو علیؑ کو کیسے پہچانتا ہے؟

اس نے کہا: محمدؐ! اللہ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے ان کی ارواح کا اختیار میرے ہاتھ میں دیا ہے بس دو روحوں ایسی ہیں جو میرے اختیار سے باہر ہیں۔ ایک آپؐ کی روح ہے اور دوسری علیؑ بن ابی طالب کی روح ہے۔ آپؐ دونوں کی ارواح کو اللہ اپنی قدرت سے قبض کرے گا۔

اور جب میں عرش کے نیچے گیا تو وہاں میں نے دیکھا کہ علی بن ابی طالبؑ میرے پروردگار کے عرش کے نیچے کھڑا تھا۔ میں نے کہا: علیؑ! تو مجھ سے بھی پہلے یہاں پہنچ گیا؟

جبریلؑ نے کہا: محمدؐ! آپؐ اس سے ہم کلام ہیں؟

میں نے کہا: یہ میرا بھائی علی بن ابی طالبؑ ہے۔

جبریلؑ نے کہا: محمدؐ! یہ علی بن ابی طالبؑ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے علیؑ کی شکل و صورت دی ہے اور جب بھی ہم ملائکہ مقررین کو آپؐ کے بھائی

کی زیارت کا شوق ہوتا ہے تو ہم اس فرشتے کے چہرے کی زیارت کرتے ہیں اور ہم شیعان علیؑ کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (مائتہ منقبۃ لابن شاذان ص ۳۲)

حضرت علیؑ اور باقی ائمہ زیر عرش نماز پڑھتے ہیں

فقیر شاذانی نے اپنی اسناد کے ساتھ رسول خدا کے چرواہے ابوسلیمان سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا:

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ
رسولؐ اس پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس
پر نازل کیا گیا۔
میں نے کہا:

والمؤمنون (کل امن باللہ وملائکته وکتابہ ورسله)
(اور مومن بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ سب اللہ اور اس کے ملائکہ
اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمدؐ! تم نے سچ کہا: تم نے اپنی امت میں کس کو خلیفہ بنایا؟
میں نے کہا: اسے خلیفہ بنایا جو سب سے افضل ہے؟
اللہ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ کو خلیفہ بنایا ہے نا؟
میں نے کہا: جی ہاں۔

خدا نے فرمایا: محمدؐ! میں نے زمین پر نظر کی تو میں نے اہل زمین میں سے تیرا
انتخاب کیا اور تیرے لیے اپنے ناموں میں سے ایک نام مشتق کیا اور جہاں میرا ذکر کیا
جائے گا وہاں تیرا ذکر بھی کیا جائے گا۔ میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے۔

پھر میں نے زمین پر دوسری مرتبہ نظر کی تو میں نے علیؑ کا انتخاب کیا اور اپنے

ناموں میں سے اس کے نام کو مشتق کیا۔ میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔

محمدؐ! میں نے تجھے اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور اولادِ حسینؑ کے ائمہ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور میں نے تمہاری ولایت کو اہل آسمان و زمین کے سامنے پیش کیا۔ جس نے اسے قبول کیا وہ میرے ہاں مومن قرار پایا اور جس نے اس کا انکار کیا میرے ہاں کافرین میں سے قرار پایا۔

محمدؐ! اگر کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ عبادت کرتے کرتے خشک مشکیزہ کی مانند ہو جائے پھر تمہاری ولایت کا منکر بن کر میرے سامنے پیش ہو تو میں اس کی بخشش نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ تمہاری ولایت کا اقرار کرے۔

محمدؐ! کیا انہیں دیکھنا چاہتے ہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں میرے پروردگار۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عرش کی دائیں جانب دیکھو۔ جب میں اس طرف متوجہ ہوا تو میں نے علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ، علی بن الحسینؑ، محمد بن علیؑ، جعفر بن محمدؑ، موسیٰ بن جعفرؑ، علی بن موسیٰؑ، محمد بن علیؑ، علی بن محمدؑ، حسن بن علیؑ اور مہدیؑ کو نور کی وادی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور مہدیؑ ان کے درمیان میں تھے اور وہ روشن ستارے کی طرح سے ان کی بزم میں چمک رہے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمدؐ، یہ میری طرف سے حجت ہیں اور مہدیؑ تیری عزت کا انتقام لے گا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! یہ میرے دوستوں کا مددگار اور میرے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔ میں نے ان کی محبت کو واجب کیا اور انہی کے طفیل میں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ (مائۃ منقبة، ص ۳۷)۔ مقتل الحسین خوارزمی، ج ۱، ص ۵۹)

دعائے خضر علیہ السلام

شیخ مفید رقم طراز ہیں کہ حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ میں اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا تھا اور وہ یہ دعا پڑھ رہا تھا:

يَا مَنْ لَا يَشْغُلُهُ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ يَا مَنْ لَا يُغْلِطُهُ السَّائِلُونَ يَا مَنْ
لَا يُسْرِمُهُ الْحَاحُ الْمُلْحِحِينَ أَذِقْنِي بِرَدِّ عَفْوِكَ وَخَلَاوَةِ
رَحْمَتِكَ

امیر المومنین نے اس شخص سے کہا: کیا یہ تیری دعا ہے؟

اس نے کہا تو کیا آپ نے سن لی ہے؟

حضرت نے فرمایا: جی ہاں۔

اس نے کہا: آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگیں خدا کی قسم! جو بھی مومن نماز کے

بعد یہ دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا خواہ وہ ستاروں کی مقدار اور زمین کے ٹکڑوں اور خاک کے ذروں کی تعداد میں بھی کیوں نہ ہوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: یہ دعا مجھے پہلے سے ہی معلوم ہے اور اللہ

وسعت دینے والا اور کرم کرنے والا ہے۔

اس وقت اس شخص نے کہا اور وہ خضر تھے۔ امیر المومنین! آپ نے سچ فرمایا: ہر

صاحب علم سے کوئی نہ کوئی زیادہ علم والا ہوتا ہے۔ (امالی مفید ص ۹۱)

علی و بتول کی آسمانوں پر شادی

کتاب مسند فاطمہ کے مؤلف نے اپنی اسناد سے انس بن مالک کی زبانی یہ خبر

نقل کی ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہراءؑ سن رشد پر پہنچیں تو عبدالرحمن بن عوف زہری

اور عثمان بن عفان اموی دونوں رسول خدا کے پاس گئے اور ان میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ حضرت سے جناب سیدہ کی خواستگاری کی۔

عبدالرحمن بن عوف نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی صاحبزادی کا رشتہ مجھ سے کریں۔ میں حق مہر میں انہیں ایک سو سیاہ ناقہ دوں گا جن کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی اور دس ہزار دینار دوں گا۔

اس وقت آنحضرت کے اصحاب میں سے عبدالرحمن ہی سب سے بڑا دولت مند تھا۔ حضرت عثمان عفان نے بھی خواستگاری کی اور کہا: یا رسول اللہ! جو حق مہر عبدالرحمن دینے پر آمادہ ہے میں بھی وہی حق مہر ادا کروں گا جب کہ میں نے عبدالرحمن کی بہ نسبت پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

دونوں کی یہ گفتگو سن کر آپ غضب ناک ہوئے اور آپ نے ایک مٹھی کنکروں کی بھری اور عبدالرحمن کی طرف اچھال کر فرمایا: کیا تو اپنی دولت سے مجھے مرعوب کرنا چاہتا ہے؟

آپ نے جو کنکر پھینکے تھے وہ قیمتی دُر بن گئے اور ان میں سے ہر دُر کی قیمت عبدالرحمن کی ساری جائیداد کے برابر تھی۔

اس وقت جبریل امین نازل ہوئے اور انہوں نے کہا:

احمد! اللہ تعالیٰ آپ پر سلام روانہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ علی بن ابی طالب کے پاس جائیں کیونکہ علی کعبہ کی مثال ہے۔ کعبہ کے پاس ہر کوئی جاتا ہے مگر وہ کسی کے پاس چل کر نہیں آتا۔ آج خدا نے آپ کی صاحبزادی کا نکاح آسمانوں پر پڑھوایا ہے اور اس نے مجھے اس کے لیے اہتمام کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ مجھے حکم دیا تھا کہ میں خازن جنت رضوان کو حکم دوں کہ وہ جنت کی آرائش و سجاوٹ کرائے۔ شجرہ طوبیٰ کو میں نے حکم پہنچایا کہ وہ پوشاکوں اور زیورات سے اپنے آپ کو مزید خوبصورت بنائے اور میں نے حور عین کو خدا کا یہ حکم پہنچایا کہ وہ شجرہ طوبیٰ کے نیچے کھڑی ہو جائیں اور میں نے

راحیل فرشتے کو جو کہ تمام ملائکہ میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور میٹھی آواز رکھتا ہے، حکم دیا کہ وہ ساق عرش کے پاس حاضر ہو جائے۔ جب تمام ملائکہ جمع ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں نور کا ایک منبر نصب کروں اور اس پر خطبہ نکاح کے لیے راحیل کو بٹھاؤں۔

چنانچہ میں نے راحیل کو منبر نور پر بٹھایا۔ اس نے ایک عظیم الشان خطبہ نکاح پڑھا اور اس نے فاطمہؑ کو علیؑ سے تزویج کی اور اس کا حق مہر دنیا کا فُس مقرر کیا جو اس کے لیے اور قیامت تک اس کی اولاد کے لیے ہوگا۔ اور اس نکاح کے میں اور میکائیل گواہ بنے اور اللہ تعالیٰ فاطمہؑ زہراءؑ کا ولی بنا۔ پھر جیسے ہی نکاح مکمل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ اس نے جن زیورات اور پوشاکوں سے اپنے آپ کو مزین کیا ہے وہ یہی زیورات اور پوشاکیں حوروں پر نثار کرے۔ اللہ نے حوروں کو حکم دیا کہ وہ شجرہ طوبیٰ کے نثار ہونے والے زیور چنیں اور انہیں اپنے پاس محفوظ کر لیں۔ چنانچہ جب شجرہ طوبیٰ نے زیور اور پوشاکیں نثار کیں تو حوروں نے انہیں چنا اور قیامت کے دن تک وہ ان پر فخر کرتی رہیں گی۔

اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بھی زمین پر فاطمہؑ کی تزویج علیؑ سے کر دیں اور آپ عثمان سے کہہ دیں کہ کیا اس نے قرآن مجید میں میرا یہ فرمان نہیں سنا۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۝
(الرحمن ۹۱ : ۰۲)

اس نے دو سمندر جاری کیے جو آپ میں مل جاتے ہیں ان کے درمیان ایک حد فاصل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

آپ اس سے کہہ دیں کہ کیا اس نے میرا یہ فرمان کبھی نہیں سنا:
وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا

وہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان بنایا اور اس سے سسرال و داماد

بنایا۔ (الفرقان: ۵۴)

جب آنحضرتؐ نے جبریل امینؑ کی یہ گفتگو سنی تو آپؐ نے عمار بن یاسرؓ مسلمان اور عباس کو طلب کیا اور جب وہ آگئے تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ سے تیری تزویج کروں۔ حضرت علیؑ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس تو صرف میری تلوار گھوڑا اور میری زرہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بازار میں جا کر اپنی زرہ فروخت کر دو۔ حضرت علیؑ زرہ فروخت کرنے کے لیے گئے تو دجیہ کلبی نے آپؐ سے وہ زرہ چار سو درہم کے بدلے خرید لی۔ جب آپؐ نے رقم وصول کر لی تو اس نے کہا: یہ زرہ میری طرف سے آپؐ کے لیے ہدیہ ہے اور آپؐ میرا ہدیہ مت ٹھکرائیں۔ حضرت علیؑ رقم اور زرہ لیے ہوئے رسول اکرمؐ کے پاس آئے اور انہوں نے رقم آنحضرتؐ کے سامنے ڈھیر کر دی اور عرض کی:

یا رسول اللہ! میں نے اپنی زرہ دجیہ کلبی کے پاس چار سو درہم میں فروخت کی اور جب وہ مجھے رقم دے چکا تو اس نے زرہ بھی میرے حوالے کر دی اور کہا: یہ میری طرف سے تمہارے لیے ہدیہ ہے اور آپؐ میرے ہدیہ کو مت ٹھکرائیں اور اس نے یہ زرہ قبول کرنے کے لیے مجھے قسم دی۔

اب آپؐ ہی مشورہ دیں کہ میں یہ زرہ اپنے پاس رکھوں یا اسے واپس کر دوں؟ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا: وہ دجیہ کلبی نہیں، وہ جبریل امینؑ تھے اور وہ درہم اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی کے شرف اور فخر کے لیے بھیجے تھے۔ انس کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؑ ہمارے پاس مسجد میں آئے اور جبریل امینؑ جنت سے ایک لیووں رسول اکرمؐ کے پاس لائے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو حکم دیتا ہے کہ آپؐ یہ لیووں علی بن ابی طالبؑ کے حوالے کریں۔

رسول اکرمؐ نے وہ لیموں حضرت علیؑ کے سپرد کیا اور جیسے ہی وہ لیموں حضرت علیؑ کی ہتھیلی پر رکھا تو لیموں کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑے پر یہ عبارت تھی:

لا اله الا الله محمد رسول الله علي امير المؤمنين
اور دوسرے ٹکڑے پر یہ عبارت تھی:

هدية من الطالب الغالب الى علي بن ابي طالب عليه السلام
طالب غالب خدا کی طرف سے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لیے ہدیہ۔

(دلائل الامامة، ص ۲۱-۲۲)

تزویج کی ایک اور روایت

کتاب دلائل الامامة میں حضرت علیؑ علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے دل میں خواہش تھی کہ میری شادی جناب زہراءؑ سے ہونی چاہیے لیکن مجھے رسول خداؐ کے سامنے اپنی خواہش کے اظہار کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک دن میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: علیؑ۔ میں نے کہا: بلیک یا رسول اللہ!

آپؐ نے فرمایا: کیا تم شادی کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

میں نے یہ خیال کیا کہ ممکن ہے کہ رسول خداؐ امیرانکاح کسی قرشی عورت سے کرنا چاہتے ہیں اور یہ سوچ کر میں پریشان ہو گیا کہ کہیں میں فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کی سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ پھر دوسرے دن ایک صحابی نے مجھ سے آکر کہا کہ اس وقت رسول خداؐ تجھے طلب کر رہے ہیں۔ میں تیز تیز قدموں کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اس دن سے آپؐ کو زیادہ خوش و خرم کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت آپؐ ام المؤمنین ام سلمہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر آپؐ نے تبسم کیا یہاں تک کہ آپؐ کے دانتوں کی چمک مجھے نظر آنے لگی اور فرمایا:

علی! اللہ نے مجھے تیری شادی کی فکر کے بوجھ سے آزاد کر دیا ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کیسے؟

آپؐ نے فرمایا: میرے پاس جبریل امینؑ جنت کے لوگ و سنبل کے دو خوشے لائے۔ میں نے انہیں سوگھاتو ان سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ پھر جبریلؑ نے وہ دونوں خوشے مجھ سے لے لیے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ خوشے کیوں لائے ہو؟ جبریل امینؑ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ جنت کے باغات و محلات، انہار و اشجار کو خوب مزین کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ہوا جس کا نام مشیرہ ہے جو عین کو حکم دیا کہ طہ، ینسین، طس اور حمعسق کی تلاوت کریں۔ انہوں نے بلند آواز سے مذکورہ سورتیں پڑھیں۔ پھر زیر عرش ایک منادی نے ندا دی۔

”آج فاطمہ بنت محمدؐ اور علیؑ بن ابی طالب کا ولیمہ ہے۔ اللہ ان

دونوں کے نکاح پر راضی ہے۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک سفید بادل بھیجا جس نے اہل جنت پر لؤلؤ، زبرجد اور یاقوت کی بارش کی۔ ملائکہ نے جنت کے سنبل و قرفل نچھاور کیے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے خدام کو حکم دیا کہ وہ انہیں پُجن لیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے راحیل فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ و بتولؑ کے نکاح کا خطبہ پڑھے اور راحیل تمام فرشتوں میں سے بہت بڑا خطیب ہے۔ چنانچہ راحیل نے ایک ایسا خطبہ پڑھا کہ آج تک اس جیسا خطبہ اہل آسمان و زمین نے کبھی نہیں سنا۔

پھر پروردگار عالم کی یہ ندا سنائی دی:

میرے ملائکہ اور میرے آسمانوں میں رہنے والی مخلوق! فاطمہؑ بنت محمدؐ اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے نکاح کے لیے مبارک باد دو۔ میں نے ان دونوں پر برکت نازل کی ہے۔ میں نے اپنی سب سے پیاری کینز دختر محمدؐ کا عقد اپنے سب سے پیارے بندے علیؑ بن ابی طالبؑ سے کیا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! تجھے بشارت ہو، بشارت ہو، میں نے تیری تزویج اپنی دختر فاطمہ علیہا السلام سے کی ہے اور میں نے یہ تزویج انہی شرائط پر کی ہے جن پر اللہ نے عرش کے اوپر تیری تزویج کی ہے۔ میں تیرے اور اپنی دختر کے لیے اس چیز پر راضی ہوں جس سے میرا رب راضی ہے۔ تجھے تیری اہلیہ مبارک ہو اور تیرے رضا کے لیے میری اپنی رضا ہی کافی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میرا مقام اتنا بلند ہے کہ اہل جنت میں بھی میرا تذکرہ ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بزم ملائکہ میں میرا نکاح کرے؟

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی! جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اتنی عزت دیتا ہے جسے کسی آنکھ نے نہ تو دیکھا ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کان نے اسے سنا ہوتا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا تصور ہوتا ہے۔

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے کہا: پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمات کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی ہیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: آمین! آمین!

حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

علی! تم حق مہر میں کیا ادا کر سکتے ہو؟

میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس فقط میرا اونٹ، گھوڑا اور میری زرہ ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: تمہارے لیے گھوڑا ضروری ہے کیونکہ تم اس پر سوار ہو کر جنگ کرتے ہو اور اونٹ کا ہونا بھی ضروری ہے وہ تمہارے پانی بھرنے کے کام آتا ہے۔ تم اپنی زرہ کو بیچ دو اللہ نے اسی کی قیمت کو میری بیٹی کا حق مہر مقرر کیا ہے۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زرہ کو اپنے کندھے پر رکھا اور بازار چلا آیا۔ میں نے اسی زرہ کو چار سو ہجری دراہم کے عوض فروخت کیا۔ پھر میں وہ رقم لے کر

آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری رقم آنحضرتؐ کے سامنے ڈال دی۔
 آپؐ نے مجھ سے یہ پوچھا کہ رقم کتنی ہے؟ پھر آپؐ نے بلالؓ کو بلایا اور اس رقم
 میں سے ایک مٹھی بھر کر بلالؓ کو دی اور فرمایا کہ تم اس رقم سے میری بیٹی فاطمہؓ کے لیے
 خوشبو خرید کرو۔

بعد ازاں آپؐ نے اپنی زوجہ ام سلمہؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم میری بیٹی کے لیے مصر کا بنا
 ہوا ایک فرش خرید کرو اور اس میں لیف بھرو۔ اور میری بیٹی کے لیے ایک چادر اور قطوالی عبا
 بھی خرید کرو۔ اس سے زیادہ خرچ نہ کرنا ورنہ اسراف کرنے والے بن جاؤ گے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کچھ دنوں تک خاموشی اختیار کر لی
 اور آنحضرتؐ سے رخصتی کا مطالبہ نہ کیا۔ ایک دن میں ام سلمہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے
 مجھ سے کہا کہ تم رخصتی کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟

میں نے کہا کہ مجھے یہ کہتے ہوئے حیا مانع ہوتی ہے۔

ام سلمہؓ نے کہا: نہیں تم ضرور مطالبہ کرو۔ چنانچہ میں نبی اکرمؐ کے پاس گیا
 اور جا کر باہر نکل آیا۔ پھر میں گیا اور کچھ کہے بغیر باہر آ گیا۔ رسول خداؐ نے مجھے بلا کر
 فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی بیوی کی رخصتی چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان
 جائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا نے چاہا تو کل رخصتی ہوگی۔ (دلائل الامامة، ص ۴۱)

خطبہ نکاح

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کا بیان ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت علیؓ و زہراءؓ کی شادی کا ارادہ کیا تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:
 علیؓ! تم مسجد میں جاؤ اور میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں اور لوگوں کی موجودگی

میں تیرا خطبہ نکاح پڑھنا چاہتا ہوں اور میں تیری فضیلت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ میں آنحضرتؐ کا فرمان سن کر مسجد کی طرف روانہ ہوا اور میں اتنا خوش تھا کہ اپنی خوشی کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ راستہ میں ابو بکر و عمر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا خبر ہے؟

میں نے کہا: رسول خداؐ فاطمہؑ سے میری شادی کر رہے ہیں اور انہوں نے فرمایا ہے کہ اللہ نے میری شادی فاطمہؑ سے کر دی ہے۔ اور اس وقت رسول خداؐ میرے پیچھے آنے ہی والے ہیں اور وہ لوگوں کے سامنے خطبہ نکاح بیان فرمائیں گے۔

میری یہ بات سن کر وہ دونوں بہت خوش ہوئے اور وہ بھی میرے ساتھ مسجد میں چلے آئے۔ ابھی ہم آ کر مسجد میں بیٹھے ہی تھے کہ رسول مقبول تشریف لائے اور آپؐ کا چہرہ مبارک خوشی اور مسرت کے جذبات سے چمک رہا تھا۔ آپؐ نے بلالؓ مقدار اور ابوذرؓ کو صدا دی۔ تینوں نے لبیک کہی اور آپؐ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان تینوں سے فرمایا کہ تم مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں جاؤ اور مہاجرین و انصار کو بلا کر لے آؤ۔

وہ تینوں چلے گئے اور جب کچھ دیر بعد تمام مہاجرین و انصار مسجد میں جمع ہوئے تو آپؐ منبر پر رونق افروز ہوئے اور منبر کے آخری زینہ کو رونق بخشی اور آپؐ نے یہ خطبہ

رہا:

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله الذي رفع السماء
فبناها وبسط الارض فدهاها فاشتبتها بالجمال فارساها
اخرج منها ماءها ومرعاها الذي تعظم عن صفات
الواصفين وتجلل عن تحبير لغات الناطقين وجعل الجنة
ثواب المتقين والنار عقاب الظالمين وجعلني نقمة

للكافرين ورأفة للمؤمنين - عباد الله انكم دار امل عدو
 واجل وصحة وعلل دار زوال وتقلب احوال جعلت سببا
 للارتحال فرحم الله امرء قصر من امله وجد في عمله
 وانفق الفضل من ماله وامسك الفضل من قوته فقدمه
 ليوم فاقتنه يوم تحشر فيه الاموات وتخضع له الاصوات
 وتنكر الاولاد والامهات "وترى الناس سكارى وما هم
 بسكارى" - "يومئذ يوفيههم الله دينهم الحق ويعلمون ان
 الله هو الحق المبين" - "يوم تجد كل نفس ما عملت من
 خير محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بينها وبينه امدا
 بعيدا" - "ومن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل
 مثقال ذرة شرا يره" - يوم يطل فيه الانساب ويقطع فيه
 الاسباب ويشتد فيه على المجرمين الحساب ويدفعون
 الى العذاب "فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز
 وما الحياة الدنيا الا متاع الغرور

ايها الناس ! انما الانبياء حجج الله في ارضه الناطقون
 بكتابه العاملون بوحيه وان الله عز وجل امرني ان ازوج
 كريمتي فاطمة بانى وابن عمى واولى الناس بى على بن
 ابى طالب وان الله قد زوجه بها فى السماء بشهادة
 الملائكة وامرني ان ازوجه فى الارض واشهدكم على
 ذلك

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں کو بلند کیا اور
 انہیں بنایا جس نے زمین کو پھیلایا اور بچھایا اور جس نے پہاڑوں

کی میخیں لگا کر اسے مضبوط کیا اور جس نے زمین سے پانی نکالا اور چراگا ہیں بنائیں جو کہ وصف بیان کرنے والوں کی صفات سے بلند و بالا ہے۔ اور جو بولنے والوں کی زبان وصف سے بلند مرتبہ ہے۔ جس نے جنت کو متقین کا بدلہ قرار دیا ہے اور دوزخ کو ظالموں کے لیے باعث عذاب بنایا ہے اور مجھے کافروں کے لیے عذاب اور مومنین کے لیے شفقت بنا کر بھیجا ہے۔

بندگانِ خدا! تم لوگ ایسے گھر میں قیام پذیر ہو جو کہ دشمن امیدوں اور مقرر کردہ میعاد اور صحت اور بیماریوں کا گھر ہے۔ یہ زوال اور حالات کے اٹنے پٹنے کا گھر ہے اور حالات کی تبدیلی کو یہاں سے روانگی کا سبب بنایا گیا ہے۔

اللہ اس شخص پر رحم کرے جو اپنی امیدوں کو محدود رکھے اور عمل کے لیے کوشاں رہے۔ اور جو اپنی ضروریات سے زائد مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے اور جو اس کی غذا سے دولت بچ جائے اسے اپنے فقر و احتیاج کے دن (قیامت) کے لیے آگے بھیج دے۔

وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں مرنے والوں کو جمع کیا جائے گا اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہوں گی اور اولاد اور مائیں ایک دوسرے سے بیگانہ ہوں گے۔

”اور تو لوگوں کو نشہ کی حالت میں دیکھے گا جب کہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے۔“ (الحج: ۲)

”اس دن خدا سب کو پورا پورا بدلہ دے گا اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا یقیناً برحق اور حق کا ظاہر کرنے والا ہے۔“

(النور: ۵۲)

”اس دن کو یاد کرو جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو بھی حاضر پائے گا اور اعمالِ بد کو بھی حاضر پائے گا اور وہ انہیں دیکھ کر تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور ان بُرے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوتا۔“ (آل عمران: ۰۳)

”جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔“ (زلزال: ۷)

”اس دن نسب باطل ہو جائیں گے اور اسباب کاٹ دیئے جائیں گے اور اس دن مجرموں کے لیے حساب بڑا سخت ہوگا۔ اور انہیں عذاب کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔“

”اس دن جسے دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں بھیج دیا گیا تو وہ کامیاب ہے اور دنیاوی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔“

(آل عمران: ۱۸۵)

لوگو! انبیاء اللہ کی زمین پر اس کی حجت ہوتے ہیں۔ اس کی کتاب کے تحت گفتگو کرتے ہیں۔ اس کی وحی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی صاحبزادی فاطمہؑ کی تزویج اپنے بھائی اور اپنے ابن عم اور اپنے وارث علی بن ابی طالبؑ سے کر دوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو گواہ بنا کر آسمانوں میں اس کی تزویج کر چکا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین پر اس کی تزویج کروں اور میں تمہیں اس کا گواہ بناتا ہوں۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے خطبہ تمام کیا اور حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اٹھو اور اپنی طرف سے خطبہ دو۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپؐ کی موجودگی میں خطبہ دوں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے خطبہ

پڑھنے کا حکم دوں۔ اگر اللہ نے حضرت داؤدؑ کو جنت کا خطیب نہ بنایا ہوتا تو تم جنت کے خطیب ہوتے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! اپنے نبی کی بات سنو۔ اللہ نے بہت سے نبی بھیجے اور ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی ہے اور میں تمام انبیاء سے افضل ہوں اور میرا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے۔
پھر آپؐ خاموش ہو گئے اور حضرت علیؑ نے یہ خطبہ پڑھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد لله الذی الهم بفواتح
علمہ الناطقین و انار بشواتب عظمتہ قلوب المتقین
واوضح بدلائل احکامہ طرق السالکین و ابهج بابین عمی
المصطفیٰ العالمین و علت دعوتہ دواعی الملحدین
واستظهرت کلمتہ علی یواطل المبطلین و جعلہ خاتم
النبین و سید المرسلین فبلغ رسالۃ ربہ و صدع بامرہ فبلغ
عن آیاتہ و الحمد لله الذی خلق العباد بقدرتہ و اعزہم
بدينہ و اکرمہم بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و رحم
اکرم و شرف و عظم و الحمد لله علی نعمائہ و ایادیہ
واشهد ان لا اله الا الله شهادة اخلاص ترضیہ و صلی اللہ
علیہ محمد صلاة تریحہ و تزلفہ و بعد فان النکاح مما امر
الله به و اذن فیہ و مجلسنا هذا مما قضاه و رضیہ و هذا
محمد بن عبد الله رسول الله زوجنی ابنته فاطمة علی
صداق اربع مائة درهم قد رضیت بذلك فاستلوه
واشهدوا

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اہل خرد مخلوق کو فو اتح علم کا

الہام فرمایا اور اپنی عظمت کی ضیاء پاشیوں سے اہل تقویٰ کے دلوں کو منور کیا اور اپنے دلائل احکام کے ذریعہ سے سالکین کی راہوں کو واضح کیا اور میرے ابن عم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام جہانوں پر فخر و ابہتاج کیا اور ان کی دعوت تمام ملحدین کی دعوتوں پر غالب رہی اور ان کی بات باطل پرستوں کے باطل پر فائق رہی اور اللہ نے انہیں انبیاء کا خاتم اور مرسلین کا سردار بنایا۔

رسول خدا نے اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کی اور خدا کے حکم کو واضح کیا اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے بندوں کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے دین کے ذریعہ سے انہیں عزت بخشی اور اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے انہیں لائق تکریم بنایا۔ چنانچہ اس نے اپنے بندوں پر رحم کیا اور انہیں کرامت و شرافت اور عظمت عطا فرمائی۔ اللہ کی نعمات و احسانات پر اس کی حمد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں یہ شہادت از روئے اخلاص دیتا ہوں جو اس کی رضا کا ذریعہ ہے اور اللہ کی درود ہو حضرت محمد مصطفیٰ پر۔ اللہ ان پر ایسی درود بھیجے جو کہ قرب کا ذریعہ ہو۔

اس حمد و ثنا اور درود کے بعد تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح ایک ایسی چیز ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ہماری یہ مجلس بھی اس نکاح کے لیے ہے جس کا اس نے فیصلہ کیا ہے اور جس پر وہ راضی ہوا ہے۔ اللہ کے رسول حضرت محمد بن عبد اللہ جو کہ اس مجلس میں موجود ہیں۔ انہوں نے میری تزویج اپنی دختر فاطمہؑ کے ساتھ چار سو درہم حق مہر کے بدلے میں کی ہے۔ میں اس پر راضی ہوں۔ تم ان سے بھی پوچھ لو۔

حاضرین نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کی طرف سے یہی حق مہر مقرر ہوا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر تمام حاضرین نے کہا: اللہ زوجین پر برکت نازل کرے اور ان کے خاندان کو یکجا رکھے۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ نے بارگاہِ احدیت میں فریاد کی کہ پروردگار! ہمیں فاطمہؓ زہراءؓ کا حق مہر تو بتا۔ کیونکہ وہ تیری پیاری کنیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ملائکہ اور آسمانی مخلوق! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے نصف دنیا کو فاطمہؓ بنت محمدؐ کا حق مہر قرار دیا ہے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۵۱-۸۱) امام محمد باقر علیہ السلام نے واذا استقیٰ موسیٰ لقومہ مفسدین کی تفسیر کرتے ہوئے کہ قوم موسیٰؑ کو جب دھوپ اور پیاس نے ستایا تو انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے شکایت کی اور حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے پانی طلب کیا تو خدا نے حکم دیا کہ پتھر پر عصا مارو۔ آپؑ نے عصا مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

حضرت موسیٰؑ کی قوم نے تو اپنے نبی سے پانی طلب کیا تھا جب کہ اُمتِ مصطفیٰؐ کے کچھ افراد نے ابدی ہدایت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی اور کہا:

یا رسول اللہ! ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وحی ہوتا ہے اور آپؐ کی زبانی ہمیں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ آپؐ کے وحی علیٰ ہیں لیکن آپؐ بیان کریں کہ ان کے بعد امام کون ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ نے یہی سوال اللہ تعالیٰ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی فرمائی کہ میں نے اپنے عرش کے زیر سایہ علیؑ کی فاطمہؓ سے شادی کی ہے۔ میں نے جبریلؑ کو زہراءؓ سلام اللہ علیہا کا خطیب فرمایا اور میکائیلؑ کو ان کا ولی بنایا اور اسرافیلؑ نے علیؑ کا وکیل بن کر قبول کیا۔ پھر میں نے شجرہ طوبیٰ کو حکم دیا تو اس نے آبدار موتی، درو یا قوت

اور سرخ و سبز اور زرد و زبرجد کو بچھا اور کیا اور میں نے زہراءؑ کا حق مہر دنیا کا خمس اور جنت کے دو تہائی حصے مقرر کیے اور فرات، نیل، دجلہ اور دریائے بلخ کو اس کا حق مقرر کیا اور محمدؐ آپ چار سو درہم حق مہر کے عوض زہراءؑ کا نکاح علیؑ سے کر دیں اور جب آپ علیؑ و زہراءؑ کی شادی کریں گے تو صلب علیؑ سے گیارہ امام پیدا ہوں گے اور ان میں سے ہر فرد اپنے زمانہ کا سردار ہوگا۔“

آسمانی اور زمینی نکاح میں چالیس دنوں کا فاصلہ تھا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن رسول خدا تشریف فرما تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک فرشتہ نازل ہوا جس کے چوہیں منہ تھے۔ رسول خدا نے فرمایا: جبریلؑ میں نے اس سے قبل تو تجھے اس روپ میں نہیں دیکھا۔

فرشتہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں جبریل نہیں ہوں۔ میرا نام محمود ہے اللہ نے مجھے روانہ کیا ہے کہ میں نور کا نکاح نور سے کر دوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟

فرشتے نے کہا: میں فاطمہؑ اور علیؑ کا نکاح کرنے آیا ہوں۔

جب فرشتہ جانے لگا تو آنحضرتؐ نے دیکھا کہ اس کے شانوں کے درمیان لکھا

تھا۔

محمد رسول اللہ و علی وصیہ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ ان کے وصی ہیں۔

رسول خدا نے فرمایا: یہ عبارت کب سے تحریر ہوئی ہے؟

فرشتے نے کہا: آدم کی تخلیق سے دو لاکھ بیس ہزار سال پہلے یہ عبارت لکھی گئی

تھی۔ (دلائل الامامة، ص ۹۱)

علیؑ آسمانوں کی زینت ہیں

ابن بابویہ نے اپنی اسناد سے سلمہ بن قیس سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ کا نور ساتویں آسمان پر یوں چمکتا ہے جیسا کہ دن کے وقت سورج زمین پر چمکتا ہے اور علیؑ کا نور آسمان دنیا پر یوں چمکتا ہے جیسا کہ رات کے وقت زمین پر چاند چمکتا ہے۔

اللہ نے علیؑ کو فضیلت کا اتنا حصہ عطا کیا ہے کہ اگر اسے تمام اہل زمین پر بھی تقسیم کیا جائے تو سب کے لیے کافی ثابت ہوگا۔

اللہ نے علیؑ کو فہم کا اتنا حصہ دیا ہے اگر اسے اہل زمین پر تقسیم کیا جائے تو سب کے لیے کافی ثابت ہوگا۔ علیؑ کی نرمی لوط کی نرمی کے مشابہ ہے۔ علیؑ کا خلق یحییٰ کے خلق کے مشابہ ہے۔ علیؑ کا زہد ایوب کے زہد کے اور علیؑ کی سخاوت ابراہیم کی سخاوت کے اور علیؑ کی شان و شوکت سلیمان کی شان و شوکت کے اور علیؑ کی قوت داؤد کی قوت کے مشابہ ہے۔

علیؑ کا نام جنت کے تمام حجابات پر لکھا ہوا ہے۔ میرے پروردگار نے مجھے اس کی بشارت دی اور میں نے اسے بشارت دی۔ علیؑ حضرت حق کے ہاں لائق حمد ہے اور ملائکہ کے ہاں علیؑ لائق تعریف ہے۔ علیؑ میرا خاص، میرا چننا ہوا، میرا پروردگار، میرا چراغ، میری ڈھال، میرا رفیق ہے۔ اللہ نے اس کے ذریعہ سے مجھے مانوس کیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اسے مجھ سے پہلے دنیا سے نہ اٹھائے اور میں نے علیؑ کے لیے بارگاہِ احدیت میں شہادت کا سوال کیا ہے۔

جب میں شب معراج جنت میں گیا تو علیؑ کی حوروں کو دیکھا جن کی تعداد درخت کے پتوں سے بھی زیادہ تھی اور علیؑ کے محالات کی اتنی تعداد تھی جتنی کہ انسانوں کی

ہے۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جس نے اس سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی۔ علیؑ کی محبت نعت اور اس کی تبارع فضیلت ہے۔ یہی ملائکہ کا دین ہے اور صالح جن علیؑ کو گھیرے رہتے ہیں۔ میرے بعد زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں چلا جو خدا کی نظر میں علیؑ سے زیادہ محترم و مکرم ہو۔ علیؑ تلاخو اور جلد باز نہیں ہے اور وہ فساد و عناد سے مبرا ہے۔

زمین نے علیؑ کو اپنی پشت پر اٹھایا تو اسے عزت ملی۔ میرے بعد کسی ماں نے ایسے بچے کو جنم نہیں دیا جو علیؑ سے زیادہ مکرم ہو۔ علیؑ نے جہاں بھی قدم رکھا تو وہ زمین بابرکت بن گئی۔

اللہ نے اس پر حکمت نازل کی اور اسے فہم کی ردا پہنائی۔ ملائکہ اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ اگر میرے بعد کسی کی طرف وحی نازل ہوتی تو یقیناً علیؑ پر بھی وحی نازل ہوتی۔ اللہ نے اس کو محافل کی زینت بنایا اور لشکروں کو اس کے ذریعہ سے احترام دیا اور علیؑ کے وسیلہ سے زمین کو سرسبز ملی اور لشکروں کو عزت ملی۔ علیؑ بیت اللہ الحرام کی مانند ہے جس کی زیارت کو لوگ جاتے ہیں اور وہ کسی کی زیارت کے لیے نہیں جاتا۔ علیؑ کی مثال روشن چاند کی سی ہے جب وہ طلوع ہوتا ہے تو تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ اس کی مثال سورج کی سی ہے۔ جب وہ چمکتا ہے تو تاریکی کا فور ہو جاتی ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں اس کی وصف بیان کی ہے اور آیات میں اس کی مدح کی ہے اور علیؑ کے آثار کو اللہ نے بیان کیا ہے۔ اللہ نے علیؑ کی منازل کو خوبصورت بنایا ہے۔ وہ پوری زندگی محترم ہے اور شہادت کی موت پانے والا ہے۔ (امالی صدوق ص ۷۱)

حضرت کا نام درجنت پر مرقوم ہے

ابوالحسن الفقیہ بن شاذان لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا تو اس کے دروازے پر نور سے یہ سطرین تحریر تھیں:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب ولی
اللہ فاطمة امة اللہ ، الحسن والحسین صفوة اللہ ، علی
محبیہم رحمة اللہ وعلی مبغضیہم لعنة اللہ

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ علی بن ابی
طالب اللہ کے ولی ہیں۔ فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں۔ حسن و حسین خدا
کے منتخب کردہ ہیں۔ ان کے محبوبوں پر اللہ کی رحمت ہے اور ان سے
بغض رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

(مائۃ منقبۃ فضیلت، ص ۸۷)

۲۔ ابن شہر آشوب فضائل عسکری، احمد، سمعانی، خوارزمی اور امالی قمی کے حوالہ
سے نقل کیا کہ حضرت جابر نے کہا کہ رسول خدا نے فرمایا:

جنت کے دروازہ پر آسمان وزمین کی تخلیق سے دو ہزار قبل یہ جملے تحریر کیے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ
اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے رسول اور علی رسول خدا
کے بھائی ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

جنت و دوزخ کے دروازوں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

ابن شہر آشوب نے خصائص علویہ کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت رسول خدا صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شب معراج میں نے جنت و دوزخ کو دیکھا اور میں نے جنت کی تمام نعمات کو
ملاحظہ کیا اور دوزخ کے تمام عذاب کو بھی دیکھا اور جب میں جنت و دوزخ کا نظارہ کر
چکا تو جبریل امینؑ نے مجھ سے کہا:

کیا آپ نے جنت و دوزخ کے دروازوں پر لکھی ہوئی عبارتیں پڑھی تھیں؟
میں نے نفی میں جواب دیا تو جبریلؑ نے کہا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور
ہر دروازے پر ایک ایسی عبارت تحریر ہے جو کہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور دوزخ کے
سات دروازے ہیں اور ہر دروازے پر نہایت قیمتی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔
میں نے کہا کہ تم میرے ساتھ آؤ تاکہ میں ان عبارت کو پڑھ سکوں۔ جبریلؑ
میرے ساتھ دوبارہ آئے اور میں نے آغاز جنت کے دروازوں سے کیا۔

○ پہلے دروازے پر لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله

ہر چیز کا حیلہ ہوتا ہے اور دنیا میں اچھی زندگی بسر کرنے کے لیے چار چیزوں کی
ضرورت ہے: ۱- قناعت ۲- ترک کینہ ۳- ترک حسد ۴- نیک لوگوں سے نشست و
برخواست

○ دوسرے دروازے پر لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله

ہر چیز کے حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی حیلہ وسیلہ ہوتا ہے اور آخرت کی خوشی
حاصل کرنے کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہے: ۱- ازراہ شفقت یتامی کے سر پر
ہاتھ پھیرنا ۲- بیوگان پر شفقت کرنا ۳- مسلمانوں کی حاجات کے لیے نیک و دو کرنا ۴-
فقراء و مساکین کی خبر گیری کرنا۔

○ تیسرے دروازے پر لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله

ہر چیز کے حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی حیلہ وسیلہ ہوتا ہے اور دنیا میں صحت کے
حصول کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہے: ۱- کم بولنا ۲- کم سونا ۳- کم چلنا ۴- کم
کھانا۔

○ چوتھے دروازے پر لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله

جو بھی خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ جو کوئی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے والدین سے بھلائی کرنی چاہیے۔ جو کوئی بھی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اچھی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

○ پانچویں دروازے پر لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله

۱- جو چاہتا ہو کہ اس کی تذلیل نہ ہو تو وہ دوسروں کی تذلیل نہ کرے۔
۲- جو چاہتا ہو کہ گالیاں نہ کھائے تو وہ دوسروں کو گالیاں نہ دے۔
۳- جو چاہتا ہے کہ اس پر ظلم نہ کیا جائے تو وہ دوسروں پر ظلم نہ کرے۔
۴- جو کوئی مضبوط ترین رسی کو پکڑنے کا خواہش مند ہو تو اسے لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله پڑھنا چاہیے۔

۱- جو چاہتا ہو کہ اس کی قبر فراخ ہو تو وہ مساجد تعمیر کرے۔
۲- جو چاہتا ہو کہ اسے قبر میں کیڑے نہ کھائیں اور اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو تو وہ مساجد میں فرش بچھائے۔

۳- جو چاہتا ہے کہ اس کی قبر صاف ستھری رہے تو وہ مساجد میں جھاڑو دے۔
۴- جو چاہتا ہو کہ اپنا مقام جنت میں دیکھے تو زیادہ وقت مساجد میں بسر کرے۔
○ ساتویں دروازے پر لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله

دل کی نورانیت چار باتوں میں مضمر ہے: ۱- مریضوں کی عیادت ۲- جنازوں کی مشایعت ۳- مردوں کے لیے کفن خریدنا ۴- قرض واپس کرنا۔

○ آٹھویں دروازے پر لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله على ولي الله

جو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے داخل ہونے کا خواہش مند ہو تو وہ ان چار باتوں پر عمل کرے:

۱- صدقہ ۲- سخاوت ۳- حسن اخلاق ۴- بندگانِ خدا کو اذیت نہ دینا۔

پھر میں اور جبریل امینؑ دوزخ کے دروازوں پر گئے تو دوزخ کے پہلے دروازے پر یہ تین جملے تحریر تھے:

۱- جس نے اللہ سے امید رکھی اس نے سعادت پائی۔

۲- جس نے خدا کا خوف رکھا اسے امن و اطمینان نصیب ہوا۔

۳- وہ شخص ہلاک ہونے والا ہے اور وہ سخت دھوکے میں ہے جو غیر اللہ سے امید وابستہ کرتا ہے یا اس سے ڈرتا ہے۔

○ دوسرے دروازے پر لکھا تھا:

۱- شرابی کے لیے ہلاکت ہے۔

۲- جھوٹی گواہی دینے والے کے لیے ہلاکت ہے۔

۳- والدین کے نافرمان کے لیے ہلاکت ہے۔

○ تیسرے دروازے پر لکھا تھا:

۱- جو آخرت میں عریان نہیں ہونا چاہتا تو اسے چاہیے کہ بے لباس افراد کو لباس پہنائے۔

۲- جو قیامت کے دن بھوکا رہنا نہیں چاہتا تو اسے چاہیے کہ دنیا میں بھوکے افراد کو کھانا کھلائے۔

۳- جو آخرت میں پیاسا نہیں رہنا چاہتا وہ دنیا میں پیاسوں کو پانی پلائے۔

○ چوتھے دروازے پر لکھا تھا:

- ۱- اللہ اسے ذلیل کرے جو اسلام کی توہین کرے۔
 - ۲- اللہ اسے ذلیل کرے جو اہل بیت پر ظلم کرے۔
 - ۳- اللہ اسے ذلیل کرے جو ظالمین کے ظلم میں ان کی مدد کرے۔
- پانچویں دروازے پر لکھا تھا:

- ۱- خواہشات کی پیروی نہ کرنا کیونکہ خواہشات ایمان کا متضاد ہیں۔
 - ۲- بے مقصد گفتگو سے پرہیز کرو ورنہ اپنے رب کی نظر سے گر جائے گا۔
 - ۳- ظالموں کا مددگار نہ بننا کیونکہ جنت ظالموں کے لیے پیدا نہیں کی گئی۔
- چھٹے دروازے پر لکھا تھا:

- ۱- محاسبہ سے قبل اپنا محاسبہ خود کرو۔
- ۲- کسی اور کی ڈانٹ سے قبل اپنے نفوس کو خود ڈانٹو۔
- ۳- خدا کے سامنے حاضر ہونے سے قبل اس سے دعائیں مانگ لو اور جب تم حاضر ہو گئے تو پھر تمہیں دعاؤں کا موقع نہیں ملے گا۔

○ دوزخ کے ساتویں دروازے پر یہ تین کلمات لکھے ہوئے تھے:

- ۱- میں تہجد گزاروں پر حرام ہوں۔
- ۲- میں روزہ داروں پر حرام ہوں۔
- ۳- میں صدقہ دینے والوں پر حرام ہوں۔

(فضائل شاذان، ص ۱۵۲-۱۵۳)

دروازہ جنت کے حلقہ سے ”یا علی“ کی صدا

ابن بابویہ نے اپنی اسناد کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

دروازہ جنت کا کنڈا سرخ یا قوت کا ہوگا اور وہ سونے کے دروازے سے لگا ہوگا

اور جب کنڈا دروازے پر لگے گا تو اس وقت ”یا علی“ کی صدا سنائی دے گی۔ (امالی صدوق ص ۷۱)

حب علیؑ اور جنت

۱- موفق بن احمد نے اپنی اسناد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا:
علی بن ابی طالبؑ کی محبت ایک درخت ہے جو بھی اس کی ٹہنی سے چٹ گیا وہ جنت میں چلا گیا۔ (مناقب خوارزمی ص ۲۲۰)

۲- برسی نے اپنی اسناد کے ساتھ سلمان فارسی سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا: ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے ہم پر سلام کیا اور ہم نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے کہا:
تم میں بدر کامل اور تاریکیوں کا چراغ محمد رسول اللہ کون ہیں؟ اور کیا چمکدار چہرے والے تو محمد نہیں ہیں؟

ہم نے اس سے کہا: جی ہاں۔ یہی شخصیت ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر ہم نے اس سے بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ بیٹھ گیا اور اس نے کہا:
محمدؐ! میں آپؐ کو دیکھے بغیر آپؐ پر ایمان لایا اور آپؐ سے ملے بغیر آپؐ کی تصدیق کی لیکن مجھے ایک بات کی اطلاع ملی ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہیں میرے متعلق کیا اطلاع ملی ہے؟

اس نے کہا: آپؐ نے خدا کی توحید اور اپنی رسالت کے اقرار کی ہمیں دعوت دی۔ ہم نے اسے قبول کیا۔ آپؐ نے نماز، زکوٰۃ اور روزوں، حج، جہاد کی ہمیں دعوت دی۔ ہم نے اسے قبول کیا۔ مگر آپؐ نے اس پر اکتفا نہ کیا اور آپؐ نے ہمیں اپنے ابن عم علی بن ابی طالبؑ کی ولایت اور اس کی محبت کی دعوت دی۔ اب آپؐ یہ بتائیں کہ اس

فریضہ کے بانی آپؐ خود ہیں یا اسے آسمان سے اللہ نے اتارا ہے؟
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ﷺ کی ولایت و محبت کو اللہ نے اہل
آسمان و زمین پر فرض کیا ہے۔

اعرابی نے کہا: میں سب و طاعت کرتا ہوں اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ہمارے
رب کی طرف سے حق ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے علیؑ کو پانچ ایسی خصوصیات عطا کی
ہیں جن میں سے ایک ایک خاصیت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تجھے
بتاؤں؟

اعرابی نے عرض کیا: جی یا رسول اللہ!
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جنگ بدر کے روز جبریل امینؑ مجھ پر نازل ہوئے اور مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ
آپؐ کو درود و سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے:

محمدؐ! میں نے اپنی ذات کی قسم کھا کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں علیؑ کی محبت طرف اس
کے دل میں الہام کروں گا جو میرا پیارا ہوگا۔ چنانچہ میں جس سے محبت کرتا ہوں اس کے
دل میں علیؑ کی محبت ڈال دیتا ہوں اور جس سے بغض رکھتا ہوں اس کے دل میں علیؑ کی
دشمنی ڈال دیتا ہوں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اعرابی کیا تجھے دوسری فضیلت سے آگاہ نہ کروں؟
اعرابی نے عرض کیا: کیوں نہیں ضرور بیان کریں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جنگ احد میں جب میں اپنے چچا حمزہ کو دفن کر چکا تو اس وقت جبریل امینؑ مجھ
پر نازل ہوئے اور مجھ سے کہا کہ اللہ آپؐ کو سلام کہنے کے بعد فرما رہا ہے۔ میں نے نماز
فرض کی ہے لیکن سفر میں اسے قصر کیا ہے۔ میں نے روزہ فرض کیا ہے اور مسافر کو اس

میں چھوٹ دی ہے۔ میں نے حج فرض کی ہے لیکن جسے استطاعت حاصل نہ ہو اس پر حج معاف کر دی ہے۔ میں نے زکوٰۃ فرض کی ہے لیکن مفلس کو معاف نہیں کیا ہے۔ میں نے علی بن ابی طالبؑ کی محبت کو اہل آسمان و زمین پر فرض کیا ہے اور اس میں کسی کو کسی طرح کی رعایت نہیں دی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اعرابی تیسری فضیلت تمہیں سناؤں؟

اعرابی نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے تمام مخلوقات کا کسی نہ کسی کو سردار مقرر کیا ہے۔ چنانچہ گدھ پرندوں کا

سردار ہے۔ بیل جانوروں کا سردار ہے۔ شیر درندوں کا سردار ہے۔ جمعہ دنوں کا سردار

ہے۔ ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار ہے۔ اسرافیل ملائکہ کا سردار ہے۔ آدم انسانوں

کے سردار ہیں۔ میں (محمدؐ) انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کا سردار ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اعرابی! تجھے علیؑ کی چوتھی خصوصیت سناؤں؟

اعرابی نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

محبت علیؑ بن ابی طالب ایک ایسا شجر ہے جس کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی

ٹہنیاں دنیا میں ہیں۔ لہذا جو دنیا میں رہ کر ان ٹہنیوں سے تمسک کرے گا اللہ اسے جنت

میں داخل کرے گا اور بغض علیؑ ایک ایسا شجر ہے جس کی جڑ دوزخ میں ہے اور اس کی

شاخیں دنیا میں ہیں۔ جس نے دنیا میں رہ کر اس ٹہنی کو پکڑا تو اللہ اسے دوزخ میں ڈال

دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اعرابی! کیا پانچویں خصوصیت سنو گے؟

اعرابی نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کی دائیں طرف میرے لیے منبر نصب کیا جائے گا۔ پھر میرے ہی منبر کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کے لیے منبر نصب کیا جائے گا۔ پھر ایک روشنی اور بلند وبالا کرسی لائی جائے گی جسے کرسی کرامت کہا جائے گا اور اس کرسی کو میرے اور ابراہیم کے منبروں کے درمیان نصب کیا جائے گا۔ چنانچہ میں اور ابراہیم منبروں پر بیٹھیں گے اور علی بن ابی طالبؑ اس نورانی کرسی پر بیٹھیں گے اور علیؑ ہم دونوں کے درمیان بڑا ہی حسین دکھائی دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا:

اعرابی! علیؑ سے محبت رکھ۔ علیؑ کی محبت حق ہے۔ اللہ تعالیٰ علیؑ کے محبوں سے محبت کرتا ہے۔ علیؑ میرے ساتھ ایک ہی قصر میں ہوگا۔

اعرابی نے کہا: میں ہمیشہ اللہ اس کے رسولؐ اور ان کے ابن عم کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ (الفصل، ص ۱۷۷)

حوروں کے چہروں کی تحریر

جامع الاخبار میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو کوئی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ستر ہزار سرخ یا قوت کے محل بنائے گا۔ ہر محل میں ستر ہزار سفید موتیوں کے گھر ہوں گے اور ہر گھر میں ستر ہزار زبرجد کے تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر ہزار سندس و استبرق کے بستر ہوں گے اور اس پر بڑی آنکھوں والی حور بیٹھی ہوگی جس کی درو یا قوت سے گندھی ہوئی ستر ہزار مینڈھیاں ہوں گی۔ اس کے دائیں رخسار پر ”محمد رسول اللہ“ اور بائیں رخسار

پر ”علی ولی اللہ“ اور اس کی پیشانی پر ”حسن“ اور اس کی ٹھوڑی پر ”حسین“ اور اس کے ہونٹوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی ہوگی۔

ایک سائل نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کس کو ملے گی؟
آپ نے فرمایا: جو احترام و تعظیم سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا۔ (جامع الاخبار، شیخ تاج الدین شعیری، ص ۳۴)

آپ کا نام اشجارِ جنت اور ابوابِ جنت اور ارض و سما پر مرقوم

ابو جحف نے اپنی اسناد سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے علی کی ولادت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

جابر! تو نے کائنات کے افضل مولود کے متعلق سوال کیا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جب اللہ نے کائنات کی تمام اشیاء سے قبل مجھے اور علی کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے ایک عظیم الشان دُر بنایا جو کہ دنیا سے دس گنا بڑا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دُر میں بطور ودیعت رکھا۔ ہم اس میں ایک لاکھ برس تک خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہے اور جب اللہ نے موجودات کی تخلیق کا ارادہ کیا تو اس نے نگاہ نکوین کے ساتھ اس دُر کی طرف دیکھا۔ وہ شگافتہ ہوا اور دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اللہ نے مجھے اس نصف میں رکھا جو نبوت پر مشتمل تھا اور علی کو اس نصف میں رکھا جو امامت پر مشتمل تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس در سے سو سمندر پیدا کیے جن میں سے کچھ سمندروں کے نام یہ ہیں:

بحرِ علم، بحرِ کرم، بحرِ سخا، بحرِ رضا، بحرِ شفقت، بحرِ فضیلت، بحرِ فیاضی، بحرِ شجاعت، بحرِ ہیبت، بحرِ قدرت، بحرِ عظمت، بحرِ جبروت، بحرِ کبریا، بحرِ ملکوت، بحرِ جلال، بحرِ نور، بحرِ علو، بحرِ عزت، بحرِ کرامت، بحرِ لطف، بحرِ حکم، بحرِ مغفرت، بحرِ نبوت، بحرِ ولایت۔

ہم نے ہر سمندر میں سات ہزار سال قیام کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھ۔

اس نے کہا: پروردگار! میں کیا لکھوں؟

اللہ نے فرمایا: تو میری توحید لکھ۔ یہ سن کر قلم پورے دس ہزار سال تک مدہوش ہو گیا۔ پھر اسے ہوش آیا اور اس نے کہا کہ کیا لکھوں؟

اللہ نے فرمایا: لکھ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔

جب قلم یہ کلمات لکھ چکا تو اس نے کہا: پروردگار! یہ کون ہیں جن کے نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھوائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے قلم! محمدؐ میرا نبی اور میرے انبیاء کا خاتم ہے اور علیؑ میرا ولی اور بندوں پر میرا خلیفہ اور میری حجت ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر یہ دونہ ہوتے تو میں نہ تو تجھے پیدا کرتا اور نہ لوح محفوظ کو پیدا کرتا۔ پھر اللہ نے فرمایا: لکھ۔

قلم نے کہا: پروردگار! کیا لکھوں؟

اللہ نے فرمایا: میری صفات اور میرے اسماء لکھ۔

حکم پروردگار سے قلم نے لکھنا شروع کیا اور پورے ایک ہزار سال تک لکھتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ میرے نور سے آسمانوں، زمین، جنت و ناز، کوثر، صراط، عرش و کرسی، حجابات اور بادلوں کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے علیؑ بن ابی طالب کے نور سے سورج، چاند اور ستاروں کو پیدا کیا اور یہ سب کچھ آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ وہ اشجارِ جنت کے ہر پتے اور جنت کے تمام دروازوں اور آسمانوں اور زمین، پہاڑوں اور درختوں پر ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ“ لکھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے اور علیؑ بن ابی طالب کے نور کو حکم دیا کہ وہ

ترتیب وار حجابِ عظمت، حجابِ عزت، حجابِ ہیبت، حجابِ کبریا، حجابِ رحمت، حجابِ منزلت، حجابِ رفعت، حجابِ سعادت، حجابِ نبوت، حجابِ ولایت اور حجابِ شفاعت میں جائیں اور ان نوروں نے ہر ایک حجاب میں دو ہزار سال قیام کیا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: جابر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے مجھے اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو میرے نور سے پیدا کیا اور ہم سب کے سب ایک ہی نور سے ہیں۔ اللہ نے جب ہمیں پیدا کیا تو اس وقت نہ تو آسمان تھا اور نہ زمین اور نہ ہی شمس و قمر تھا اور نہ ہی ظلمت و ضیاء کا وجود تھا اور جب ہم پیدا ہوئے تو اس وقت بروہ بحر اور ہوا کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح خود بیان کی۔ اس تسبیح کو سن کر ہم نے تسبیح کی اور اللہ نے اپنی خود تقدیس کی۔ ہم نے اس تقدیس کو سن کر اس کی تقدیس بیان کی۔ اللہ نے میری تسبیح سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور علیؑ کی تسبیح سے ملائکہ کو پیدا کیا۔ ملائکہ قیامت تک جو بھی تسبیح کریں گے اس کا ثواب علیؑ اور اس کے شیعوں کے لیے ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ میں روح پھونکی تو فرمایا: اگر اس دیر دنیا میں مجھے اپنے دو بندے پیدا کرنے مقصود نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

آدمؑ نے عرض کی: پروردگار! کیا وہ دونوں میری نسل سے ہی ہوں گے؟ اللہ نے فرمایا: جی ہاں۔ اپنا سر بلند کر اور دیکھ۔

حضرت آدمؑ نے سر اٹھایا تو ساقی عرش پر لکھا تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نبی الرحمة وعلی مقیم الحجة من عرفہما زکّٰی و طاب و من جہلہما لعن و خاب (اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ نبی رحمت ہیں اور علیؑ حجت قائم کرنے والا ہے جس نے ان دونوں کو پہچانا وہ پاک و ظاہر بنا اور جس نے انہیں نہ پہچانا تو وہ ملعون ٹھہرا اور ناکام ہوا)

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی تو اس نے اپنے

حبیب نبی اور اپنے ولی کے نور کو صلب آدم میں منتقل کیا۔ میں نے دائیں طرف قرار پکڑا اور علیؑ نے بائیں طرف قرار پکڑا۔ ہماری وجہ سے ملائکہ صفیں بنا کر آدمؑ کے پیچھے چلتے تھے۔

آدمؑ نے اللہ سے پوچھا کہ ملائکہ میرے پیچھے پیچھے کیوں چلتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا: وہ اس لیے تیرے پیچھے چلتے ہیں کہ تیری صلب میں محمد بن عبد اللہ اور علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اگر وہ دونہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ آدمؑ کو اپنی پشت سے ہماری تسبیح و تقدیس کی صدائیں سنائی دیتی تھیں۔

آدمؑ نے کہا: خدایا! ان نوروں کو میرے آگے قرار دے تاکہ ان کی وجہ سے ملائکہ روبرو ہو کر مجھ سے ملاقات کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نور کو اس کی پشت سے اس کی پیشانی میں منتقل کر دیا۔ اس کے بعد ملائکہ صفیں بنا کر آدمؑ کے سامنے آتے تھے۔

آدمؑ نے اللہ سے درخواست کی کہ ان نوروں کو کسی ایسی جگہ منتقل کر جہاں میں بھی ان کی زیارت کر سکوں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے انگشت سبابہ اور علیؑ کو درمیانی انگلی اور فاطمہؑ کو اس کے ساتھ والی انگلی اور حسنؑ کو چھنگلیا اور حسینؑ کے نور کو اس کے انگوٹھے میں منتقل کیا۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ آدمؑ کا حکم دیا۔ تمام ملائکہ نے ہمارے انوار کا احترام کرتے ہوئے اسے سجدہ کیا۔ آدمؑ کو اس سے تعجب ہوا۔ اس نے عرش کی جانب سر اٹھایا تو اللہ نے اس کی نگاہ سے پردے ہٹا دیئے اور اسے نور دکھائی دیا۔

آدمؑ نے کہا: میرے آقا و مولا پروردگار! یہ کیسا نور ہے؟

اللہ نے فرمایا: یہ میری مخلوق میں سے میرے پسندیدہ ترین فرد محمدؐ کا نور ہے۔

آدمؑ نے میرے نور کے پہلو میں ایک اور نور دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا نور ہے؟

اللہ نے فرمایا: یہ علیؑ بن ابی طالب کا نور ہے۔ یہ میرا ولیؑ میرے دین کا ناصر

ہے۔ آدم کو دو انوار کے ساتھ تین اور انوار دکھائی دیئے تو آدمؑ نے پوچھا کہ خدایا! یہ نور کن افراد کے ہیں؟

اللہ نے فرمایا: یہ فاطمہؑ کا نور ہے۔ اس سے محبت کرنے والے دوزخ سے آزاد کر دیئے گئے ہیں اور یہ دونوں اس کے دو فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کے ہیں۔

آدمؑ نے کہا: خدایا! مجھے ان کے گرد نو افراد اور دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے ان انوار کو گھیرا ہوا ہے۔ وہ کون ہیں؟

اللہ نے فرمایا: وہ علیؑ و فاطمہؑ کی نسل کے نو امام ہیں۔

آدمؑ نے کہا: خدایا! تجھے ان بچپن کا واسطہ مجھے اولاد علیؑ کے نو آئمہ کا تعارف کرا۔

اللہ نے فرمایا: وہ علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد، حسن بن علی اور حجت القائم المہدی صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

آدمؑ نے کہا: خدایا! تو نے مجھے ان کا تعارف کرایا ہے۔ انہیں میری نسل میں سے بنانا۔ اور عَلَّمَ اَدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کا یہ مفہوم ہے۔ (ابو مخنف)

علیؑ امیر المومنین کہاں کہاں لکھا ہے؟

طبری نے احتجاج میں لکھا کہ قاسم بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا! لوگ معراج کے متعلق ایک روایت کرتے ہیں کہ جب آنکھ معراج پر تشریف لے گئے تو آپؑ نے عرش پر ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق“ کے کلمات لکھے ہوئے دیکھے۔

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سبحان اللہ! ان لوگوں نے ہر چیز تبدیل کر دی ہے یہاں تک کہ انہوں نے اس

بات کو بھی بدل دیا ہے؟!

میں نے کہا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین تحریر کیا۔

اور جب اللہ نے پانی کو پیدا کیا تو اس کی لہروں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین تحریر کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے کرسی کو پیدا کیا تو اس کے پایوں پر تحریر کیا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ تعالیٰ نے لوح کو پیدا کیا تو اس پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ نے اسرافیل کو پیدا کیا تو اس کی پیشانی پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ نے جبریل کو پیدا کیا تو اس کے دونوں پروں پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ نے آسمان بنائے تو ان کے اطراف پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ نے زمینیں پیدا کیں تو ان کے اطباق پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ نے پہاڑ بنائے تو ان کی چوٹیوں پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ نے سورج بنایا تو اس پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین۔

جب اللہ نے چاند پیدا کیا تو لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی
امیر المؤمنین۔

اور چاند میں تمہیں جو سیاہی دکھائی دیتی ہے وہ اسی تحریر کی ہے۔ جب بھی تم میں
سے کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے تو اسے علی امیر المؤمنین کہنا
چاہیے۔ (احتجاج طبرسی، ص ۱۵۸)

حضرت علیؑ کی حقیقی معرفت

شرف الدین نجفی نے اپنی کتاب ”فیما نزل فی اہل البیت علیہم السلام
فی القرآن“ میں ابوالحسن علی بن محمد مؤلف کتاب الواحدۃ کے حوالہ سے اس کی اسناد
کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا:

ایک دن میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ مجھ سے باتیں کر رہے تھے اور میں سننے میں مصروف تھا کہ
اتنے میں علی بن ابی طالبؑ اندر آئے۔ انہیں دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل
اٹھا۔ آپؑ نے انہیں سینہ سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر میری طرف
متوجہ ہو کر فرمایا:

ابوذر! کیا تم اس آنے والے کی حقیقی معرفت رکھتے ہو؟

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ آپ کے بھائی، آپ کے ابن عم اور فاطمہ
بتول کے شوہر اور جو انان جنت کے سردار حسن و حسینؑ کے والد محترم ہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوذر! یہ روشن امام اللہ کا طویل ترین نیزہ اللہ کا بہت بڑا
دروازہ ہے جسے خدا کی ضرورت ہو وہ دروازے سے آئے۔

ابوذر! یہ عدل خداوندی کا منصف ہے اور حریم الہی کا محافظ ہے اور اللہ کے دین
کا ناصر ہے اور بندوں پر اللہ کی حجت ہے۔ اللہ نے جس جس اُمت میں نبی بھیجا تو اس

اُمّت پر علیؑ کے ذریعہ سے حجت قائم کی۔

ابوذر! عرش کے ارکان میں سے ہر رکن پر ستر ہزار فرشتے رہتے ہیں جو تسبیح و عبادت کی بجائے علیؑ اور اس کے شیعوں کے حق میں دعا کرتے ہیں اور علیؑ کے دشمنوں کو بددعا دیتے ہیں۔

ابوذر! اگر علیؑ نہ ہوتا تو حق باطل سے جدا نہ ہوتا اور مومن و کافر کی تمیز نہ ہوتی اور اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔ کیونکہ علیؑ ہی وہ فرد ہے جس نے مشرکین کے سروں پر ضربیں چلائیں یہاں تک کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور اللہ کی عبادت کی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو نہ تو ثواب ہوتا اور نہ عذاب ہوتا۔ اس کے لیے خدا کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے اور اسے خدا کے سامنے کوئی حجاب محجوب نہیں کرتا۔ علیؑ خود ہی حجاب اور ستر ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ
وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ
يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (الشورى: ۳۱)

اس نے تمہارے لیے دین میں وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کی نصیحت نوح کو کی ہے اور جس کی وحی پیغمبر تمہاری طرف بھی کی ہے اور جس کی نصیحت ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ کو بھی کی ہے کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ہونے پائے۔ مشرکین کو وہ بات سخت گراں گزرتی ہے جس کی تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کے لیے چُن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دے دیتا ہے۔

ابوذر! اللہ تعالیٰ اپنے ملک و وحدانیت میں منفرد ہے۔ اس نے اپنے مخلص

بندوں کو اپنی ذات کی معرفت عطا کی ہے اور ان کے لیے اپنی جنت کو مباح کیا ہے۔ اللہ جس کو ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسے علیؑ کی ولایت کی معرفت عطا کر دیتا ہے اور جس کے دل کو تباہ کرنا چاہتا ہے اسے اس کی معرفت سے روک لیتا ہے۔

ابوذر! یہ ہدایت کا پرچم تقویٰ کا کلمہ مضبور رسی اور میرے اولیاء کا امام اور میرے اطاعت گزاروں کا نور ہے۔ اور یہ وہی کلمہ ہے جو کہ اللہ نے متقین کے لیے لازم کیا ہے۔ جس نے اس سے محبت کی وہ مومن بنا اور جس نے اس سے بغض رکھا وہ کافر بنا۔ اور جس نے اس کی ولایت کو چھوڑا، گمراہ اور گمراہ کنندہ بنا اور جس نے اس کی ولایت کا انکار کیا وہ مشرک بنا۔

ابوذر! قیامت کے دن ولایت علیؑ کے منکر کو بہرا، گونگا اور اندھا بنا کر لایا جائے گا اور اسے ظلمات قیامت میں پھینک دیا جائے گا اور وہ ندا کرے گا کہ ہائے حسرت۔ میں نے جنب خداوندی میں رہ کر کیا تفریط کی ہے۔ اس کی گردن میں نار دوزخ کا طوق ہوگا اور اس طوق کی تین سوکڑیاں ہوں گی اور ہر کڑی پر ایک شیطان ہوگا جو اس کے چہرہ پر تھوک رہا ہوگا۔

ابوذر نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان!..... کچھ اور فرمائیں۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب مجھے معراج ہوئی اور میں آسمان دنیا پر پہنچا تو ایک فرشتے نے اذان و اقامت کہی۔ جبریلؑ نے میرے ہاتھ سے پکڑ کر مجھے آگے کھڑا کیا اور اس نے مجھ سے کہا:

محمد! آپ نماز پڑھائیں۔ فرشتوں کو مدت سے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا اشتیاق ہے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھائی اور میرے پیچھے ملائکہ کی ستر صفوں نے نماز ادا کی۔ اور ان کی ایک ایک صف مشرق و مغرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان کی تعداد کو بس خدا ہی بہتر جانتا ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

جب میں نے نماز مکمل کی تو فرشتوں کا ایک گروہ میرے قریب آیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا اور سلام کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے ایک کام ہے۔ میں یہ سمجھا کہ شاید یہ مجھ سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سے شفاعت اور حوض کوثر کے لیے میرا انتخاب کیا ہے۔

میں نے ملائکہ سے کہا: تمہاری کیا حاجت ہے؟

انہوں نے کہا: ہماری حاجت بس یہی ہے کہ جب آپ واپس زمین پر تشریف لے جائیں تو ہماری طرف سے علیٰ کو ہمارے سلام پہنچائیں اور ان سے کہیں کہ ہمیں ان کی زیارت کا بے حد اشتیاق ہے۔

میں نے کہا: میرے رب کے ملائکہ! کیا تم ہماری حقیقی معرفت رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم بھلا آپ کی معرفت سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں جب کہ آپؐ تو اللہ کی پہلی نوری مخلوق ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو ”اشباح نور“ بنایا۔ نور سے بنایا، نور میں بنایا اور نور اللہ سے بنایا۔ اور اللہ نے اپنی تسبیح و تقدیس و تکبیر کے لیے تمہارے لیے عالم ملکوت میں نشست گاہیں بنائیں۔ پھر اس نے جس طرح چاہا ملائکہ کو مختلف انوار سے پیدا کیا۔ ہم پیدا ہونے کے بعد آپؐ کے پاس سے گزرتے تھے تو اس وقت آپؐ اللہ کی تسبیح، تقدیس، کبریائی اور حمد بیان کر رہے ہوتے تھے اور ہم بھی آپؐ کی تسبیح سن کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور آپؐ کی تقدیس سن کر ہم بھی تقدیس کرتے تھے اور آپؐ سے اللہ کی کبریائی سن کر ہم بھی اللہ کی کبریائی بیان کرتے تھے اور آپؐ سے اللہ کی حمد سن کر ہم بھی اللہ کی حمد کرتے تھے۔ اللہ کی طرف سے جو بھی نعمت نازل ہوئی ہے وہ آپؐ پر ہی ہوئی ہے اور جو تسبیح و تقدیس اللہ کی طرف گئی ہے وہ آپؐ کی طرف سے گئی ہے۔ اسی لیے ہم آپؐ کی معرفت سے بے بہرہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

پھر میں دوسرے آسمان پر گیا۔ وہاں بھی ملائکہ نے مجھ سے وہی درخواست کی جو کہ آسمان اول کے ملائکہ نے کی تھی۔ میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت

حاصل ہے؟

ملائکہ نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے بھلا کیونکر محروم رہ سکتے ہیں جب کہ آپ تو اللہ کی مخلوق میں سے اس کے چنے ہوئے افراد ہیں۔ آپ اللہ کے علم کے خازن اور اللہ کی مضبوط رسی ہیں اور آپ خدا کی سب سے بڑی جنت ہیں اور آپ ہی عالم اور اصولِ علم ہیں۔ آپ ہماری طرف سے علیٰ کو سلام پہنچائیں۔

پھر میں تیسرے آسمان پر گیا وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی بات کہی جو کہ پہلے آسمانوں کے فرشتے کہہ چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا: کیا تم ہماری حقیقی معرفت رکھتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے نابلد کیونکر رہ سکتے ہیں جب کہ آپ باب المقام اور جیمہ الخصام ہیں اور علیٰ دابۃ الارض ہیں اور وہ فیصلہ کرنے والے قاضی ہیں۔ وہ صاحبِ عصا ہیں اور کل کو انہوں نے ہی دوزخ کو تقسیم کرنا ہے اور علیٰ کشتی نجات ہیں جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ دوزخ میں جاگرے گا۔ آپ ہماری طرف سے علیٰ کو سلام پہنچائیں۔

بعد ازاں میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی بات کہی جو پہلے تین آسمانوں کے فرشتے مجھ سے کہہ چکے تھے۔

میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت حاصل ہے؟

فرشتوں نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے جاہل کیسے رہ سکتے ہیں جب کہ آپ شجرۂ نبوت، بیت رحمت، معدن رسالت اور ملائکہ کے آمد و رفت کا مقام ہیں اور جبریل آسمانی وحی لے کر آپ کے ہی پاس آتا ہے۔ آپ ہماری طرف سے علیٰ کو سلام پہنچائیں۔

پھر میں پانچویں آسمان پر گیا تو وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی بات کہی جو اس سے پہلے دوسرے فرشتے کہہ چکے تھے۔

میں نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت میسر ہے؟
فرشتوں نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے غافل کیسے رہ سکتے ہیں جب کہ صبح شام
ہمارا گزر عرش سے ہوتا ہے اور وہاں یہ لکھا ہوا ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی بن ابی طالب
اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کا رسول ہے۔ میں نے اس کی
تائید علی بن ابی طالب سے کرائی ہے۔

علی کا نام پڑھ کر ہم سمجھ گئے کہ علی اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے۔ لہذا ہماری
طرف سے انہیں سلام پہنچائیں۔

پھر میں چھٹے آسمان پر گیا تو وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی کچھ کہا جو
دوسرے مجھ سے کہہ چکے تھے۔

میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت حاصل ہے؟
انہوں نے جواب میں کہا: ہم بھلا آپ کو کیسے نہ پہچانیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ
نے جنت الفردوس کو پیدا کیا ہے۔ اس کے دروازے پر ایک درخت ہے اور اس درخت
کے ہر پتے پر نور کے پتے یہ جملے لکھے ہوئے ہیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب عروہ

اللہ الوثقی وحبل اللہ المتین وعینہ علی الخلق اجمعین

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کا رسول ہے۔ علی بن ابی

طالب اللہ کی مضبوط اور مستحکم رسی ہے اور علی تمام مخلوقات پر خدا

کی آنکھ ہے آپ ہماری طرف سے انہیں سلام پہنچائیں۔

پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے وہاں کے ملائکہ کو یہ کہتے

ہوئے سنا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس سے ہم اپنا وعدہ پورا کیا۔

میں نے کہا: اللہ نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا؟

ملائکہ نے کہا: جب اللہ نے آپ کو ”اشباح نور“ بنایا اور ہمارے سامنے آپ کی ولایت پیش کی گئی تو ہم نے اسے قبول کیا تھا اور ہم نے اللہ سے درخواست کی تھی کہ وہ ہمیں آپ دونوں کی زیارت نصیب کرائے۔ آپ کے متعلق اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں اسی آسمان پر محمدؐ کی زیارت کراؤں گا۔ چنانچہ آج اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ ہم نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ ہمیں علیؑ کی زیارت کرائے۔ اللہ نے علیؑ کی شکل و صورت رکھنے والا ایک فرشتہ پیدا کیا اور اسے عرش کی دائیں طرف سونے کے ایک تخت پر بٹھایا جو کہ دُر و جواہر سے مرصع ہے۔ اس کے اوپر سفید شفاف قسم کا قبہ ہے جہاں سے اندر کی ہر چیز دکھائی دیتی ہے اور اس قبہ کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے۔ اس قبہ کو اللہ نے اپنی قدرت سے قائم کیا ہے۔ چنانچہ ہمیں جب بھی علیؑ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا ہے تو ہم ہمشکل علیؑ فرشتہ کی زیارت کرتے ہیں۔ آپ ہماری طرف سے علیؑ کو سلام پہنچائیں۔ (تاویل الآیات، ج ۲، ص ۷۸۱-۷۸۵)

اللہ تعالیٰ نے شب معراج علیؑ کے لہجہ میں کلام کی

ابن شہر آشوب نے ابن جریر طبری الشیعی کے حوالہ سے ابن عمر سے روایت کی۔ اس نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ شب معراج اللہ نے آپؐ سے کس لہجہ میں گفتگو کی تھی؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے رب نے مجھ سے علیؑ کے لہجہ میں گفتگو کی تو میں نے عرض کیا:

پروردگار! مجھ سے تو بول رہا ہے یا علیؑ بول رہا ہے؟

اللہ نے فرمایا: احمد! میں شے ہوں لیکن دوسری اشیاء کی مانند نہیں ہوں۔ میرا قیاس لوگوں سے نہیں کیا جاسکتا اور شبہات کے ساتھ بھی میری توصیف نہیں کی جاسکتی۔ میں نے تجھے اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو تیرے نور سے پیدا کیا۔ میں نے تیرے دل

کی گہرائیوں پہ نظر کی تو مجھے تیرے دل میں علیؑ سے بڑھ کر اور کوئی پیارا شخص دکھائی نہ دیا۔ اسی لیے میں نے تجھ سے علیؑ کے لہجہ میں بات کی تاکہ تیرا دل مطمئن رہے۔
(مناقب ابن شہر آشوب، مناقب خوارزمی، ص ۶۳-۷۳)

آسمانی ندا

ﷺ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔
آپ نے فرمایا:

ہم وہ پہلا خاندان ہیں کہ ہمارے ناموں کو اللہ نے بلند کیا۔ جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو اس نے ایک منادی کو حکم دیا۔ اس نے تین بار اشہد ان لا الہ الا اللہ اور تین بار اشہد ان محمدا رسول اللہ اور تین بار اشہد ان علیا امیر المؤمنین حقا حقا کی منادی دی۔

چاند پر حضرتؑ کا نام لکھا ہوا ہے

ابن شہر آشوب نے تاریخ جرجان اور خصائص نبطی کے حوالہ سے ابن عباس اور ابن سعد سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

چاند کے دو چہرے ہیں: اس کا ایک چہرہ اہل آسمان کے لیے چمکتا ہے اور دوسرا چہرہ اہل زمین کے لیے چمکتا ہے اور جو چہرہ اہل آسمان کے لیے چمکتا ہے اس پر اللہ نور السموات والارض لکھا ہوا ہے اور جو چہرہ اہل زمین کے لیے چمکتا ہے اس پر محمدؐ و علیؑ نور الارضین لکھا ہوا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

عجیب الخلق فرشتے کی جبین پر حضرتؑ کا نام تحریر ہے

ابن شہر آشوب نے اربعین خطیب کے حوالہ سے محمد بن حنفیہ سے نقل کیا کہ نبی

اَرمِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شب معراج میں نے چوتھے اور ساتویں آسمان پر ایک فرشتہ کو دیکھا جس کا آدھا بدن آگ کا اور آدھا بدن برف کا تھا اور اس کی پیشانی پر ایسا اللہ محمد! بعلی (اللہ نے محمدؐ کی علیؑ کے ذریعہ سے تائید کی) لکھا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہوا۔ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق دنیا سے دو ہزار سال قبل میری پیشانی پر لکھا تھا۔

ظہورِ علیؑ بمقامِ قابِ قوسین

شیخ امالی میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں اپنے رب کے اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: محمدؐ! میری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیار کس سے ہے؟

میں نے کہا: پروردگار! مجھے علیؑ سے زیادہ پیار ہے۔
اللہ نے فرمایا: محمدؐ! ادھر توجہ کرو۔ میں نے بائیں جانب دیکھا تو علیؑ بن ابی طالبؓ موجود تھے۔

آپؐ کا باعجاز امامت مدائن میں سلمان فارسی کا جنازہ پڑھنا

ابن شہر آشوب نے جابر انصاری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: امیر المومنین علیہ السلام نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! اللہ تمہیں تمہارے بھائی سلمان کی موت پر صبر عطا کرے اور تمہارے اجر میں اضافہ کرے۔

اس کے بعد آپؐ نے رسول خدا کا عمامہ اور چادر زیب تن فرمائی اور رسول خدا

کا عصا اور تلوار اٹھائی اور ناقہ عضباء پر سوار ہوئے اور قنبر سے فرمایا کہ تم ایک سے دس تک کی گنتی گنو۔

قنبر کہتے ہیں کہ میں نے دس تک گنتی گنی تو میں نے دیکھا کہ ہم سلمان فارسی کے دروازے پر کھڑے تھے۔

زاذان کا بیان ہے کہ جب سلمان فارسی کی موت کا وقت قریب ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ تمہیں غسل کون دے گا؟

انہوں نے کہا: جس نے رسول خدا کو غسل دیا تھا وہی مجھے بھی غسل دے گا۔
میں نے کہا کہ رسول خدا کو تو حضرت علیؑ نے غسل دیا تھا مگر وہ اس وقت مدینہ میں ہیں اور آپ مدائن میں ہیں۔

سلمان نے کہا تھا کہ اے زاذان! جب تو میری تحت الحنک باندھے گا تو اس وقت تجھے قدموں کی چاپ سنائی دے گی۔

زاذان کہتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے سلمان کی تحت الحنک باندھی تو میں قدموں کی چاپ سنی اور میں دروازہ پر گیا تو امیر المومنین علیہ السلام موجود تھے۔ آپؑ نے فرمایا: زاذان! سلمان اللہ کو پیارا ہو گیا۔

میں نے کہا: جی ہاں میرے سردار۔ پھر آپؑ اندر آئے اور سلمان کے چہرے سے چادر ہٹائی تو سلمان نے تبسم کیا۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا:

ابو عبد اللہ! جب تم رسول خدا کے پاس جاؤ تو ان کو بتانا کہ ان کی قوم نے آپ کے بھائی سے کیا سلوک کیا ہے۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور پھر آپؑ نے ان کا جنازہ پڑھا۔ ہم امیر المومنین علیہ السلام سے انتہائی بلند آواز میں تکبیر سنتے رہے۔ اور مجھے حضرت کے ساتھ دو اور آدمی بھی دکھائی دیئے۔ جب میں نے آپؑ سے ان کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ایک میرا بھائی جعفر تھا اور دوسرا خضر علیہ السلام تھے اور

ہر ایک کے ساتھ فرشتوں کی ستر صفیں تھیں اور ہر صف میں دس دس لاکھ فرشتے شامل تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۰۱)

آپؐ چوتھے خلیفہ ہیں

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا۔ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آباؤ طاہرین کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک راستے پر چل رہا تھا کہ ایک طویل القامت گھنی داڑھی والے اور چوڑے شانوں والے بزرگ ہمیں ملے اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کیا اور آنحضرتؐ کو خوش آمدید کہا۔ پھر وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

السلام علیک یا رابع الخلفاء ورحمة اللہ وبرکاتہ

چوتھے خلیفہ آپؐ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

پھر اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ چوتھا

خلیفہ نہیں ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر وہ بزرگ روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے رسول خدا سے عرض

کی کہ یہ بزرگ کیا کہہ رہے تھے اور آپؐ نے کس بات کی تصدیق کی؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہی ہے (کہ تم چوتھے خلیفہ

ہو) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

میں زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔

ان الفاظ کے ذریعہ سے آدمؑ کی خلافت کا اعلان کیا گیا لہذا پہلی خلافت

حضرت آدمؑ کی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تھا:

أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ

میری قوم میں میرا خلیفہ بن جا اور اصلاح کر۔

دوسری خلافت ہارون علیہ السلام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیسرے خلیفہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔ لہذا تیسری خلافت حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے۔

ان تین خلفاء کے بعد اللہ نے فرمایا:

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ
حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے لوگوں کے لیے اعلان کیا جاتا ہے۔

اور خدا اور اس کے رسولؐ کے اعلان کرنے والے تم ہو اور تم ہی میرے وصی اور وزیر اور میرے قرض چکانے والے اور میری طرف سے دین پہنچانے والے ہو اور تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جیسا کہ اس بزرگ نے کہا ہے تم چوتھے خلیفہ ہو۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ بزرگ کون تھے؟

میں نے کہا: نہیں! مجھے معلوم نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے وہ تمہارے بھائی حضرت خضر

علیہ السلام تھے۔ (عیون اخبار الرضا، ج دوم، ص ۹)

ایک سنی عالم کی حقیقت بیانی

اخطب خوارزم موفق بن احمد نے اپنی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا اور مختلف آسمانوں کی سیر کے بعد میں سدرة المنتہی پر پہنچا اور اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

محمد! تو نے میری مخلوق کو آزمادہ کر دیکھ لیا ہے۔ میری مخلوق میں سے تیرا سب سے زیادہ فرمانبردار کون ہے؟

میں نے عرض کی: پروردگار! وہ علیؑ ہے۔

اللہ نے فرمایا: محمد! آپؐ نے سچ کہا تو کیا تو نے اپنا کوئی جانشین بھی مقرر کیا ہے جو تمہاری طرف سے لوگوں تک احکام دین پہنچائے اور میرے بندوں کو میری کتاب کی تعلیم دے جسے وہ نہیں جانتے۔

میں نے کہا: پروردگار! تو ہی کسی کو میرا جانشین مقرر کر کیونکہ جسے تو مقرر کرے گا وہ زیادہ مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیری جانشینی کے لیے علیؑ کو منتخب کیا، تو بھی اسے اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کر اور اسے اپنے علم و حلم کا وارث مقرر کر، وہ حقیقی امیر المومنین ہے۔ اس سے نہ تو پہلے کوئی امیر المومنین گزرا ہے اور نہ اس کے بعد کوئی دوسرا امیر المومنین ہوگا۔

محمد! علیؑ ہدایت کا پرچم ہے اور میرے اطاعت گزاروں کا امام ہے اور وہ میرے اولیاء کا نور ہے اور علیؑ میرا وہ کلمہ ہے جو میں متقین کے لیے لازم قرار دیتا ہوں۔ جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس

نے مجھ سے بغض رکھا۔ آپ اسے اس بات کی خوش خبری سنا دیں۔

میں نے کہا: پروردگار! میں نے علیؑ کو اس بشارت سے آگاہ کیا تھا تو اس نے کہا تھا:

میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کے اختیار میں ہوں اگر وہ مجھے عذاب دے تو میرے گناہوں کی وجہ سے دے گا اور اس نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا ہوگا۔ اور اگر وہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کرے گا تو وہ میرا آقا و مولا ہے۔

علیؑ کا یہ جواب سن کر میں (نبی اکرمؐ) نے کہا تھا: خدایا! اس کے دل کو چلا عطا کرنا اور ایمان باللہ کو اس کے لیے بہار قرار دینا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمدؐ! میں نے تمہاری دعا قبول کی ہے لیکن یاد رکھو۔ میں اسے ایسا آزمائوں گا کہ میں نے اپنے کسی اور ولی کو ایسا نہیں آزمایا ہوگا۔

میں نے کہا: پروردگار! وہ میرا ساتھی اور میرا بھائی ہے۔

اللہ نے فرمایا: میرے علم ازلی میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اس کی آزمائش ہوگی اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کی آزمائش کی جائے گی۔ اگر علیؑ نہ ہوتا تو میرے گروہ کی پہچان نہ ہوتی اور میرے اور میرے انبیاء و رسل کے پیروکاروں کی پہچان نہ ہوتی۔
(مناقب خوارزمی، ص ۲۱۵)

حضرتؑ کے گھر میں ستارے کا اترنا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات نمازِ عشاء ادا کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہماری طرف اپنا رخ پھیرا اور فرمایا: طلوع فجر کے وقت آسمان سے ایک ستارہ تم میں سے کسی ایک کے گھر اترے گا اور جس کے گھر وہ ستارہ اترے گا وہ میرا وصی میرا جانشین اور میرے بعد امت کا امام ہوگا۔

جیسے ہی فجر کا وقت قریب ہوا تو ہم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں ستارے کے انتظار میں بیٹھ گیا اور تمام لوگوں میں سے میرے والد عباس بن عبدالمطلب کو اپنے گھر میں ستارہ اُترنے کی شدید خواہش تھی۔

چنانچہ جیسے ہی فجر طلوع ہوئی تو ایک ستارہ ٹوٹا اور علی بن ابی طالبؑ کے گھر میں آکر گرا۔ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

علیؑ! اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ تیرے لیے وصیت و خلافت اور امامت ثابت ہوگئی ہے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر اور رسول خداؐ کے فرمان کو سن کر عبد اللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھیوں نے کہا کہ محمدؐ اپنے ابن عم کی محبت میں بہک چکے ہیں اور وہ اس کی امامت کے لیے اپنی ذاتی خواہش سے گفتگو کر رہے ہیں (نعوذ باللہ)۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ

الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم ۱-۴)

ستارے کی قسم! جب وہ گرا۔ تمہارا ساتھی نہ تو بھٹکا اور نہ گمراہ ہوا۔

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا وہ تو ایک وحی ہوتی ہے جو اس پر

کی جاتی ہے۔ (امالی صدوق، ص ۵۳)

حضرتؑ کا ایک فیصلہ

حافظ رجب برسی نے واقدی کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک نوخیز لڑکا آیا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے میرے والد کی میراث سے مجھے الگ کر دیا ہے اور وہ مجھے اپنا بیٹا بھی تسلیم نہیں کرتی۔

حضرت عمرؓ نے اس عورت کو بلایا اور اس سے کہا: تو نے اپنے فرزند کا انکار کیوں

کیا ہے؟

عورت نے کہا کہ یہ لڑکا جھوٹا ہے اور یہ مجھ پر بہتان تراشی کر رہا ہے جب کہ میرے پاس گواہ موجود ہیں کہ ابھی تک تو میں کنواری ہوں اور میرا کسی سے نکاح نہیں ہوا۔

اس عورت نے سات افراد کو رشوت دے رکھی تھی چنانچہ ان سات افراد نے آکر گواہی دی کہ یہ عورت کنواری ہے۔

لڑکے نے کہا کہ میرے والد کا نام سعد بن مالک تھا اور لوگ اسے حارث مزی کہا کرتے تھے۔ جب میں اس عورت کے بطن سے پیدا ہوا تو اس کا دودھ بہت کم تھا اسی لیے پورے دو سال تک میری یہ ماں مجھے بکری کے دودھ پر پالتی رہی۔ جب میں کچھ بڑا ہوا تو میرا والد سفر پر چلا گیا جہاں سے اسے واپسی نصیب نہ ہوئی۔ میں نے اپنے والد کے اہل قافلہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس کے بعد میری ماں نے میرے والد کی جائیداد پر قبضہ کر لیا اور مجھے بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو انہوں نے کہا: یہ واقعی مشکل مسئلہ ہے۔ اسے یا تو نبی حل کر سکتا ہے یا پھر نبی کا وصی حل کر سکتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آؤ ہم ابوالحسن علیؓ بن ابی طالبؓ کے پاس جائیں۔ انقض حضرت عمرؓ بہت سے لوگوں کے ہمراہ حضرت علیؓ کے دروازے پر آئے اور حضرتؓ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا۔ حضرت علیؓ علیہ السلام نے فرمایا: قنبر! جاؤ اور اس عورت کو حاضر کرو۔

قنبر اس عورت کو لے کر آئے اور آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تو نے اپنے بیٹے کا انکار کیوں کیا؟

عورت نے کہا کہ یہ لڑکا مجھ پر بہتان تراشی کر رہا ہے جب کہ میں کنواری ہوں۔ ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی اور میرے قبیلہ کے سات افراد نے میرے باکرہ ہونے کی گواہی دی ہے۔

پھر حضرت عائشہؓ نے ایک دائی کو بلوایا اور اس سے فرمایا: اس عورت کو پردے میں لے جاؤ اور اس کا معائنہ کر کے بتاؤ کہ یہ کنواری ہے یا شوہر دیدہ ہے؟

جب دائی اس کا معائنہ کرنے لگی تو اس نے اپنا ایک کنگن اُتار کر دائی کو رشوت میں دیا۔ چنانچہ دائی نے باہر آ کر کہا کہ یہ عورت کنواری ہے۔

حضرت علیؓ علیہ السلام نے فرمایا: قنبر! یہ دائی جھوٹ بول رہی ہے۔ اس عورت نے اسے رشوت میں کنگن دیا ہے تم اس سے وہ کنگن برآمد کرو۔

جب قنبر نے اس کی تلاشی لی تو کنگن مل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: لوگو! خاموش ہو جاؤ۔ میں علم کا ظرف ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے اس عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں دین اسلام کا قاضی اور دین کی زینت ہوں۔ میں حسن و حسینؑ کا والد ہوں۔ کیا تو مجھے اپنا ولی تسلیم کرتی ہے؟

عورت نے کہا: جی ہاں! میں آپؐ کو اپنا ولی مانتی ہوں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے رشتہ داروں نے اب تک تمہاری شادی نہ کر کے غلطی کی ہے میں تیرا ولی شرعی ہو کر تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

عورت نے کہا: مولا کب؟

آپؐ نے فرمایا: آج۔

عورت نے کہا: مولا کس سے؟

آپؐ نے فرمایا: اس جوان سے۔

عورت نے کہا: مولا بھلا ماں کا نکاح بیٹے سے کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرتؐ نے فرمایا: پھر تم نے اپنے بیٹے کا انکار کیوں کیا تھا؟

عورت نے کہا: میں نے جائیداد کی لالچ میں آ کر ایسا کیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: اب خدا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی طلب کر۔ پھر آپؐ

نے ماں بیٹے میں صلح کرا دی۔ (فضائل شاذان، ص ۱۰۵-۱۰۶)

فضائل علیؑ بزبان علیؑ

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل چھ رکنی شوریٰ تشکیل دی تھی اور کہا تھا کہ ان میں سے جس کے طرفدار زیادہ ہوں اسے خلیفہ منتخب کیا جائے اور اگر ہر طرف امیدوار خلافت سمیت تین تین افراد ہوں تو پھر جس طرف عبدالرحمن بن عوف ہو اسی کو خلیفہ بتایا جائے۔ وہ چھ افراد یہ تھے:

حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیر بن عوامؓ، طلحہ بن عبداللہ التیمیؓ۔

الغرض ارکان شوریٰ کا اجلاس ہوا تو حضرت علیؑ نے اپنے حق کے اثبات کے لیے ایک طویل خطبہ دیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جو تمہارے صدق و کذب سے باخبر ہے۔ مجھے بتاؤ کہ:

۱- میرے علاوہ تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جس کے بھائی کو اللہ نے جنت میں دو پر دیئے ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کا چچا سید الشہداء ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳- کیا میرے علاوہ کسی کی زوجہ سیدہ نساء العالمین ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴- کیا میرے علاوہ کسی کے بیٹوں کو اللہ نے رسولؐ خدا کا بیٹا قرار دیا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵- کیا تم میں سے کسی کے بیٹے جو انانِ جنت کے سردار ہیں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶- کیا تم میں مجھ سے زیادہ کوئی قرآن کے ناسخ و منسوخ کا عالم ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۷- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی نے جبریل امینؑ کو وحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۸- کیا تم میں سے کسی کے لیے آیت تطہیر اُتری ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۹- کیا میرے علاوہ رسول خداؐ نے کسی کے لیے ”من كنت مولاه“ کا اعلان کیا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۰- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسول خداؐ نے اپنا بھائی بنایا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۱- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی خندق کا فاتح ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۲- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو ہارون محمدیؑ کا اعزاز نصیب ہوا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۳- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اللہ نے قرآن کی دس آیات میں

”مومن“ کہا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۴- کیا میرے علاوہ شبہ ہجرت رسول خداؐ کے بستر پر تم میں سے کوئی سویا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

- ۱۵- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جنگِ اُحد کے دن اس کے ساتھ فرشتے کھڑے ہوں؟
ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔
- ۱۶- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جس کی گود میں رسولِ خدا کی وفات ہوئی ہو؟
ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔
- ۱۷- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے رسولِ خدا کو غسل دیا ہو اور ان کی تجہیز و تکفین کی ہو؟
ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔
- ۱۸- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسولِ خدا نے اپنے کندھوں پر سوار کیا ہو اور اس نے 'بت' توڑے ہوں؟
ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔
- ۱۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے پاس رسولِ خدا کا اسلحہ، علم اور انگشتری ہو؟
ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔
- ۲۰- کیا میرے علاوہ ہاتھِ غیبی نے کسی کے لیے لافِتسی الا عِلّی لا سِفِ الا ذُو الْفَقَارِ کی ندا کی ہے؟
ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔
- ۲۱- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے حضورؐ کے ساتھ بھنے ہوئے پرندے کا گوشت کھایا ہو؟
ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔
- ۲۲- کیا میرے علاوہ کسی اور کے لیے رسولِ خدا نے کہا تھا کہ تو دنیا اور آخرت میں

میرا علم دار ہوگا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۳- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی نے آیت نبویٰ پر عمل کیا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۴- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسول خدا کا خاص صفت انہل ہونے کا شرف

حاصل ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۵- کیا میرے علاوہ رسول خدا نے کسی اور کے لیے کہا تھا کہ تو مجھے ساری مخلوق سے

زیادہ محبوب ہے اور میرے بعد سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۶- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے سو کھجوروں کے عوض پانی کے سو

ڈول نکال کر وہ کھجوریں رسول خدا کو کھلائی ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۷- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے بدر کے دن تین ہزار ملائکہ نے سلام کیا

ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۸- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی مسلم اول بھی ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق نبی اکرمؐ نے فرمایا ہو: ”تو

ہی میرا پہلا مصدق ہے اور حوض کوثر پر تو ہی میرے پاس سب سے پہلے آئے

گا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۰۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جس کے افرا و خاندان کو رسول خدا مباہلہ میں لے گئے ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۱۔ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی اور اللہ نے اس کے حق میں اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ کی آیت نازل فرمائی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۲۔ کیا میرے تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق سورہ دھر نازل ہوئی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۳۔ کیا میرے علاوہ تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جس کے متعلق اللہ نے اَجْعَلْنِي سَقَايَةِ الْحَارِجِ وَعِمَارَةِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اَمَنَ بِاللّٰهِ وَلِيَوْمِ الْاٰخِرِ

وَجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ کی آیت نازل کی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۴۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسول خدا نے ایسے ایک ہزار کلمات

تعلیم کیے ہوں کہ ان میں سے ہر کلمہ ایک ہزار کلمات کی چابی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۵۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے ساتھ رسول خدا نے سرگوشی کی ہو

اور معترفین کو یہ کہہ کر خاموش کیا ہو کہ ”میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ

نے کی ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۶۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کے لیے پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: اَلَسْتَ

وَشِيعَتَكَ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۷- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: ”وہ جھوٹا ہے جو گمان کرے کہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور علیؑ سے بغض رکھتا ہے؟“
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۸- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: ”جو میرے ٹکڑوں سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی“۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے ٹکڑے کون ہیں تو فرمایا: ”وہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں؟“
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسول خداؐ نے فرمایا ہو: اَنْتَ خَيْرُ الْبَشَرِ بَعْدَ النَّبِيِّينَ؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۰- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسول خداؐ نے حق و باطل کا میزان قرار دیا ہو؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۱- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسول خداؐ نے چادرِ تطہیر میں داخل کیا ہو؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۲- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جو غارِ ثور میں رسالت مآب کے لیے کھانا لے کر جاتا ہو؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۳- کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: انت احی

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۴۔ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: انست

اقدامهم سلماً و افضلهم علماً و اکثرهم حلماً؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۵۔ کیا تم میں سے میرے علاوہ کسی نے مرحب یہودی کو قتل کیا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۶۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ہے جس نے خیبر کے اس دروازے کو تنہا

اکھاڑا ہو جسے چالیس انسان مل کر حرکت دیتے تھے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۷۔ کیا میرے علاوہ کسی کے سب و شتم کو رسولؐ خدا نے اپنی ذات پر سب و شتم قرار

دیا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۸۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کی منزل جنت کے متعلق رسولؐ خدا

نے کہا ہو کہ تمہاری منزل میری منزل سے متصل ہوگی؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۹۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق رسولؐ کریمؐ نے فرمایا ہو کہ تو

قیامت کے دن عرش کے دائیں جانب ہوگا اور اللہ تجھے دو کپڑے پہنائے گا۔

ایک سبز ہوگا اور دوسرا گلابی ہوگا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۰۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے تمام لوگوں سے سات برس قبل نماز

پڑھی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۱۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کی محبت کو رسول خدا نے اپنی محبت اور جس کی دشمن کو اپنی عداوت قرار دیا ہو؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۲۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کی ولایت کی تبلیغ اللہ نے اپنے رسول پر فرض کی ہو؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۳۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسول خدا نے ”یغوب المؤمنین“ کہا ہے؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۴۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ہے جس کے متعلق رسول خدا نے ”ولا بعثن الیکم رجلا امتحن اللہ قلبہ للایمان“ کہا ہو؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۵۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسول خدا نے جنت کا انار کھلایا تھا؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۶۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کے لیے رسول خدا نے کہا ہو کہ میں نے اپنے رب سے جو طلب کیا اس نے مجھے عطا کیا اور جو کچھ میں نے اپنے لیے طلب کیا وہی کچھ تیرے لیے طلب کیا؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۷۔ کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کے لیے رسول خدا نے فرمایا کہ تو امر خداوندی پر قائم رہنے والا اور عہد الہی کو نبھانے والا اور تقسیم میں مساوات کا خیال رکھنے والا اور اللہ کی نظر میں زیادہ رتبہ والا ہے؟
ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۸۔ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق رسول خدا نے فرمایا ہو کہ اس

اُمت پر تجھے وہی برتری حاصل ہے جو سورج کو چاند پر اور چاند کو ستاروں پر حاصل ہے؟

ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے دوست کو جنت اور جس کے دشمن کو زبانِ پیغمبرؐ سے دوزخ کی خبر دی گئی ہو؟

ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۰- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق رسول اکرمؐ نے فرمایا ہو کہ لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور تو اور میں ایک ہی درخت سے ہیں؟

ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۱- کیا تم میں سے کسی کو رسول خداؐ نے ”سید العرب“ کہا ہے؟

ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۲- کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کا جبریلؑ مہمان بنا ہو؟

ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۳- کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس نے سورہ برأت کی تبلیغ کی ہو؟

ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۴- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جو جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والا ہو؟

ارکانِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔

اس کے بعد آپؐ نے ارکانِ شوریٰ سے فرمایا: جب تم میرے یہ فضائل جانتے

ہو تو حق کو چھوڑ کر باطل کی پیروی نہ کرو۔ (الاحتجاج - من المیزان ج ۱ ص ۱۷۷)

حبِ علیؑ عظیمِ عبادت ہے

اخطب خوارزم نے اپنی اسناد سے ابوعلقہ مولیٰ بن ہاشم سے نقل کیا کہ رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

گروہ اصحاب! آج رات میں نے اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلبؓ اور اپنے بھائی جعفر بن ابی طالبؓ کو دیکھا ان کے سامنے ایک طشت میں پیری کا پھل تھا۔ انہوں نے اسے کھایا۔ پھر پیری کا پھل بدل گیا۔ اس کی جگہ انگور آ گئے۔ انہوں نے کچھ دیر انگور کھائے پھر انگور تبدیل ہو کر خرما بن گئے۔ انہوں نے کچھ خرے کھائے۔ میں ان کے قریب گیا اور میں نے ان سے کہا:

میرے ماں باپ تم دونوں پہ قربان ہو جائیں! تم نے سب سے افضل عمل کس چیز کو پایا؟

انہوں نے مجھے جواب دیا کہ آپ پر ہمارے والد اور ماں قربان ہوں! ہم نے آپؐ پر درود بھیجے، پانی پلانے اور علی بن ابی طالبؓ کی محبت کو افضل ترین عمل پایا۔ (مناقب خوارزمی ص ۳۷)

اخطب خوارزم نے اپنی اسناد سے انس سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالبؓ کے چہرے کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کیے جو کہ روز قیامت تک علیؓ اور اس کے شیعوں کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ (مناقب خوارزمی ص ۳۱)

حضرتؑ کی عطا رسول اکرمؐ کی عطا کے برابر ہے

حافظ برسی لکھتے ہیں کہ بشر بن جنادہ نے کہا کہ میں حضرت ابو بکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ رسولؐ خدا کے جانشین آپؐ ہیں؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اس شخص نے کہا: پھر آپ مجھ سے رسول خدا کا وعدہ پورا کریں۔

حضرت ابو بکر نے کہا: رسول خدا نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا؟
اس شخص نے کہا کہ رسول خدا اپنی زندگی میں مجھے صحابی کھجوروں کی مٹھیاں بھر کر دیتے تھے اور آپ نے مجھ سے تین مٹھیاں کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تھا؟
حضرت ابو بکر نے تین مٹھیاں کھجور کی بھر کر اس کے حوالے کیں۔ اس نے کھجوروں کے دانے گنے۔ پھر اس نے وہ کھجوریں حضرت ابو بکر کے سامنے پھینک دیں اور کہا کہ تمہاری مٹی رسول خدا کی مٹھی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رسول خدا کے مقرر کردہ جانشین نہیں ہیں۔

حضرت ابو بکر نے کہا: اسے ابوالحسن علی بن ابی طالب کے پاس لے جاؤ۔
لوگ اسے حضرت علی کے پاس لائے۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم تین مٹھیاں کھجوریں لینے کے لیے آئے ہو؟

اس شخص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے ولی اور رسول خدا کے جانشین ہیں اور آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص رسول اکرم کا جانشین نہیں ہے۔
پھر آپ نے تین مٹھیاں بھر کر اس شخص کے حوالے کیں۔ اس نے کھجوروں کی تعداد گنی تو چیخ کر کہا: بے شک یہ ہاتھ رسول خدا کے ہاتھ کے برابر ہے۔

حضرت ابو بکر نے کہا: بے شک میں بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہوں کہ شب ہجرت رسول خدا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرا اور علی کا ہاتھ بالکل برابر ہے۔
(الفصائل لثاذان بن جبرئیل، ص ۱۱۶)

حضرت نے امام علی رضا کی شہادت کی خبر دی تھی

شیخ: وہی نے امالی میں لکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

عنقریب میرا ایک بیٹا خراسان میں زہر سے ناحق شہید کیا جائے گا۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کا والد موسیٰ بن عمران کا ہم نام ہوگا۔ جو اس کی زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ اگرچہ اس کے گناہ ستاروں اور بارش کے قطرات اور درختوں کے اوراق کے برابر بھی کیوں نہ ہوں۔
(امالی صدوق، ص ۱۰۴)

اپنی شبِ ضربت کے متعلق اطلاع دینا

سید رضی نے اپنی اسناد سے حسن بن الحسن بصری سے روایت کی۔ اس نے کہا جس رات کی صبح کو آپ کو ضرب لگی آپ وہ پوری رات جاگتے رہے اور اس رات فرمایا: اس صبح میں قتل ہو جاؤں گا۔

صبح ہوئی اور مؤذن اطلاع دینے کے لیے آیا تو آپ تھوڑا سا چلے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے آپ سے کہا کہ آپ ”بعده“ کو حکم دیں کہ وہ آپ کی جگہ جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔

آپ نے فرمایا: موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر آپ باہر چلے گئے۔ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ ساری رات اپنے بستر پر کروٹیں لیتے رہے اور آپ نہ سوئے۔ آپ بار بار آسمان کو دیکھتے تھے اور فرماتے تھے:

خدا کی قسم! میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مجھ سے جھوٹ نہیں کہا گیا۔ یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ صبح ہوئی آپ گھر سے یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے:

اشدد حیا زیمک للموت فان الموت لایک
ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا
موت کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ۔ موت تم سے آکر ملے گی۔ جب

موت تمہاری وادی میں قدم رکھے تو تم اس سے مت گھبراؤ۔

آپؐ مسجد میں تشریف لائے وہاں چند افراد کو سویا ہوا پایا۔ ان میں عبدالرحمن بن ملجم بھی شامل تھا۔ آپؐ نے اسے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا: اٹھ نماز پڑھ۔
اس لعین نے آپؐ پر حملہ کر دیا۔ لعین نے جیسے ہی آپؐ کے سر اطہر پر وار کیا تو آپؐ نے فرمایا:

فُزْتُ وَرَبَّ الْكَعْبَةِ

رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

(خصائص امیر المومنین، ص ۳۶۔ ارشاد مفید ص ۵۱)

حضرتؐ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ باہر سے جو بھی شخص کوفہ میں آئے تو اس کا نام لکھ کر آپؐ کے سامنے پیش کیا جائے۔ ایک دن جب حکومتی اہل کار نے کوفہ میں داخل ہونے والوں کے ناموں کی فہرست آپؐ کے سامنے پیش کی اور آپؐ نے اس میں عبدالرحمن بن ملجم کا نام پڑھا تو فرمایا: یہ میرا قاتل ہے۔

لوگوں نے کہا کہ جب آپؐ کو معلوم ہے کہ وہ آپؐ کو قتل کرے گا تو آپؐ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے؟

آپؐ نے فرمایا: جرم سے پہلے کسی کو سزا دینا غیر عادلانہ فعل ہے اور میں ایسا نہیں کروں گا۔ اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو پھر مجھے کون قتل کرے گا؟

(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۷۱)

اشتقاقِ موت

ابو احسین بن ابی الفوارس نے اپنی اسناد کے ساتھ ایک صحابی اسماعیل بن عبد اللہ صلی سے روایت کی۔ اس نے کہا:

جب حضرت عثمان قتل ہو گئے اور ان کے بعد امت میں داخلی انتشار پیدا ہوا تو میں نے اپنے آپ کو اس فتنہ و انتشار سے بچانے کے لیے گوشہ نشینی کا فیصلہ کیا اور میں ساحل سمندر پر چلا گیا اور وہاں اکیلا رہنے لگا اور میں لوگوں سے اتنا دور ہو گیا کہ مجھے کوئی پتہ نہیں چلا کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ایک رات جب میں اپنی کنیٹا سے باہر نکلا تو میں نے ایک شخص کو ساحل سمندر پر دیکھا جو کہ اپنے پروردگار کے حضور گڑ گڑا کر مناجات کر رہا تھا۔ اس کی آواز میں اتنا درد تھا کہ مجھے اس کی دعا سننے کا اشتیاق ہوا اور میں اس کے کچھ قریب گیا اور میں نے کان لگا کر سنا تو وہ رورو کر کہہ رہا تھا:

اے بہترین ساتھی! اے انبیاء کے نگہبان! اے ارحم الراحمین! اے خالق و مالک! اے بے مثل و بے مثال ذات! اے ہمیشہ رہنے والے! کبھی غافل نہ ہونے والے! اے حی و قیوم! ہر روز تیرا فیصلہ لے کر طلوع ہوتا ہے تو ہی محمد کا نگہبان اور اس کا مددگار ہے اور تو نے ہی محمد کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ میری تجھ سے یہی درخواست ہے کہ وصی محمد کی مدد فرما اور اس پر شفقت فرما! اسے کامیابی دے یا اس پر رحم کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بلا لے۔

اس دعا کے بعد اس نے اپنا سر آسمان کی جانب بلند کیا اور اتنی دیر بیٹھا جتنا کہ کوئی نمازی تشہد کے لیے بیٹھتا ہے۔ پھر وہ اٹھا اور پانی پر چلنے لگ گیا۔

میں نے اس مردِ خدا کو پیچھے سے صدا دے کر کہا: اللہ آپ پر رحم کرے آپ مجھ سے کلام کریں۔

اس مردِ خدا نے میری طرف منہ کیے بغیر کہا: تو ہادی کو پیچھے چھوڑ آیا ہے اپنے

دین کے امور کے لیے اسی سے رجوع کرو۔

میں نے کہا: وہ ہادی کون ہے؟

اس مرد خدا نے کہا: وہ محمد مصطفیٰ کے بعد ان کا وصی ہے۔

یہ سن کر میں کوفہ کی طرف چل پڑا۔ مجھے کوفہ سے اس طرف حیرہ میں رات بسر کرنا پڑی۔ جب رات اچھی طرح سے چھا گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور بلند مقام پر کھڑا ہو گیا اور اس نے خدا سے طویل مناجات کی۔ اس نے اپنی مناجات میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ کہا:

خدا یا! تو جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ وہی طرزِ عمل اپنایا جس کا مجھے رسول اکرمؐ نے حکم دیا تھا مگر لوگوں نے مجھ پر بڑے ظلم کیے۔ پروردگار! تو نے مجھے منافقین کے قتل کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ میں نے تیرے فرمان پر عمل کیا مگر لوگوں نے میری نافرمانی کی۔ خدا یا! میں ان سے اکتا چکا ہوں اور وہ مجھ سے اکتا چکے ہیں۔ میں ان سے نفرت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ خدا یا! اب تو مجھے صرف اور صرف اپنے قاتل مرادی کا انتظار ہے۔ پروردگار! اس کی بدبختی میں جلدی کر اور مجھے جلد سعادت سے ہمکنار فرما۔

خدا یا! تیرے نبیؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں جب بھی تجھ سے اپنے لیے وفات طلب کروں گا تو تو میری درخواست کو فوراً قبول کرے گا۔ اب میں تجھ سے موت کی درخواست کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ شہر کوفہ میں پہنچا اور اپنے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ گھر خلیفۃ المسلمین علی بن ابی طالبؓ کا گھر ہے۔

پھر کچھ دیر بعد موزن نے اذانِ فجر دی۔ میں نے دیکھا کہ علیؓ اپنے بیت الشرف سے نکلے اور میں بھی چپکے سے ان کے پیچھے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں آئے جہاں

ابن ملجم لعین نے ان پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ (تنبیہ الخواطر و نزہۃ النواظر ج ۲ ص ۲)

اپنے شہر شہادت کی تعین

اخطب خوارزم لکھتے ہیں کہ جنگ صفین میں جب کہ ایک بار زبردست رن پڑا اور مالک اشتر نے معاویہ کے بیروکار قبیلہ عک کا جنگ میں صفایا کیا۔

اسی ہنگامہ داروگیر میں حضرت امیر علیہ السلام اہل عراق کی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور حضرت کی فوج نے خیال کیا کہ کہیں آپؑ شہید ہی نہ ہو گئے ہوں۔ یہ سوچ کر وہ رونے لگ گئے۔ جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنی فوج کے رونے کی صدائیں سنیں تو آپؑ نے انھیں رونے سے منع کیا اور فرمایا: جب دشمن تمہیں روتا ہوا پائیں گے تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے خود بتایا تھا کہ وہ کوفہ میں شہید کیے جائیں گے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بزرگ روتا ہوا آیا اور کہا: امیر المومنینؑ شہید ہو گئے ہیں اور میں نے ان کی لاش کو مقتولین میں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو اور زور زور سے رونے لگ گئے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ تم اس کی تصدیق نہ کرو۔ امیر المومنین علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ انھیں تمہارے شہر کوفہ میں قبیلہ مراد سے تعلق رکھنے والا شخص قتل کرے گا۔ کچھ دیر کے بعد آپؑ خیر و عافیت سے واپس آ گئے۔ (مناقب خوارزمی ص ۱۷۰)

اپنے مقام دفن کی تعین

۱۔ شیخ تہذیب میں رقم طراز ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

میری شہادت کے بعد تم میرے جنازہ کو پشت کوفہ کی طرف لے جانا اور راستے میں ایک مخصوص ہوا تمہیں ملے گی۔ وہاں مجھے دفن کر دینا اور وہ جگہ طور سینا کا ابتدائی حصہ ہے۔ حسنین کریمینؑ نے آپؐ کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ (تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۶۳)

۲- سید ابن طاووس نے اپنی کتاب ”المعمول فی تعیین قبر امیر المومنین“ میں شیخ صدوق کے حوالہ سے ابوبصیر سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قبر امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق پوچھا اور کہا کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قبر میں دفن ہوئے۔

میں (راوی) نے پوچھا کہ انہیں دفن کرنے والے کون تھے؟
آپؐ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرانا کا تبین کے ساتھ انہیں دفن کیا تھا۔ (فرحۃ الغری ص ۸۴)

۳- صفار نے بصائر الدرجات میں اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو روح القدس اور جبریل امینؑ کے علاوہ جتنے فرشتے شب قدر میں نازل ہوتے تھے وہ سب کے سب زمین پر نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کی آنکھوں کو کھول دیا۔ آپؐ نے ملائکہ کی افواج کو زمین و آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا اور آپؐ نے یہ بھی دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ کو غسل دینے میں بھی وہ آپؐ کے شریک تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کی نماز جنازہ بھی پڑھی اور آنحضرتؐ کی انہوں نے ہی لحد کھودی تھی اور جب آنحضرتؐ کو لحد میں اتارا گیا تو اتارنے والے افراد کے ساتھ ملائکہ بھی لحد میں اترے تھے۔ جب آنحضرتؐ کے جسد مبارک کو لحد میں رکھا گیا تو آپؐ نے ملائکہ سے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ نے

امیر المومنین کے کان کھول دیئے۔ آپ نے سنا کہ آنحضرتؐ ملائکہ کو خود انہی کے متعلق وصیت کر رہے تھے۔ حضرت علیؑ یہ سن کر رو دیئے اور ملائکہ نے عرض کیا کہ علیؑ کو اللہ سلامت رکھے۔ آپ کے جانے کے بعد علیؑ ہمارا ساتھی ہے۔ البتہ وہ آج کے بعد ہمیں اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکے گا۔

جب امیر المومنین علیہ السلام شہید ہوئے تو حسین کریمینؑ نے بھی وہی منظر دیکھا جو کہ ان کے والد ماجد نے وفاتِ پیغمبرؐ کے وقت دیکھا تھا۔ اور شاہزادوں نے دیکھا کہ نبی اکرمؐ اور ملائکہ مل کر حضرت علیؑ کے غسل و کفن میں مصروف ہیں۔ جب امام حسنؑ کی وفات ہوئی تو امام حسینؑ نے یہ منظر دیکھا کہ نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ مل کر امام حسنؑ کی تجہیز و تکفین میں ملائکہ کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو امام علی زین العابدینؑ نے یہ منظر دیکھا کہ نبی اکرمؐ، حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ امام حسینؑ کی تدفین میں ملائکہ کی مدد کر رہے تھے۔ جب امام زین العابدینؑ کی وفات ہوئی تو امام محمد باقر علیہ السلام نے دیکھا کہ نبی اکرمؐ، حضرت علیؑ اور حسین کریمینؑ علیہم السلام امام زین العابدینؑ کی تجہیز و تکفین میں ملائکہ کی مدد کر رہے تھے۔

جب امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا کہ نبی اکرمؐ، حضرت علیؑ، حسین کریمینؑ اور امام زین العابدینؑ علیہم السلام ان کی تجہیز و تکفین میں ملائکہ کی مدد کر رہے تھے۔ اور جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی یہی منظر دیکھا اور یہی سلسلہ ہمارے آخری امام تک جاری رہے گا۔ (بصائر الدرجات، ص ۲۲۵)

اپنی قبر کی نشان دہی

شیخ مفید الارشاد اور طبری اعلام الوری میں رقم طراز ہیں اور طبری کی روایت ان

الفاظ سے مروی ہے کہ حسان بن علی العززی نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کے آزاد کردہ ایک غلام نے مجھ سے بیان کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت حسین کریمین علیہما السلام سے فرمایا کہ جب میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے تو تم میری لاش کو چار پائی پر رکھ دینا اور غسل و کفن کے بعد میرا جنازہ لے جانا۔ تم چار پائی کے پچھلے حصے کو اٹھانا، اگلے حصے کو اٹھانے والے کوئی اور ہوں گے۔ پھر میرا جنازہ مقامِ غربین تک لے جانا وہاں تمہیں ایک چٹان دکھائی دے گی جس سے روشنی نکل رہی ہوگی۔ اسے تھوڑا سا کھودنا۔ تمہیں اس میں بنی بنائی قبر دکھائی دے گی۔ مجھے اس میں دفن کر دینا۔

جب حضرت کی وفات ہوئی تو ہم نے حضرت کا جنازہ اٹھایا اور ہم نے چار پائی کے پچھلے حصے کو اٹھایا۔ اگلا حصہ خود بخود اٹھا گیا۔ پورے راستے میں ہمیں تسبیح و تقدیس کی بھنبھناہٹ جیسی آوازیں سنائی دیتی رہیں اور جب ہم مقامِ غربین پر پہنچے تو ہم نے اس چٹان کو دیکھا جس سے روشنی برآمد ہو رہی تھی۔ ہم نے اس جگہ کو تھوڑا سا کھودا تو ہمیں بنی بنائی قبر نظر آئی اور وہاں ایک پتھر رکھا تھا جس پر یہ عبارت تحریر تھی۔ اس قبر کو نوح نے علی بن ابی طالبؑ کے لیے تیار کیا۔ ہم نے آپ کو اس قبر میں دفن کیا اور اللہ کی طرف سے آپ کی عزت افزائی کو دیکھ کر ہم خوش ہوئے۔ جب ہم حضرت کو دفن کر کے واپس آ رہے تھے تو راستے میں ہمیں کچھ ایسے شیعہ ملے جنہوں نے حضرت کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی تھی۔ ہم نے انہیں بتایا کہ اللہ نے ہمارے والد کی کیا کچھ عزت افزائی کی ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ ہم بھی اس بات کے دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہمارے والد کی وصیت تھی کہ قبر کا نشان مٹا دیا جائے چنانچہ ہم نے نشانِ قبر مٹا دیا ہے۔ مگر لوگ پھر بھی وہاں گئے اور پھر وہ ہمارے پاس واپس آئے اور کہا کہ ہم نے حضرت کی قبر کو بہتیرا تلاش کیا مگر ہمیں اس کا کہیں نام و نشان دکھائی نہیں دیا۔ (ارشاد مفید، ص ۹۱۔ اعلام الوری، ص ۲۰۲)

آپؑ نے عالم نزع میں کیا دیکھا؟

شیخ صدوق نے امالی میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی۔
انہوں نے حبیب بن عمرو سے نقل کیا۔ اس نے کہا:

میں امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات میں ان کی عیادت کرنے گیا۔ آپؑ نے مجھے اپنا زخم دکھایا۔ میں نے زخم دیکھنے کے بعد کہا: خدا نے چاہا تو آپؑ کو کچھ نہیں ہوگا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

حبیب! میں چند لمحوں کا مہمان ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور آپؑ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم بھی رونے لگیں۔ آپؑ نے اپنی دفتر سے فرمایا:

پیاری بیٹی! آپؑ کیوں روتی ہیں؟

شاہزادی نے کہا: ابا جان! ابھی آپؑ نے کہا ہے کہ آپؑ ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ میں اسی لیے رورہی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:

پیاری بیٹی! جو کچھ اس وقت میں دیکھ رہا ہوں اگر تمہیں بھی وہ دکھائی دیتا تو تو نہ روتی۔

حبیب کہتا ہے کہ میں نے کہا: امیر المومنین! آپؑ اس وقت کیا دیکھ رہے ہیں؟
آپؑ نے فرمایا: حبیب! میں اس وقت آسمان کے فرشتوں اور انبیاء کو یکے بعد دیگرے اترتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور یہ میرے پاس میرے بھائی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ آگے آ جاؤ۔ تمہارے لیے آگے جو کچھ رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جس میں آپؑ ہیں۔

حبیب کا بیان ہے کہ ابھی میں حضرتؑ کے پاس سے اٹھ کر باہر نہیں آیا تھا کہ

آپؐ کی وفات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت حسن مجتبیٰؑ نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! اس رات قرآن حکیم نازل ہوا اور اسی رات حضرت عیسیٰ بن مریم کو اٹھایا گیا اور اسی رات یوشع بن نون شہید ہوئے تھے اور اسی رات میرے والد ماجد امیر المومنینؑ کی وفات ہوئی۔ خدا کی قسم! کوئی بھی وصی میرے والد سے پہلے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اور آپؐ پر نبی اکرمؐ کی وصیت تمام ہوئی۔ رسولؐ خدا انہیں غزوات میں بھیجتے تھے تو جبریل آپؐ کے دائیں اور میکائیل آپؐ کے بائیں جنگ کرتے تھے۔ میرے والد کو کوئی چاندی اور سونا چھوڑ کر دنیا سے رخصت نہیں ہوئے البتہ وظیفہ کے ساتھ سات سو درہم چھوڑ کر رخصت ہوئے ہیں جو کہ انہوں نے غلام خرید کرنے کے لیے جمع کیے تھے۔ (امالی صدوق، ص ۲۶۲)

مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ کی ارواح ملک الموت کے تصرف میں نہیں

ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن عمر سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کو منبر کے ساتھ کھڑا کیا اور آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ علیؑ کے ہاتھ میں دے کر بلند کیا اور دونوں کے ہاتھ اتنے بلند ہوئے کہ ان کے بغلوں کی سفیدی تک لوگوں کو دکھائی دینے لگی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

گروہ مردم! آگاہ رہو اللہ تمہارا رب ہے اور محمد تمہارا نبی ہے اور اسلام تمہارا دین ہے اور علیؑ تمہارا ہادی ہے اور وہ میرا وصی ہے اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ پھر آپؐ نے ابوذرؓ کو مخصوص کر کے فرمایا:

ابوذر! علیؑ میرا بازو ہے اور وہ میرے رب کی وحی کا امین ہے اور اللہ نے مجھے جو بھی فضیلت عطا کی ہے اس جیسی فضیلت اس نے علیؑ کو بھی عطا کی ہے۔

ابوذر! اللہ تعالیٰ کسی کے بھی فرائض حب علیؑ کے بغیر ہرگز قبول نہیں کرتا۔

ابوذر! جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ میں عرش پر پہنچا تو وہاں سبز زبرجد کا حجاب دکھائی دیا۔ وہاں ایک منادی نے ندا کر کے کہا:

محمدؐ! حجاب اٹھاؤ۔ میں نے حجاب ہٹایا تو میں نے ایک فرشتے کو دیکھا۔ تمام دنیا اس کی نگاہوں کے سامنے موجود تھی اور اس کے سامنے ایک تختی تھی جس پر وہ نظر کر رہا تھا۔

میں نے جبریلؑ سے کہا: پیارے جبریلؑ! یہ فرشتہ کون ہے میں نے تمام فرشتوں میں اس سے زیادہ بارعب اور کوئی فرشتہ نہیں دیکھا؟

جبریلؑ نے کہا: آپ اسے سلام کریں یہ ملک الموت عزرائیل ہے۔

میں نے کہا: السلام علیکم حبیبی ملک الموت۔ پیارے ملک الموت! تم پر سلام ہو۔

اس نے کہا: وعلیک السلام یا خاتم النبیین کیف ابن عمک علی بن ابی طالبؑ۔ خاتم الانبیاء! آپؐ پر سلام ہو۔ آپ کے ابن عم علی بن ابی طالبؑ کیسے ہیں؟

میں نے کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟

ملک الموت نے کہا: محمدؐ! میں بھلا اس کو کیسے نہ پہچانوں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اور بحیثیت رسولؐ آپ کو منتخب کیا ہے۔ میں آپؐ کے ابن عم کو اسی طرح سے وصی مانتا ہوں جس طرح سے آپؐ کو نبی مانتا ہوں اور یہ سب اس لیے ہے کہ تمام مخلوقات کے ارواح قبض کرنے کا اختیار خدا کی طرف سے مجھ کو دیا گیا ہے مگر دو روحن ایسی ہیں جو کہ میرے قبضہ اختیار میں نہیں ہیں۔ ایک آپؐ کی روح ہے اور دوسری علیؑ کی روح ہے۔ اللہ اپنی قدرت و مشیت سے جیسے چاہے گا انہیں قبض کرے گا۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۳۶)

حضرت کا حنوط اور کفن اور غسل کا پانی جنت سے آیا

سید مرتضیٰ عیون المعجزات میں رقم طراز ہیں:

بیان کیا گیا کہ لوگ آپؐ کے گرد جمع ہوئے۔ حضرت ام کلثومؓ نے رو کر ”وَابْسَا“ (ہائے بابا) کہا۔ اس وقت عمرو بن اطمق بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بی بی کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ امیر المومنینؑ کو کچھ نہیں ہوگا۔ آپؐ کو بس ایک خراش پہنچی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں ابھی تم سے جدا ہونے والا ہوں۔

یہ سن کر حضرت ام کلثومؓ رونے لگیں۔ آپؐ نے فرمایا: پیاری بیٹی! کیوں روتی ہو؟ جو کچھ اس وقت میں دیکھ رہا ہوں اگر تم اسے دیکھ سکتیں تو نہ روتیں۔ اس وقت ساتوں آسمانوں کے فرشتے قطار اندر قطار اتر رہے ہیں اور ان کے ساتھ انبیائے کرام بھی جوق در جوق میرے پاس آ رہے ہیں اور اس وقت رسول خداؐ نے میرے ہاتھ کو پکڑے ہوا ہے اور مجھ سے فرما رہے ہیں:

علی! تم ہمارے ساتھ چلو۔ تمہارے لیے آگے بہت کچھ رکھا ہے جب کہ یہاں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

پھر آپؐ نے حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ اب چلے جاؤ۔ میں نے اپنے خاندان کے افراد کو کچھ وصیتیں کرنی ہیں۔

آپؐ کا یہ فرمان سن کر چند شیعوں کے علاوہ باقی تمام حاضرین اٹھ کر چلے گئے۔

اس کے بعد آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور نبی اکرمؐ پر درود بھیجا اور فرمایا:

میں حسنؑ و حسینؑ کو اپنا وصی مقرر کر کے جا رہا ہوں۔ تم ان کے فرمان کو سننا اور ان کے حکم کی اطاعت کرنا اور یاد رکھو کہ رسول خداؐ نے میرے بعد ان دونوں کی امامت پر نص فرمائی تھی۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب لوگ آپؐ کے پاس جمع ہوئے تو آپؐ نے

اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

ہر شخص جس چیز سے بھاگ رہا ہے۔ وہ اس سے ملاقات کرنے ہی والا ہے۔ اور اجل نفس کو ہنکار رہی ہے۔ دیکھو! یہ پوشیدہ علم اور مخفی راز ہے۔ یہ میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھی کسی کو شریک نہ کرنا اور پیغمبر خدا کی سنت کو ضائع نہ کر دینا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھنا۔ جب تک شرک سے بچے رہو گے اس وقت تک کوئی مذمت تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ رب رحیم ہے اور دین بڑا مضبوط ہے۔ قیامت کے روز تک تم پر سلامتی ہو۔ میں کل تک تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے ذریعہ نصیحت ہوں اور کل تم سے جدا ہو جاؤں گا۔

پھر آپؐ نے حسن و حسین علیہما السلام کو اپنا وصی مقرر کیا اور اسم اعظم، نورِ حکمت، موارِیثِ انبیاء اور انبیاء کے ہتھیار ان کے سپرد کیے اور ان سے فرمایا: جب میری روح میرے جسم سے پرواز کر جائے تو تمہارے گھر کی دہلیز پر ہی میرا کفن اور میرا حنوط اور غسل کا پانی مل جائے گا۔ جبریل امین! یہ چیزیں جنت سے لے کر آئیں گے۔ تم آبِ جنت سے مجھے غسل دینا اور حنوط کرنا اور مجھے کفن پہنانا اور تمہیں دہلیز پر ایک تابوت دکھائی دے گا۔ میری میت کو اس تابوت میں رکھ کر اونٹ پر رکھ دینا۔ اور جب میرا جنازہ اٹھاؤ تو تم تابوت کے اگلے حصہ کو ہی اٹھانا۔ دوسرا حصہ خود بخود اٹھ جائے گا اور جہاں جا کر اونٹ بیٹھ جائے تم وہاں ذرا سی زمین کھودنا۔ وہاں تمہیں بنی بنائی قبر دکھائی دے گی۔ اس قبر کو نوح علیہ السلام نے میرے لیے کھودا تھا۔ تم مجھے اس قبر میں دفن کر دینا۔

مروی ہے کہ حضرت کی وفات اکیس ماہِ رمضان کی رات شبِ جمعہ کو ہوئی اور وہ شب قدر تھی۔ شہادت کے وقت آپؐ کی عمر پینٹھ برس کی تھی جس میں سے آپؐ نے رسول خدا کے ساتھ پینتیس سال بسر کیے اور آنحضرتؐ کے بعد آپؐ تیس برس زندہ رہے۔ جیسے ہی آپؐ کی وفات ہوئی تو حسن و حسین علیہما السلام دہلیز پر گئے تو وہاں کفن، حنوط اور پانی موجود تھا۔ آپؐ کے فرمان کے مطابق آپؐ کو غسل و کفن دیا گیا۔ پھر حسینؑ

نے آپؐ کی میت کو تابوت میں رکھا اور انہوں نے اس کے اگلے سرے کو اٹھایا۔ پچھلا حصہ خود بخود اٹھ گیا۔ پھر آپؐ کے جنازہ کو مسجد سہلہ لایا گیا۔ مسجد کے دروازے پر ایک اونٹنی بیٹھی تھی اس پر جنازہ رکھا گیا۔ پھر اونٹنی وہاں سے چل پڑی۔ حسنین کریمینؓ ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور جب وہ اونٹنی ”غری“ (نجف) کے مقام پر پہنچی تو وہ وہاں بیٹھ گئی اور اپنے پاؤں سے زمین کو کھرچنے لگ گئی۔ حسنین کریمینؓ نے اس جگہ کو تھوڑا سا کھودا تو وہاں بنی دکھائی دی۔ چنانچہ آپؐ کے فرزندوں نے آپؐ کو اس قبر میں دفن کیا۔ اور جہاں آپؐ دفن ہوئے وہاں پہلے سے حضرت آدم و نوح علیہما السلام مدفون تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی وصیت میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تم مجھے دفن کرو اور میری لحد کو اینٹوں سے بند کر لو تو پھر پہلی اینٹ اٹھا کر میری قبر میں نگاہ ڈالنا۔ میں تمہیں اپنی قبر میں دکھائی نہ دوں گا۔

ابو عبد اللہ الحجدی بھی حضرتؑ کی وصیت میں موجود تھا۔ اس نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے یہی سوال کیا تھا کہ کیا آپؐ نے اینٹ اٹھا کر اپنے والد ماجد کی لحد میں نظر دوڑائی تھی؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں اپنے والد کی وصیت سے غافل رہ سکتا تھا؟

ابو عبد اللہ نے کہا: تو کیا آپؐ کو لحد میں امیر المومنین علیہ السلام دکھائی دیئے تھے؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! نہیں۔ آپؐ کا جسد اطہر وہاں موجود نہ تھا۔ پھر امام حسنؑ نے فرمایا:

اگر کوئی نبی مغرب میں مرے اور اس کا وحی مشرق میں مرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ایک ہی لحد میں جمع کر دیتا ہے۔ (عیون المعجزات، ص ۵۵)

اپنے ہی جنازہ کی مشالیت

حافظ رجب البرسی لکھتے ہیں کہ کوئی محدثین کا بیان ہے کہ جب حسین کریمین علیہما السلام اپنے والد کے جنازہ کو لے کر نجف کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے میں انہیں ایک سوار ملا جس سے مشک و عنبر کی خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ پھر اس نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:

کیا آپ وحی و تنزیل کا دودھ پینے والے حسن بن علی ہیں اور علم اور شرف جلیل کے وارث حسن آپ ہی ہیں اور امیر المومنین اور سید الوصیین کے جانشین آپ ہی ہیں؟ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کہا: جی ہاں۔

پھر اس سوار نے کہا: کیا یہ حسین بن علی ہے۔ اور کیا یہ نبی رحمت کا نواسہ اور حکمت و عصمت کا پروردہ اور ائمہ ہدیٰ کا والد ہے؟ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کہا: جی ہاں۔

پھر سوار نے کہا: تم یہ جنازہ میرے سپرد کر دو اور تم اللہ کی نگہبانی میں واپس چلے جاؤ۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: مگر ہمارے والد ماجد نے ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ ہم ان کا جنازہ صرف حضرت جبریلؑ یا حضرت خضرؑ کے ہی سپرد کر سکتے ہیں مگر آپ کون ہیں؟

اس کے بعد سوار نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا تو وہ امیر المومنینؑ ہی تھے۔ پھر انہوں نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے کہا:

ابو محمد! جو بھی شخص مرتا ہے تو تمہارا والد ہر مرنے والے کے پاس جاتا ہے تو کیا وہ خود اپنے جنازہ میں شریک نہ ہوگا؟

(مشارق انوار الیقین، بحار الانوار، بحوالہ مشارق، ج ۲۲، ص ۳۰۰)

ملائکہ نے آپؐ کے جنازہ کی مشایعت کی

۱- ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ دلالت البطائی میں مرقوم ہے کہ حضرت کی چار پائی کے اگلے حصہ کو جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملائکہ کے ایک گروہ نے اٹھایا تھا اور وہ تسبیح الہی میں مصروف رہے۔ ان کی تسبیح کی آوازیں سارے راستے حسین کریمینؑ سنتے رہے اور ملائکہ نے یہ تسبیح پڑھی تھی:

قدوس قدوس انت عزیز سلطان نافذ لامرک لا الہ الا

انت ونحمدک لا الہ الا انت رب العالمین

۲- روایات میں مذکور ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے غسل کے وقت اپنے

بھائی امام حسن مجتبیٰ سے کہا:

ابو محمد! دیکھیں امیر المومنینؑ کا جسم اطہر کتنا ہلکا ہے!!

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ابو عبد اللہ! اس کام میں ایک اور گروہ بھی ہمارا ہاتھ بٹا رہا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کا بیان ہے کہ نمازِ عشاء کے بعد ہم نے والد کی چار پائی کے

پچھلے حصے کو اٹھایا۔ اگلا حصہ خود بخود اٹھ گیا اور جس طرف اگلا حصہ جاتا رہا۔ ہم اس کے

پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم غری (نجف) پہنچے اور وہاں ہمیں وہ قبر ملی جس کی

ہمارے والد نے نشاندہی کی تھی۔ تدفین تک ہم ملائکہ کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ اور ان

کے گریہ و بکا کی آوازیں سنتے رہے۔

پھر ہم نے آپؐ کی نماز جنازہ پڑھی اور ہم نے آپؐ کو لحد میں اتارا اور لحد کو

اینٹوں سے بند کر دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۴۸)

حضرت خضرؑ کا آپؐ کو خراج تحسین پیش کرنا

فقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی اسناد کے ساتھ صحابی پیغمبرؐ اُسید بن عفوان سے روایت کی کہ جس دن امیر المومنینؑ شہید ہوئے تو لوگوں کے گریہ و بکا کی وجہ سے زمین لرزتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور لوگ یوں مدھوش دکھائی دیتے تھے جیسا کہ وفات پیغمبرؐ کے دن دکھائی دیتے تھے۔

ایک شخص روتا ہوا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہوا آیا اور اس نے کہا: آج خلافت نبوت ختم ہوگئی۔ امیر المومنینؑ! اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحم کرے۔

ابوالحسن! آپؐ مسلم اول ہیں اور ایمان میں مخلص ہیں اور یقین میں پختہ ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے ہیں اور آپؐ نے راہِ اسلام میں سب سے زیادہ تکالیف اٹھائیں اور آپؐ رسولِ خدا کے سب سے بڑے محافظ رہے ہیں اور تمام صحابہ کی جماعت میں آپؐ سب سے بڑے امین ہیں اور آپؐ مناقب و فضائل میں بے مثال ہیں اور ایمانی سبقت میں آپؐ سب سے آگے رہے ہیں۔ آپؐ کا درجہ سب سے زیادہ ہے اور آپؐ رسولِ اکرمؐ کے سب سے زیادہ قرابت دار ہیں اور آپؐ ہدایتِ اخلاق اور قول و فعل میں رسولِ اکرمؐ کے زیادہ مشابہ ہیں۔ آپؐ منزلت کے لحاظ سے سب سے بلند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اسلام اور رسولِ اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔

جب اور مسلمانوں نے کمزوری دکھائی تو آپؐ نے قوت کا مظاہرہ کیا۔ جب دوسرے لوگ کفار سے ڈر گئے تو آپؐ نے ان کا دلیری سے مقابلہ کیا اور جب دوسرے سُست پڑے تو آپؐ نے اسلام کو تحفظ فراہم کیا اور آپؐ نے ہر مشکل وقت میں رسولِ خدا کا ساتھ دیا۔ آپؐ ان کے حقیقی جانشین ہیں اور آپؐ نے پوری زندگی حق کے ساتھ تقاضوں پر عمل کیا اور اس سلسلہ میں آپؐ نے کبھی منافقین، کافرین اور حاسدین کی پرواہ

نہ کی۔ جب دوسرے ناکام ہوئے تو آپ نے حق کی بلندی کا بیڑا اٹھایا اور جب دوسرے لکنت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے کھل کر حق کا اظہار کیا اور جب دوسرے رک گئے تو آپ نے نور خداوندی کی روشنی میں سفر طے کیا۔ اگر لوگ آپ کی پیروی کرتے تو ہدایت حاصل کر لیتے۔ آپ ہمیشہ دھیمے لہجے میں بات کرنے کے عادی تھے اور آپ ہمیشہ تھوڑی مگر پُر مغز گفتگو کیا کرتے تھے اور آپ کی رائے ہمیشہ درست اور صائب ہوتی تھی۔ آپ دل کے مضبوط اور یقین میں پختہ اور عمل میں احسن اور حقائق امور کے واقف کار تھے۔

خدا کی قسم! آپ دین کے یعسوب تھے۔ جب لوگ متفرق ہوئے اور جب لوگ ناکام ہوئے۔ ان دونوں طرح کے حالات میں آپ نے دین کی رکھوالی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ اہل ایمان کے لیے مہربان باپ تھے اور آپ نے انھیں ہمیشہ اولاد کی طرح سے رکھا۔ لوگ جس بوجھ کے اٹھانے سے قاصر تھے آپ نے وہ بوجھ خود اٹھائے اور لوگوں نے جس حق کو ضائع کیا۔ آپ نے اس کی محافظت کی۔ لوگوں نے جس دین کو بے یار و مددگار چھوڑا۔ آپ نے اس کی نصرت کی۔ لوگ جب پیچھے ہٹے تو آپ نے پیش قدمی کی اور جب لوگ گھبرائے تو آپ نے دوا و شجاعت دی۔ آپ کافروں کے لیے عذاب الہی اور اہل ایمان کے لیے مضبوط قلعہ تھے۔ آپ نے نعمات پروردگار کو حاصل کیا اور آپ نے دینی سمیتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ آپ نے فضائل کی چوٹیوں پر قدم رکھے۔ آپ کی دلیل کبھی ناکام نہیں ہوئی اور آپ کا دل حق سے کبھی منحرف نہیں ہوا۔ آپ کی بصیرت میں کسی بھی دور میں کمی واقع نہ ہوئی۔ آپ نے اپنے لیے کبھی بھی بزدلی کو پسند نہ کیا۔ آپ وہ کوہ گراں تھے جسے تند و تیز جھکڑ ہلا نہیں سکتے تھے۔ آپ کی صحبت اور آپ کے ہاتھوں نے ہمیشہ لوگوں کو امن فراہم کیا۔ آپ جسانی طور پر کمزور لیکن ایمانی طور پر مضبوط تھے۔ آپ نے پوری زندگی تواضع اور انکساری کے تقاضوں کو مدنظر رکھا۔ آپ اللہ کی نظر میں عظیم تھے اور زمین کے سردار تھے۔

مومنین کی نظروں میں آپ کا احترام ہے۔ کسی کو آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور کوئی آپ پر انگشت نمائی کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور آپ سے کوئی بھی شخص ناجائز طمع نہیں کر سکتا تھا اور کوئی بھی شخص آپ کے عدل و انصاف سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ کمزور آپ کے ہاں طاقتور تھا۔ آپؐ اسے قوی سے حق دلاتے رہے اور قوی آپؐ کی نظر میں ضعیف تھا یہاں تک کہ آپؐ اس سے کمزور کو حق دلاتے تھے اور عدل و انصاف کے لیے آپؐ کی نظر میں سب کی حیثیت یکساں تھی۔ آپؐ نے پوری زندگی قریب و بعید میں فرق روا نہیں رکھا۔ آپؐ نے ہمیشہ حق و صداقت کا ساتھ دیا۔ آپؐ کا قول فیصلہ کن اور حتمی ہوتا تھا۔ آپؐ کا فرمان حلم و احتیاط کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ آپؐ نے حق کی راہوں کو اجاگر کیا اور فتنوں کی آگ کو فرو کیا۔ دین کو آپؐ کے دم قدم سے ثبات ملا اور اسلام کو آپؐ نے قوت فراہم کی اور آپؐ کی مسلسل کوششوں سے حق کو غلبہ نصیب ہوا۔ اگرچہ وہ کافروں کے لیے ناگوار تھا۔ اسلام اور مومنین کو آپؐ سے عزت نصیب ہوئی۔

آپؐ اس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ بعد میں آنے والوں کے لیے اس مقام کا حصول خواب و خیال بنا دیا۔ آپؐ نے بعد میں آنے والوں کو سخت تھکان میں مبتلا کیا۔ آپؐ کی موت کے صدمہ کو صرف رونے سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ آپؐ کی شہادت کا المیہ آسمانوں میں محسوس کیا گیا اور آپؐ کی موت کی وجہ سے حق پرست افراد کی کمر ٹوٹ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور ہم اس کے فرمان کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپؐ کی موت سے بڑا صدمہ کبھی مسلمانوں کو نہیں پہنچے گا۔ آپؐ اہل ایمان کے لیے چٹان اور مضبوط قلعہ تھے۔ آپؐ اہل ایمان کے لیے مستحکم پہاڑ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اپنے نبیؐ سے ملحق فرمائے اور ہمیں آپؐ کے اجر سے محروم نہ رکھے اور آپؐ کے بعد ہمیں گمراہی سے محفوظ رکھے۔

ان الفاظ کے بعد وہ بزرگ پھوٹ پھوٹ کر روئے اور انہیں روتا دیکھ کر باقی

صحابہ پیغمبر بھی دل کھول کر روئے۔ اس کے بعد وہ بزرگ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ لوگوں نے انھیں بہت تلاش کیا لیکن وہ کہیں دکھائی نہ دیئے۔

لوگوں نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے؟
آپ نے فرمایا: یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(الکافی، ج ۱، ص ۴۵۴۔ امالی صدوق، ص ۲۰۰۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۲،

ص ۳۷۷)

زمین و آسمان کا آپ پر چالیس سال گریہ کرنا

۱۔ ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی مومن دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آسمان و زمین اس پر چالیس دنوں تک روتے ہیں اور جب کوئی عالم مرجائے تو زمین و آسمان چالیس مہینے اس پر گریہ کرتے ہیں اور جب کوئی نبی اس دنیا سے رخصت ہو تو اسے چالیس سال تک روتے ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ! جب تو شہید ہوگا تو زمین و آسمان تجھ پر چالیس سال تک گریہ کریں گے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو تین دن تک آسمان سے خون برستا رہا۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۶۶)

۲۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جب امیر المومنینؑ شہید ہوئے تو زمین سے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون برآمد ہوتا تھا۔

زہری نے کہا کہ شہادت علیؑ کے دن بیت المقدس میں جس بھی پتھر کو اٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے سے تازہ خون برآمد ہوتا تھا۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۶۶)

عیون المعجزات، ص ۵۲-۵۳)

آپؐ موت کے بعد بھی زندہ ہیں

۱- قطب راوندی لکھتے ہیں کہ حضرت رشید ہجری نے کہا کہ ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک مرتبہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے ان سے کہا کہ ہمیں آپؐ کے والد کو دیکھنے کا شدت سے اشتیاق ہے اور ان کی زیارت کے لیے ہمارے سینے پھٹے جاتے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم میرے والد علیہ السلام کو دیکھنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں۔ لیکن وہ تو ہمیں داغِ مفارقت دے چکے ہیں اب بھلا کیسے اس دنیا میں رہ کر انہیں کیسے دیکھ پائیں گے۔

صدر مجلس میں ایک پردہ آویزاں تھا۔ امام حسن علیہ السلام نے اس پردے کو ہٹا کر فرمایا: اس گھر کی طرف دیکھو۔ جب ہم نے گھر میں نگاہ دوڑائی تو ہمیں وہاں امیر المومنین علیہ السلام بیٹھے دکھائی دیئے۔

حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی امیر المومنین ہیں ناں؟

پھر آپؐ نے پردہ گرا دیا۔ (خراج راوندی ج ۲، ص ۸۱۰)

۲- ثاقب الماقب میں مرقوم ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کے واقعات بیان کیا کرو۔ ان کے واقعات میں کئی عجیب و غریب قسم کے واقعات ملتے ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک گروہ قبرستان میں آیا اور انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم نماز پڑھ کر اللہ سے درخواست کریں تو ممکن ہے کہ وہ ہمارے لیے کسی مردہ کو بولنے کی اجازت دے دے اور ہم اس سے موت کی کیفیت دریافت کریں۔ پھر انھوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے کسی مردہ کو

قبر سے برآمد کرے۔ جیسے ہی وہ دعا سے فارغ ہوئے تو ایک مُردے نے اثر سرقبر سے نکالا اور اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔

اس نے کہا: تم لوگ مجھ سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے ستر سال ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک موت کی تلخی میرے حلق سے نہیں اُتری۔ اب تم دعا کرو کہ میں دوبارہ موت کی آغوش میں چلا جاؤں۔

جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہا: مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حق کی قسم! میں نے حسن بن علیؑ سے ایک ایسی بات کا مشاہدہ کیا جو کہ اس سے بھی زیادہ عجیب تھی اور میں نے حسین بن علیؑ سے بھی ایک ایسی بات کا مشاہدہ کیا جو کہ سب سے عجیب ترین تھی۔ جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی تو آپؐ کی یہ صلح بہت سے لوگوں کو ناگوار محسوس ہوئی اور بذاتِ خود مجھے بھی یہ صلح ناگوار محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں حضرت کے پاس گیا اور میں نے انہیں اس صلح پر ملامت کی۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جابر! تم تو مجھے ملامت نہ کرو۔ میرے نانا جان نے فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا (حسن) سردار ہے اور اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ اس حدیث کو سننے کے بعد بھی میرے دل کو خاصی تشفی نہ ہوئی۔ میں نے کہا: ممکن ہے اس حدیث سے کوئی اور مصالحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔ جہاں تک معاویہ کے ساتھ مصالحت کا سوال ہے تو اس مصالحت میں اہل ایمان اور ان کی اولاد کی ہلاکت مضمحل ہے۔

میری یہ بات سن کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

جابر! تو شک کر رہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس کی تصدیق اپنے نانا جان سے

کراؤں اور وہ خود تمہیں مطمئن کریں؟

حضرت کے یہ الفاظ سن کر مجھے سخت تعجب ہوا۔ پھر اچانک میں نے دیکھا کہ ہمارے قدموں کے نیچے سے زمین پھٹ گئی اور رسول خدا اور علی مرتضیٰ اور جعفر طیار اور حضرت حمزہ علیہم افضل السلام وہاں سے برآمد ہوئے۔ میں حیران ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ امام حسن مجتبیٰ نے کہا: نانا جان! جابر مجھے ملامت کر رہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جابر! تو اس وقت تک مومن نہیں بن سکے گا جب تک اپنے آئمہ کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرے گا اور اپنی رائے کی وجہ سے ان پر اعتراض نہ کرے۔ میرے فرزند حسن نے جو مصالحت کی ہے اسے دل سے تسلیم کر۔ میرے فرزند نے ایسا کر کے مومنین کی زندگیوں کو تحفظ فراہم کیا ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اللہ کے فرمان اور میرے حکم کے تحت کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سر تسلیم جھکا رہا ہوں۔ پھر چاروں حضرات ہوا میں بلند ہوئے۔ میں انہیں دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے لیے آسمان کا دروازہ کھلا۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ پھر ان کے لیے دوسرے آسمان کا دروازہ کھلا اور یوں ان کے لیے باری باری ساتوں آسمانوں کے دروازے کھلتے گئے اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی حضرات کی قیادت کرتے گئے۔ (الثاقب فی المناقب ص ۳۰۶)

۳- حضرت جابر نے دوسرا واقعہ یوں بیان کیا کہ جب امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق کا ارادہ کیا تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: آپ رسول خدا کے فرزند اور ان کے نور نظر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی اپنے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی طرح سے صلح کر لیں گے۔ آپ کے بھائی توفیق الہی سے موفق تھے اور ان کا اقدام بالکل درست تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

جابر! میرے بھائی نے جو کچھ کیا تھا وہ خدا و رسول کے حکم سے کیا تھا اور میں بھی جو کچھ کروں گا وہ خدا و رسول کے حکم سے کروں گا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں رسول خدا سے تیری ملاقات کراؤں اور ان کی زبانی تجھے اپنے اقدام کی خبر دلاؤں؟

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اوپر دیکھو۔ جب میں نے اوپر دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ آسمان کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس میں سے رسول خدا، علی مرتضیٰ، امام حسن، حضرت حمزہ اور جعفر طیار و زید بن حارثہ اتر رہے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ زمین پر آ کر ٹھہرے۔

یہ منظر دیکھ کر میں مبہوت ہو کر کھڑا ہو گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

جابر! کیا میں نے تجھے اس سے قبل حسن کے اقدام کے متعلق نہ بتایا تھا؟ اور اس وقت میں نے تجھے یہ کہا تھا کہ تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکو گے جب تک اپنے امہ کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرو گے اور ان پر اعتراض نہ کر گے۔

کیا تو چاہتا ہے کہ حسن کے حریف اور یزید اور حسین کا آخری مقام تجھے دکھاؤں؟

میں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

اس کے بعد رسول خدا نے زمین پر پاؤں کی ٹھوک ماری۔ زمین پھٹ گئی۔ پھر ایک سمندر نمودار ہوا۔ وہ بھی پھٹ گیا اور یوں سات زمینیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوئیں اور اسی ترتیب سے سات سمندر بھی ظاہر ہوئے۔ ساتویں زمین کے نیچے مجھے آگ ہی آگ دکھائی دی۔ میں نے آگ کو دیکھا تو مجھے اس میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل اور یزید اور امام حسن کا حریف ایک آتشیں زنجیر میں بندھے ہوئے دکھائی دیے اور ان کے ساتھ سرکش شیاطین بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے جنہیں سخت عذاب دیا جا رہا تھا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: جابر! سر بلند کر کے اوپر دیکھ۔ میں نے سر بلند کر کے اوپر دیکھا تو رسولؐ خدا اور آپؐ کے ساتھی آسمان کی طرف پرواز کرنے لگ گئے اور کچھ دیر پرواز کرنے کے بعد رسولؐ خدا نے فرمایا:

حسین! آؤ مجھ سے مل جاؤ۔

یہ حکم سنتے ہی امام حسینؑ ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور وہ میرے دیکھتے دیکھتے جنت اعلیٰ میں چلے گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا نے امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

جابر! میرا بیٹا یہاں میرے ساتھ ہوگا۔ اس کے فرمان کو تسلیم کرنا اور کبھی شک نہ کرنا اور اس طرح سے تم مومن بن جاؤ گے۔

جابر کا بیان ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا ہو تو میری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔
(الثاقب فی المناقب، ص ۳۳)

۴- حافظ رجب برسی لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے حسنین کریمین علیہما السلام سے فرمایا تھا کہ جب تم میری میت کو لحد میں اتار دو تو میری لحد بند کرنے سے قبل وہاں دو رکعت نماز پڑھنا اور نماز کے بعد میری قبر میں جھانک کر دیکھنا کہ وہاں تمہیں کیا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

حسین کریمین علیہما السلام نے اپنے والد ماجد علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا۔ پھر انہوں نے قبر میں نگاہ کی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کے جسم اطہر پر سندس کی ایک چادر لپٹی ہوئی ہے۔ امام حسن مجتبیٰؑ نے سر سے چادر کو ہٹایا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت رسولؐ خدا اور حضرت ابراہیم علیہما السلام حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے حضرت کے قدموں کی طرف سے چادر ہٹائی تو آپ نے دیکھا کہ آپ کے قدموں کے پاس جناب زہراءؑ، حوا، مریم و آسیہ بیٹھی امیر المومنینؑ پر گریہ کر رہی تھیں۔ (مشارق انوار الیقین، بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۳۰۱)

جمال لعین کا واقعہ

حسین بن حمدان نے ھسینی نے اپنی کتاب ہدایت ھسینی میں اپنے اسناد کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب ایام حج قریب آئے تو میں اپنے آقا و مولا علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں۔ آپ کیا حکم دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو تم نے نیت کی ہے اسے پورا کرو۔ چنانچہ میں نے سفر حج کیا اور جب میں طواف میں مصروف تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ سیاہ رات کی طرح سے کالا تھا اور وہ غلاف کعبہ تھام کر کہہ رہا تھا:

بیت الحرام کے رب! مجھے معاف کر دے۔ میرا خیال ہے کہ تو مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا اور اگر تمام آسمان اور زمین کی مخلوق بھی میری شفاعت کرے پھر بھی تو مجھے معاف نہیں کرے گا کیونکہ میرا جرم اتنا بڑا ہے جو کہ بخشش کے لائق ہی نہیں ہے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جب ہم نے اس شخص کی یہ دعائی تو ہم طواف روک کر اس کے گرد جمع ہو گئے اور ہم نے اس سے کہا:

اگر تو ابلیس بھی ہے تو بھی تجھے اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تو کون ہے اور تو نے کیا گناہ کیا ہے؟

یہ سوال سن کر وہ خوب رویا اور اس نے کہا: لوگو! میں اپنے گناہ کو خود جانتا

ہوں۔

ہم نے کہا: پھر وہ گناہ ہمیں بھی بتا۔

اس نے کہا کہ جب امام حسینؑ نے مدینہ سے عراق ہجرت کی تھی تو میں ان کے اونٹوں کا ساربان تھا۔ میں دوران سفر دیکھتا تھا کہ امام حسینؑ کے پاس ایک قیمتی کمر بند تھا

جس کی روشنی سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ کسی طرح سے یہ کمر بند مجھے مل جائے۔ میں امام علیہ السلام کے ساتھ سفر کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کر بلا آگئے اور جب دس محرم کا دن ہوا تو میں نے اپنے آپ کو میدان کر بلا سے دُور ایک کھائی میں چھپایا۔

الغرض اس دن امام حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء شہید ہو گئے۔ مجھ جیسے افراد سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ جب گیارہ محرم کی رات ہوئی تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے میدان پر نظر کی تو مجھے میدان میں روشنی ہی روشنی نظر آئی اور اس روشنی میں 'میں نے دیکھا کہ شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میری بد نصیبی اور شقاوت نے مجھے کمر بند کی یاد دلائی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم! اب موقع ہاتھ آیا ہے تو میں حسینؑ کو تلاش کروں گا اور اگر مجھے کمر بند دکھائی دیا تو میں اسے حاصل کروں گا۔

یہ سوچ کر میں میدان میں آیا اور میں لاشِ حسینؑ کو تلاش کرنے لگ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے جسم کو تلاش کر لیا۔ اس پر سر موجود نہ تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ حسینؑ ہے۔ پھر میں نے ان کی شلوار کو دیکھا تو مجھے اس میں وہ کمر بند دکھائی دیا۔ میں ان کے قریب گیا اور میں نے اپنا ہاتھ ان کے کمر بند پر رکھا۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ حسینؑ نے اسے بہت زیادہ گانٹھیں لگائی ہوئی تھیں۔ میں نے گانٹھوں کو کھولنا شروع کیا اور جب آخری گانٹھ رہ گئی تو اس وقت حسینؑ اپنا دایاں ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ میں نے ہاتھ ہٹانے کی بڑی کوشش کی لیکن میں ہاتھ ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اس وقت میرے ملعون نفس نے مجھ سے کہا کہ میدان میں تلوار کا ٹکڑا تلاش کر اور اس سے ان کا ہاتھ کاٹ دے۔ پھر میں میدان میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ آخر کار مجھے تلوار کا ایک ٹکڑا مل گیا۔ میں نے وہ ٹکڑا اٹھایا اور لاشِ حسینؑ کے قریب پہنچا۔ جہاں امام حسینؑ نے کمر بند پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس تلوار کے ٹکڑے سے ان کی ہتھیلی کو کاٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کی ہتھیلی کٹ گئی اور میں نے ان کا دایاں ہاتھ کمر بند

سے ہٹا دیا اور ارادہ کیا کہ گانٹھ کھول کر کمر بند حاصل کروں کہ اتنے میں امام حسینؑ اپنا بایاں ہاتھ کمر بند پر رکھا۔ میں نے اسے ہٹانا چاہا تو وہ ہاتھ مجھ سے نہ ہٹ سکا۔ پھر میں نے اس ہاتھ کو تلوار کے ٹکڑے سے کاٹا اور جب حسینؑ کے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی جدا ہو گئی اور میں نے کمر بند اتارنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس وقت زمین کا پٹنے لگی اور آسمان لرزنے لگا اور مجھے رونے کی آوازیں سنائی دیں: کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: **وَابْنَاهُ وَاحْسِنَاهُ** (ہائے میرا بیٹا، ہائے میرا حسین)

یہ آوازیں سن کر میں گھبرا گیا اور میں نے اپنے آپ کو مقتولین میں گرا دیا۔ ایک نور کی عماری اتری جس میں سے تین مرد اور ایک خاتون برآمد ہوئی اور ان کے گرد بہت زیادہ مخلوق تھی جنہوں نے آسمان و زمین کی فضاؤں کو بھر دیا تھا۔ ان لوگوں کی شکل انسانوں جیسی اور پر ملائکہ جیسے تھے۔

پھر مجھے ایک دردناک آواز سنائی دی۔ ان تین افراد میں سے ایک بزرگ یہ کہہ رہے تھے:

”ہائے میرا بیٹا، ہائے میرا حسین، حسین! تجھ پر تیرا نانا، تیرا باپ، تیری ماں اور تیرا بھائی قربان جائے۔“

پھر میں نے دیکھا کہ حسین اٹھ بیٹھے اور ان کا سر بھی ان کے بدن پر موجود تھا اور انہوں نے کہا: نانا جان! میں حاضر ہوں۔ یا رسول اللہ! میں حاضر۔ ابا امیر المومنین! میں حاضر! اماں فاطمہ زہراء! میں حاضر ہوں۔

پھر امام حسینؑ نے رورور کر کہا: نانا جان! خدا کی قسم! ان ظالموں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ نانا جان! ان ظالموں نے ہمارے بچے ذبح کیے۔ نانا جان! ان ظالموں نے ہمارے پردہ داروں کو لوٹا۔

یہ فریاد سن کر سب رونے لگ گئے۔ اس وقت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کہا:

ابا جان! آپ مجھے اجازت دیں میں اس کا خون لے کر اپنی پیشانی کو خضاب

کرنا چاہتی ہوں اور یہی خون میں قیامت کے دن اپنے خدا کو دکھاؤں گی۔

رسول خدا نے فرمایا: فاطمہ! تم یہ خون اپنی پیشانی پر ضرور لگاؤ۔ اس کے بعد حضرت سیدہ نے حسینؑ کی گردن کا خون اپنی پیشانی پر لگایا۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ، علی مرتضیٰؑ اور امام حسنؑ نے بھی حسینؑ کا خون لے کر اپنے سینوں اور اپنے ہاتھوں پر کہنیوں تک لگایا۔ پھر رسول خدا نے فرمایا:

حسین! نانا تجھ پر قربان جائے۔ تمہارا دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ کس نے قطع کیا؟

امام حسین علیہ السلام نے کہا: میرے ساتھ ایک ساربان تھا جو مدینہ سے میرے ساتھ چلا تھا اور وہ ہمیشہ میرے کمر بند پر نظریں گاڑے رہتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ میرا کمر بند اس کے ہاتھ لگ جائے اور میں نے اپنی زندگی میں اسے یہ کمر بند اس لیے نہ دیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس نے یہ ظلم کرنا ہے۔ اور جب میں مارا گیا تو یہ مقتولین میں مجھے تلاش کرتا ہوا آیا۔ اس نے میرے بے سر جسم کو تلاش کر لیا۔ پھر اس نے کمر بند کو دیکھا تو اسے وہ کمر بند نظر آیا جس پر میں نے بہت سی گانٹھیں دی ہوئی تھیں۔ اس نے ان گانٹھوں کو کھولا جب آخری گانٹھ پر یہ ظالم پہنچا تو میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ یہ بے حیا میدان سے تلوار کا ٹکڑا اٹھا لایا اور اس سے میری ہتھیلی کو قطع کیا۔ پھر میں نے کمر بند پر اپنا بایاں ہاتھ رکھا تو اس ظالم نے اسے بھی ہتھیلی سے کاٹ دیا۔ اور جب اس ظالم نے کمر بند اتارنے کا ارادہ کیا تو اس وقت آپؑ آگئے اور اس نے اپنے آپ کو مقتولین میں چھپا دیا۔

یہ داستان ظلم سن کر نبی اکرمؐ نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؑ نے مجھ سے کہا: جمال! (ساربان) تو نے ایسا کیوں کیا۔ اللہ دنیا و آخرت میں تیرے چہرے کو سیاہ کرے اور تیرے دونوں ہاتھ قطع کرے اور تجھے ان لوگوں میں قرار دے جنہوں نے ہمارے خون بہائے ہیں اور جنہوں نے اللہ پر جسارت کرتے ہوئے ہمیں قتل کیا ہے۔

ابھی رسول کریمؐ کی بددعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میرے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور مجھے اپنے چہرے کے متعلق محسوس ہوا کہ وہ انتہائی سیاہ اور بدہیئت ہو چکا ہے۔ اب میں اپنے گناہ کی معافی طلب کرنے کے لیے یہاں بیت اللہ آیا ہوں اور مجھے یہ یقین ہے کہ اللہ میرے گناہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

مکہ کے تمام لوگوں نے اس ظالم کی داستانِ ظلم اپنے کانوں سے سنی اور اس واقعہ کو لوگوں نے نقل کیا اور جس بھی شخص نے اس کی داستانِ ظلم سنی تو اس پر لعنت کی۔ (ہدایۃ الحسینی، ص ۴۴-۴۵ مخطوط)

سرِ حسینؑ کی زیارت کے لیے حضرت علیؑ اور انبیاء کا آنا

ابو مخنف لوط بن یحییٰ از دی لکھتے ہیں کہ محضر بن ثعلبہ نے جو کہ ابن زیاد کا دوست تھا بیان کیا کہ یزید لعین نے شہادتِ حسینؑ کے بعد دمشق سے باہر ایک بڑا خیمہ نصب کرایا اور اس خیمہ میں اس نے امام حسینؑ کا سر رکھا اور اس نے مجھ سمیت چالیس افراد کو سرِ حسینؑ کا نگران مقرر کیا اور اس نے ہم سے کہا کہ تم اس سر کی حفاظت کرتے رہو یہاں تک کہ میں اس کے متعلق اپنا کوئی فیصلہ نہ کر لوں۔

یزید نے تمام گمرانوں کو ایک ایک ہزار دینار بطور انعام دیا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میرے ساتھیوں نے کھانا کھایا اور شرابیں پییں لیکن میں بیمار تھا۔ میں نے ان کے ساتھ کھانے پینے میں شرکت نہ کی۔ کچھ دیر بعد میرے تمام ساتھی سو گئے لیکن مجھے بیماری کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ پھر رات کے ایک حصے میں مجھے سخت گرمی دہک کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر میں نے کسی ہاتف کو پرورد آواز میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

عین بکی علی الحسین غریبا وجودی بدمع ساکب وعدیل
سوف یصلی بقتله ابن زیاد نار جحیم بعد ظل ظلیل
اے آنکھ! حسینؑ مسافر پر رولے۔ آنسو بہا اور آہ و فغاں کر۔ ابن

زیاد عیش و عشرت کے بعد قتل حسینؑ کی وجہ سے دوزخ کی آگ
میں جلے گا۔

مخبر بن ثعلبہ کا بیان ہے کہ مذکورہ اشعار سن کر میں بہت گھبرایا۔ پھر کسی اور ہاتف کی
آواز مجھے سنائی دی جس نے یہ اشعار پڑھے:

نہ کیہ حزنائیم نسل دمعة ونند بہ فی کل عیدد مشہد
فلا قدس الرحمن ارواح معشر اطاعوا عبید اللہ فی قتل سیدی
ہم اس کے غم میں روتے ہیں، پھر آنسو بہاتے ہیں اور ہم ہر عید اور
ہر محفل میں اس کا مرثیہ پڑھتے ہیں۔

اللہ ان لوگوں کی ارواح کو پاکیزگی نصیب نہ کرے جنہوں نے
میرے سردار کے قتل کے لیے ابن زیاد کی اطاعت کی ہے۔

مخبر کا بیان ہے کہ ان اشعار نے مجھے مزید ہلا کر رکھ دیا اور میری آنکھوں سے
نیند کو سوں دور چلی گئی۔ پھر بہت سی آوازیں سنیں جو کہ آسمان کی طرف آ رہی تھیں۔ اس
وقت میں نے یہ آواز سنی:

آدم! اتر آؤ۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو آدمؑ خیمہ کے دروازے پر
کھڑے تھے اور انہوں نے امام حسینؑ کو سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیک یا ابا عبد اللہ الحسنین لعن اللہ امۃ
قتلتک

ابو عبد اللہ الحسین آپؑ پر سلام ہو۔ اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے
جنہوں نے آپؑ کو قتل کیا۔

میں یہ گفتگو سن کر سخت متعجب ہوا لیکن میری زبان پر تالا سا لگ چکا تھا اور میں
کلام نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد آدمؑ سر حسینؑ کے پاس کھڑے ہو کر نماز میں مصروف
ہو گئے۔

پھر چند لمحات کے بعد میں نے ایک اور شور و غوغا کی آوازیں سنیں اور کسی کہنے والے نے کہا: نوح! آپ اتر آئیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو نوح خیمہ کے دروازے پر کھڑے تھے اور انہوں نے بھی امام حسینؑ کو انہی الفاظ سے سلام کیا جن سے حضرت آدمؑ سلام کر چکے تھے۔

پھر نوح علیہ السلام حضرت آدمؑ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے نماز شروع کر دی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد میں نے بہت زیادہ آوازیں سنیں اور کسی کہنے والے نے آواز دے کر کہا: ابراہیمؑ! آپ اتر آئیں۔

میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو ابراہیمؑ درخیمہ پر کھڑے تھے اور انہوں نے سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیک یا ابا عبد اللہ الحسین لعن اللہ قوماً
قتلوک یا ولدی والصفوة من ذریبتی -

ابو عبد اللہ الحسینؑ! آپؑ پر سلام۔ اے میرے فرزند اور میری
ذریعت کا منتخب انسان تجھ پر سلام۔ اللہ اس قوم پر لعنت کرے جس
نے تجھے قتل کیا ہے۔

پھر حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے نماز شروع کر دی۔

اس کے بعد میں نے پھر شور و غوغا کی آوازیں سنیں اور کسی کہنے والے نے کہا:
موسیٰ! آپ اتر آئیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اگر میں غلط کہوں تو اندھا ہو جاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں
سے حضرت موسیٰؑ کو درخیمہ پر کھڑے دیکھا۔ انہوں نے امام حسینؑ پر سلام کیا اور قاتلوں
پر لعنت کی۔ پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں نماز میں مصروف ہو گئے۔

ابھی میں ان باتوں پر تعجب ہی کر رہا تھا کہ میں نے سخت شور و غوغا کی آوازیں

سنیں اور کسی کہنے والے نے کہا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب! آپ اتر آئیں۔ میں نے دیکھا کہ علیؑ آئے اور ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ انہیں دیکھ کر میں لرز اٹھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت علیؑ تلوار سے ہم سب کا کام تمام کر دیں گے۔ بہر نوع علیؑ درخیمہ پر آئے اور انہوں نے اپنے فرزند کو سلام کیا اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجی۔ پھر وہ موسیٰ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگ گئے۔

پھر میں نے سب سے زیادہ شور و غوغا کی صدائیں سنیں اور کسی کہنے والے نے

کہا:

محمد! آپ اتر آئیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درخیمہ پر کھڑے دیکھا۔ آپ سر کے قریب آئے اور آپ نے سر کو بوسے دیئے اور آپ اتار روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا: بیٹا! تیری مصیبتیں میرے لیے ناقابل برداشت ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کے دانتوں کا بوسہ لیا۔

بعد ازاں رسول اکرمؐ نے خیمہ کے وسط سے امام حسین علیہ السلام کا سراٹھایا اور مقدس شخصیات کے درمیان میں رکھا۔ رسول خداؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سب نے آپؐ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی۔ اتنے میں آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! علی و علیؑ خدا آپؐ کو سلام کہتا ہے اور آپؐ سے کہہ رہا ہے اگر آپؐ چاہیں تو پھر میں تختہ زمیں الٹ دیتا ہوں اور نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر والا حصہ نیچے کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سن کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بھائی جبریل! میری طرف سے خدا کے حضور یہ عرض کرو کہ ان کا حساب یوم

قصاص تک مؤخر کر دے۔

جبریلؑ حضرت کا یہ جواب لے کر آسمان پر گئے۔ پھر چند لمحات بعد آنحضرتؐ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ پروردگار کا فرمان ہے کہ میں حساب کو یومِ قصاص تک مؤخر کر رہا ہوں لیکن یہاں جو افراد موجود ہیں ان کے لیے میں قتل کا حکم جاری کر رہا ہوں۔

پھر میں نے دیکھا کہ ہم چالیس افراد کے لیے چالیس فرشتے اترے اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ اور انہوں نے میرے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب ایک فرشتہ میری طرف نیزہ لے کر بڑھا تو میں رسولِ خدا کو دہائی دے کر کہا: یا رسول اللہ! آپ میری مدد کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملعون! تو ابھی زندہ ہے۔ جاسو جا خدا تجھے کبھی نہ بخشے اور تجھے اہل نار میں سے قرار دے۔

اس کے بعد وہ تمام شخصیات غائب ہو گئیں۔ مجھے اپنے مشاہدے پر سخت تعجب ہوا اور میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ شاید میں نے کوئی بھیا نک خواب دیکھا ہے۔ لیکن جب صبح ہوئی اور دن چڑھنے کے بعد بھی میرا کوئی ساتھی بیدار نہ ہوا تو میں نے انھیں آوازیں دیں اور انھیں جگانے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی بیدار نہ ہوا اور جب میں نے انہیں ہلا جلا کر دیکھا تو وہ سب کے سب مرے پڑے تھے۔

اس واقعہ کے بعد میں سیدھا یزید بن معاویہ کے پاس گیا اور اسے پورا قصہ کہہ سنایا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اس واقعہ کا ذکر کبھی کسی سے نہ کرنا اور اگر میں نے یہ بات کسی اور کی زبانی سن لی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اور میرے حکم کے آنے تک وہاں قیام کر۔ اور اگر کوئی تجھ سے تیرے ساتھیوں کی موت کی وجہ پوچھے تو کہنا کہ انہوں نے ضرورت سے زیادہ شراب لی تھی اسی لیے وہ مر گئے۔

آپؐ ہی ”دابة الارض“ ہیں

مٹھ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی طرف سے میں ہی جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں اور جنت میں جانے والا میری ہی تقسیم کے تحت جنت میں جائے گا۔ میں ہی فاروق اکبر ہوں اور بعد میں آنے والوں کا رہنما میں ہوں اور اپنے سے پہلے گزرنے والے ہادیوں کا نمائندہ میں ہوں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی مجھ سے افضل نہیں ہے اور نبی اکرمؐ اور میں ایک ہی راستے کے راہی ہیں۔ مگر ان کا اور میرا نام جدا جدا ہے۔ اللہ نے مجھے چھ چیزیں عطا کی ہیں:

- ۱۔ مجھے علم النبیاء والبلایا والوصایا عطا ہوا ہے۔
- ۲۔ مجھے فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا گیا۔
- ۳۔ مجھے کئی بار دنیا میں آنا ہے۔
- ۴۔ میں نے کئی حکومتیں تشکیل دینی ہیں۔
- ۵۔ عصا اور مہر والا میں ہی ہوں۔
- ۶۔ اور میں وہ ”دابہ“ (جاندار) ہوں جو قبل قیامت لوگوں سے باتیں کرے گا۔ (الکافی، ج ۱، ص ۱۹۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عمار یا سر سے کہا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس نے میرے دل کو پریشان کر دیا ہے اور مجھے شک میں ڈال دیا ہے۔

حضرت عمار نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے؟
اس شخص نے کہا: وہ آیت یہ ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝ (النمل: ۲۸)
”اور جب ان پر وعدہ پور ہوگا تو ہم زمین سے ایک چلنے والا نکال

کر کھڑا کر دیں گے جو ان سے باتیں کرے گا کیونکہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے۔“

اب مجھے بتاؤ وہ دابہ (جاندار) کیا ہے؟

حضرت عمار نے کہا: میں تب تک نہ بیٹھوں گا اور نہ ہی کچھ کھاؤں پیوں گا جب تک تجھے وہ ”دابہ“ نہ دکھائی دوں۔

پھر عمار اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑے اور سیدھے وہاں آئے جہاں امیر المومنین علیہ السلام بیٹھے تھے۔ اور آپ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ آپ نے عمار سے فرمایا کہ آؤ کھجوریں کھاؤ۔

عمار بیٹھ گئے اور انہوں نے حضرت کے ساتھ کھجوریں کھائیں۔ جو شخص عمار کے ساتھ آیا تھا اسے بڑا تعجب ہوا اور اس نے کہا: عمار! کیا تجھے اپنا قول بھول گیا ہے۔ ابھی تم نے مجھ سے کہا تھا کہ جب تک تجھے ”دابہ الارض“ نہ دکھاؤں گا تب تک نہ تو بیٹھوں گا اور نہ ہی کچھ کھاؤں پیوں گا اور تم نے مجھے ”دابہ الارض“ تو دکھایا نہیں مگر تم بیٹھ بھی گئے اور کھانے پینے بھی لگ گئے۔ آخر یہ کیا ہے؟

عمار نے کہا: بندہ خدا! اگر تجھ میں عقل موجود ہے تو میں تو تجھے وہ دکھا چکا ہوں۔ یعنی تو نے حضرت علیؑ کو دیکھ لیا ہے اور وہی تو ”دابہ الارض“ ہیں۔

(تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۱)

آپؑ زمانہ رجعت میں تشریف لائیں گے

۱۔ کتاب بصائر الدرجات میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

قرآن مجید کی آیت ”حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ (یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے) سے مراد علیؑ بن ابی

طالب ہیں اور جب وہ دنیا میں لوٹیں گے تو کفار کے لیے سخت عذاب کا موجب ہوں گے۔ (مختصر البصائر، ص ۲۰۹)

۲- عبدالکریم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:

ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن تک کی مہلت طلب کی تھی لیکن اللہ نے اسے روز قیامت تک مہلت نہیں دی تھی بلکہ اللہ نے فرمایا: فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (الحجر: ۳۶) (تجھے ایک مقررہ دن کے وقت تک مہلت دی جاتی ہے) اور جب وہ ”وقت معلوم“ ہوگا تو ابلیس لعین زمانہ آدم سے لے کر اس وقت تک کے اپنے تمام پیروکاروں کو لے کر آجائے گا۔ اور اس وقت حضرت امیر المومنینؑ کی آخری واپسی ہوگی۔

میں (راوی) نے کہا تو کیا امیر المومنینؑ نے کئی بار واپس آنا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ انہیں کئی مرتبہ آنا ہے۔ جو بھی امام کسی دور میں گزرا تو وہ بھی دنیا میں واپس آئے گا اور اس کے ساتھ اس کے دور کے نیک و بد افراد بھی دوبارہ ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ اللہ مومن کو کافر پر کامیابی دے گا۔

اور جب ”وقت معلوم“ کا دن ہوگا تو امیر المومنین علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت واپس آئیں گے اور ابلیس بھی اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آجائے گا اور فرات کے قریب روحا کے مقام پر ان میں مقابلہ ہوگا اور وہ مقام تہارے کوفہ کے قریب ہوگا اور وہاں ایسا زور کارن پڑے گا کہ زمانہ سابق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہوگی۔ اور گویا یہ منظر اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ حضرت علیؑ کے ساتھ ایک سو قدم جتنا پسپا ہو رہے ہیں اور مجھے یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ کچھ لوگوں کے پاؤں بھی فرات میں پڑے ہیں اس وقت اللہ کی نشانیاں اور ملائکہ بادلوں کے سائے میں اتریں گے اور اس وقت حق و باطل کا فیصلہ ہوگا۔ حضرت رسول اکرمؐ آگے آگے ہوں گے۔ ان کے ہاتھ

میں نور کا ایک نیزہ ہوگا۔ جب ابلیس یہ منظر دیکھے گا تو اس وقت الے پاؤں بھاگنے لگے گا۔ اس کے ساتھ اس سے کہیں گے کہ اب تو تو کامیاب ہو چکا ہے۔ پھر واپس بھاگنا کیوں چاہتا ہے؟

تو اس وقت وہ کہے گا: اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ (الانفال: ۸۴) میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ (الحشر: ۶۱) میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ نبی اکرم اس لعین پر حملہ کریں گے اور حضرت اپنے نیزے سے اس کے کندھوں کے درمیان وار کریں گے جس سے وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے تمام ساتھی ہلاک ہو جائیں گے۔

یہ وہ وقت ہوگا جب پوری روئے زمین پر صرف اللہ کی ہی عبادت کی جائے گی اور دنیا سے شرک کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام چوالیس ہزار سال تک حکومت کریں گے یہاں تک کہ آپ کے ایک ایک شیعہ کی ہزاروں اولاد پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت مسجد کوفہ کے قریب اور اس کے گرد دوسرے سبز باغات ظاہر ہوں گے۔ (مختصر البصائر، ص ۶۲)

آپ ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں

شیخ امالی میں لکھتے ہیں کہ اصغ بن نباتہ نے کہا کہ حارث ہمدانی چند شیعوں کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ اپنے عصا کے سہارے بڑی مشکل سے چل رہا تھا۔ امیر المومنین کی نظر میں اسے بڑا مقام حاصل تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا:

حارث! اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟

حارث نے عرض کیا: مولا! اس وقت زمانہ مجھے نکل چکا ہے اور آپ کے ماننے والوں کے جھگڑوں نے بھی میرے تفکرات میں اضافہ کر دیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ کس بات میں جھگڑا کر رہے ہیں؟
حارث نے کہا: مولا! آپ کے ماننے والوں میں کچھ افراط کرتے ہیں، کچھ
تفریط سے کام لیتے ہیں اور کچھ اعتدال پسند ہیں اور کچھ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں جن
سے یہ فیصلہ نہیں ہو رہا کہ وہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اے ہمدانی! یاد رکھ میرے بہتر شیعہ وہ ہیں جو اعتدال پسند ہیں۔ غالی نے ان
کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے نے ان سے آکر ملنا ہے۔
حارث نے کہا: مولا! اگر آپ ہمارے دلوں سے زنگ اُتار دیں اور ہمیں
ہمارے عقیدہ میں بالبصیرت بنادیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

حضرت نے فرمایا: اللہ کا دین لوگوں اور افراد کے ذریعہ سے نہیں پہچانا جاتا، اللہ
کا دین حق کی علامت سے پہچانا جاتا ہے۔ حق کی پہچان کر تجھے اہل حق کی پہچان خود بخود
ہو جائے گی۔

حارث! حق ہی بہترین گفتگو ہے اور حق بات کرنے والا مجاہد ہوتا ہے اور میں
تجھے حق کی ہی خبر دیتا ہوں، اپنے کان کو میری طرف متوجہ رکھ۔ پھر تیرے ساتھیوں میں
سے جسے معرفت و خاصیت حاصل ہو، اسے اس کی خبر دے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اللہ کا عبد اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں
ان کا سب سے پہلا مصدق ہوں۔ میں نے آنحضرتؐ کی اس وقت تصدیق کی تھی جب
آدمؑ روح اور جسم کی منزلیں طے کر رہے تھے اور اس امت میں بھی میں ہی آنحضرتؐ کا
پہلا تصدیق کنندہ ہوں۔ ہم ہی اولین اور ہم ہی آخرین ہیں۔ اور میں ان کا فردِ خاص
ہوں۔

حارث! میں اللہ کا خاص بندہ اور اس کا منتخب فرد اور اس کا ولی اور حضرت محمدؐ کا
وصی اور ان کا رازدان ہوں۔ مجھے فہم کتاب اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا ہوئی ہے اور

میرے پاس صدیوں اور اسباب کا علم ہے۔ ایک ہزار چابیاں میرے سپرد کی گئی ہیں اور ہر چابی سے ایک ہزار دروازہ کھلتا ہے اور ہر دروازہ ایک ایک لاکھ عہد تک منتہی ہوتا ہے اور لیلۃ القدر کے ذریعہ سے میری مدد کی گئی ہے اور جب تک سلسلہ روز و شب جاری رہے گا اس وقت تک شب قدر میں میری اور میری اولاد کے لیے آتی ہی رہے گی یہاں تک کہ اللہ زمین اور اہل زمین کا وارث ہو جائے۔

حارث! میں تجھے خوش خبری دیتا ہوں۔ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور انسانی جان کو پیدا کیا۔ میرے دوست اور دشمن مجھے کئی مقامات پر پہچانیں گے۔ مجھے موت کے وقت صراط کے وقت اور تقسیم کے وقت پہچانیں گے۔

حارث نے کہا: مولا! تقسیم سے کیا مراد ہے؟
آپؐ نے فرمایا: دوزخ کی تقسیم! میں اسے صحیح صحیح تقسیم کروں گا۔ میں کہوں گا یہ میرا دوست ہے اور یہ میرا دشمن ہے۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام حارث کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

حارث! آج جس طرح سے میں نے تیرا ہاتھ پکڑا ہے اسی طرح سے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی میرے ہاتھ سے پکڑا تھا اور میں نے ان سے قریش و منافقین کے حسد کی شکایت کی تھی۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا:

”جب قیامت کا دن ہوگا تو میں صاحب عرش خدا کے دامن رحمت کو پکڑوں گا اور تو میرے دامن سے وابستہ ہوگا اور تیری اولاد تیرے دامن سے وابستہ ہوگی اور تمہارے شیعہ تمہارے دامن سے وابستہ ہوں گے۔“

اب خود ہی سوچو کہ خدا اپنے نبیؐ سے کیا سلوک کرے گا؟ اور نبیؐ اپنے وصی سے کیا سلوک کرے گا؟ اور وصی پیغمبرؐ اپنے خاندان اور اپنے شیعوں سے کیا سلوک کرے گا؟

حارث! طویل بات کی بجائے مختصر سی بات کو اپنے لیے کافی سمجھو۔ تو اسی کے

ساتھ محشور ہوگا جس سے تو نے محبت کی ہوگی اور تجھے تیرے اپنے اعمال کا ہی بدلہ ملے گا۔ آپ نے یہ جملے تین بار دہرائے۔

حضرت کا فرمان سن کر حارث اٹھے اور خوشی کی وجہ سے ان کی ردا زمین پر گھسنے لگی اور انہوں نے کہا: مجھے اپنے رب کی قسم! اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ موت مجھ پر کب آتی ہے یا میں موت پر کب جا پڑوں گا۔

اسی واقعہ کو سید بن محمد نے نظم میں یوں بیان کیا:

قول علی لحارث عجب	کم ثم اعجوبة لها جملا
يا حارث همل بان من يمت يرني	من مؤمن او منافق قبلا
يعرفني طرفه وانا اعرفه	بنعمته واسمه وما فعلا
وانت عند الصراط تعرضني	فلا تخف عشرة ولا زلا
اسقيك من بارد على ظمأ	تخاله في الحلاوة العسلا
اقول للنار حين تعرض للعر	ض دعيه لا تقربى الرجال
دعية لا تقربه ان له	جلا بجبل الوصى متصلا

(امالی شیخ طوسی، ج ۲، ص ۲۳۸)

علی علیہ السلام نے حارث سے عجیب بات کہی ہے۔ ان کے علاوہ ان کے اور بھی عجائبات ہیں۔

اے حارث ہمدان! جو بھی مرتا ہے مجھے دیکھ کر مرتا ہے۔ مرنے والا خواہ مومن ہو یا منافق ہو اس کی آنکھیں مجھے پہچانتی ہوں گی اور میں اسے اس کی حالت، اس کے نام اور اس کے افعال سے پہچانوں گا۔

اور تو پل صراط پر میرے سامنے ہوگا لہذا تجھے کسی لغزش اور پھسلنے کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔

میں تم کو پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی پلاؤں گا جو اس قدر شیریں ہوگا
 کہ تم اس کو شہد سمجھو گے
 اور جب تجھے دوزخ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو میں اس سے
 کہوں گا اسے چھوڑ دے اور اس کے قریب نہ جا
 اسے چھوڑ دے اور اس کے قریب نہ جا اس کی رستی وحی پیغمبر کی
 رستی سے متصل ہے۔

سید حمیری نے نزع میں کیا دیکھا؟

۱۔ شیخ طوسی نے اپنی اسناد کے ساتھ حسین بن علی سے روایت کی۔ اس نے کہا
 کہ میں سید بن محمد حمیری کی عیادت کرنے گیا اور جب میں وہاں پہنچا تو اس وقت وہ اپنی
 زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ اس وقت ان کے قریب ان کے ہمسائے جمع
 تھے جن میں سے اکثریت کا تعلق عثمانی گروہ سے تھا۔ سید ایک خوبصورت اور کشادہ جبین
 انسان تھے۔ ان کے چہرے پر سیاہی کا ایک نقطہ سا پیدا ہوا۔ پھر وہ نقطہ پھیلنے لگ گیا اور
 پھلتے پھلتے ان کے پورے چہرے پر محیط ہو گیا اور کچھ ہی دیر میں ان کا پورا چہرہ کالا سیاہ
 ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہاں بیٹھے ہوئے شیعہ سخت پریشان ہو گئے اور وہاں موجود ناہمی
 از روئے شامت بہت خوش ہوئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اسی جگہ ایک سفید نقطہ پیدا ہوا جو
 چند ہی لمحات میں پورے چہرے پر پھیل گیا اور ان کا چہرہ چمکنے لگا اور یوں محسوس ہونے لگا
 کہ ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ اس وقت سید نے یہ شعر پڑھے:

لن ینجی محبہ من ہناۃ	کذب الزاعمون ان علیا
وعفالی الالہ عن سینات	قدو ربی دخلت جنة عدن
وتولوا علیا حتی الممات	فابشروا الیوم اولیاء علی
واحد بعد واحد بالصفات	ثم من بعده تولوا بنیہ

جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ علیؑ اپنے محبت کو مصیبت سے نجات نہیں دلا سکتے وہ لوگ جھوٹے ہیں۔

مجھے اپنے رب کی قسم! میں جنت عدن میں داخل ہو چکا ہوں اور میرے خدا نے میری برائیاں معاف کر دی ہیں۔

علیؑ کے دوستو! آج خوشی مناؤ اور مرتے دم تک علیؑ کی ولا کا دم بھرتے رہو۔

علیؑ کے بعد کیے بعد دیگرے ان کی اولاد سے محبت رکھو۔

اس کے بعد سید نے یہ جملے کہے:

اشھد ان لا الہ الا اللہ حقاً حقاً واشھد ان محمداً رسول

اللہ حقاً حقاً اشھد ان علیاً امیر المؤمنین حقاً حقاً - اشھد

ان لا الہ الا اللہ

پھر سید کی آنکھیں بند ہو گئیں اور انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر

دی۔

علی بن حسینؑ نے کہا کہ مجھ سے میرے والد حسین بن عونؑ نے کہا کہ اذنیہ نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی۔ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا:

کسی بھی روح کے لیے جسم سے جدا ہونا اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہ زہراءؑ، حسن مجتبیٰ اور حسین علیہما السلام کو دیکھ نہ لے اور یہ بات جدا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور کوئی ناراض ہوتا ہے۔

سید کی موت کی خبر پورے شہر میں پھیل گئی اور ہر موافق و مخالف نے ان کے

جنازہ میں شرکت کی۔ (امالی طوسی ج ۲، ص ۲۴۰)

۲- امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

مومن ہمیشہ بُرے انجام سے خوف زدہ رہتا ہے اور اسے رضائے الہی کے حصول کا اس وقت تک یقین نہیں آتا جب تک اس پر احتضار کی گھڑیاں طاری نہ ہوں۔ جب ملک الموت کسی مومن کے پاس جاتا ہے اور مومن سخت بیماری اور اہل و عیال اور جائیداد کے اندیشہ میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے دل میں رہ رہ کر حسرتیں اُٹھتی ہیں اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی آرزو کی تکمیل سے قبل اس پر موت وارد ہو رہی ہے تو اس کی یہ حالت دیکھ کر ملک الموت اس سے کہتا ہے: کیا وجہ ہے تو آخر اتنا پریشان کیوں ہے؟ مومن کہتا ہے: میں اس لیے پریشان ہوں کہ میرے حالات مضطرب ہو گئے ہیں اور ابھی میری آرزوئیں نامکمل تھیں کہ تم آ گئے ہو۔

ملک الموت کہتا ہے کہ کیا اگر کسی عقل مند کا ایک کھوٹا درہم گم ہو جائے اور اسے اس دنیا سے لاکھوں گنا زیادہ معاوضہ مل جائے تو کیا پھر بھی وہ غمگین ہوگا؟ مومن کہتا ہے کہ نہیں وہ غمگین نہیں ہوگا۔

اس وقت ملک الموت اس سے کہتا ہے۔ اب ذرا اوپر نگاہ کرو۔ جب مومن اوپر نگاہ کرتا ہے تو اسے جنت کے وہ درجات و قصور دکھائی دیتے ہیں جو کہ اس کی حدودِ آرزو سے بھی کہیں بلند و بالا ہوتے ہیں۔ اس وقت ملک الموت مومن سے کہتا ہے۔ یہ تیری منازل اور نعمات ہیں اور تیری صالح اولاد بھی جنت کے محلات میں تیرے ساتھ ہوگی۔ تو کیا اب تو دنیا کے بدلے میں ان نعمات کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟

مومن کہتا ہے: جی ہاں! خدا کی قسم میں ان نعمات کا خواہش مند ہوں۔

پھر ملک الموت اس سے کہتا ہے کہ ایک مرتبہ پھر نگاہ کرو۔ مومن نگاہ کرے گا تو اسے محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ اور ان کی طیب و طاہرہ اولاد مقامِ اعلیٰ علیین پر دکھائی دے گی۔ ملک الموت کہتا ہے: یہ تیرے سردار اور تیرے آئمہ ہیں۔ یہ تیرے ہم نشین ہوں گے۔ کیا تو دنیا کے ساتھیوں کے بدلے میں ان کی رفاقت کو پسند کرتا ہے؟

مومن کہے گا: جی ہاں! مجھے اپنے پروردگار کی قسم! چنانچہ اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت مجیدہ میں اشارہ کیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي
كُنتُمْ تُوعَدُونَ

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے
استقامت اختیار کی ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو
اور غم نہ کرو اور تمہیں اس جنت کی خوش خبری ہو جس کا تم سے وعدہ
کیا جاتا تھا۔ (فصلت: ۰۳)

میں مؤلف عرض کرتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق یہ تصور کرنا کہ آپ
آں واحد میں امکانہ متعددہ میں کیسے پہنچ جاتے ہیں۔ یہ شان ولایت کے مفہوم سے
نا آشنا کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ قدرت عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دار دنیا
میں بھی ان کی اس شان ولایت کو کئی بار واضح کیا ہے جس کی تاریخ و حدیث میں متعدد
مثالیں موجود ہیں۔ ہم صرف چند ایک پر قناعت کریں گے۔

حضرت کا بیک وقت امکانہ متعددہ میں موجود ہونا

۱- شیخ بری لکھتے ہیں کہ جب جب خندق میں امیر المومنین علیہ السلام نے عمرو بن
عبدود عامری کو قتل کیا تو آپ خندق کے کنارے کھڑے ہو گئے اور آپ نے اپنی تلوار کو
ہوا میں حرکت دی۔ لشکر کفار تیغ علیؑ کو دیکھ کر بھاگا اور بھاگنے والوں کی سترہ صفیں بن گئیں
اور ہر صف والوں کو علیؑ اپنے تعاقب میں دکھائی دیا۔ (مشارق انوار الیقین)

۲- ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ حسن بصری نے اپنی کتاب
میں لکھا کہ روزِ احزاب لشکر کفار ستر صفیں بنا کر بھاگا اور ہر صف والوں کو علیؑ اپنے تعاقب

میں دکھائی دیتا تھا۔

۳۔ ابن شہر آشوب نے شیخ مفید کی کتاب العیون اور کتاب المحاسن کے حوالہ سے لکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے واقعات بدر بیان کرتے ہوئے فرمایا: مشرک زخیوں سے پوچھا جاتا کہ تجھے کس نے زخمی کیا؟ جواب میں وہ کہتا کہ مجھے علی بن ابی طالبؑ نے زخمی کیا اور جیسے ہی کوئی زخمی علیؑ کا نام لیتا تو فوراً مر جاتا تھا۔

۴۔ بستان الواعظین میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خدا نے مجھے معراج کرائی تو میں نے ہر آسمان میں دیکھا کہ علی بن ابی طالبؑ نماز پڑھ رہے ہیں اور ملائکہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔

نجف میں دفن ہونے والا عذاب قبر اور منکر نکیر کی باز پرس سے محفوظ

۱۔ حسن بن ابی الحسن دیلمی لکھتے ہیں کہ تربت علیؑ کے خواص میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ وہاں دفن ہونے والا عذاب قبر اور منکر نکیر کی باز پرس سے محفوظ رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے کئی احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

صافی صفایمانی کا واقعہ

حافظ برسی لکھتے ہیں کہ لصغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کبھی کبھی کوفہ سے نجف کے کنارے آ کر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن آپ خنک جھیل کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی وہ دیکھ رہے ہو؟

آپ کے اصحاب نے کہا: عین اللہ! آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک اونٹ پر جنازہ لدا ہوا ہے اور ایک

شخص اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے ہے اور ایک شخص پیچھے سے اونٹ کو ہانک رہا ہے اور تین دن کے بعد وہ اونٹ یہاں پہنچے گا۔

تیسرے دن آپ وہاں جا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد ایک اونٹ آیا جس پر جنازہ لدا ہوا تھا اور ایک اور شخص اس کی مہار تھامے ہوئے تھا اور ایک شخص اونٹ کو ہانک رہا تھا۔ پھر انہوں نے حضرت کی جماعت پر سلام کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے جواب سلام کے بعد فرمایا: تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو اور یہ جنازہ کس کا ہے اور تم یہاں کس غرض سے اس جنازہ کو لائے ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہم یمن کے رہنے والے ہیں۔ یہ جنازہ ہمارے والد کا ہے۔ ہمارے والد نے مرتے وقت ہمیں وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے غسل و کفن دینا اور میری نماز جنازہ پڑھنا۔ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر میری لاش کو اونٹ پر سوار کرانا اور تم میرے اونٹ کو عراق لے جانا۔ پھر کوفہ کے قریب خشک جھیل (نجف) کے کنارے مجھے دفن کر دینا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے اپنے والد سے یہ کیوں نہ پوچھا کہ آخر اتنی دُور دفن ہونے کا کیا فائدہ

ہے؟

جوانوں نے کہا کہ ہم نے اپنے والد سے یہ بات بھی پوچھی تھی۔ ہمارے والد نے ہمیں بتایا تھا کہ وہاں ایک ایسا مرد دفن ہوگا اگر وہ پورے اہل حشر کی شفاعت بھی کرے تو بھی اللہ اس کی شفاعت کو رد نہیں کرے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

بے شک اس نے سچ کہا۔ وہ شفاعت کرنے والا مرد میں ہوں۔ وہ شفاعت

کرنے والا مرد میں ہوں۔

مومن جنات کا جزیرہ

کتاب بستان الواعظین میں مرقوم ہے کہ محمد بن ادریس نے کہا: میں نے مکہ میں ایک پادری کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے پایا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو نے اپنے آباء و اجداد کا دین کیوں چھوڑا؟

اس نے کہا کہ میں نے نصرانیت چھوڑ کر اور اسلام قبول کر کے منافع کا سودا کیا کیونکہ اسلام اس سے بہتر دین ہے۔

میں نے کہا: وہ کیسے؟

پھر اس نے اپنی داستان یوں بیان کی:

میں نے ایک مرتبہ سمندر کا سفر کیا اور جب ہم درمیان میں گئے تو تلاطم خیز موجوں سے ہماری کشتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اتفاق سے ایک ٹکڑا میرے ہاتھ لگا اور میں اس پر سوار ہو گیا۔ آخر کار کئی دنوں کے سفر کے بعد وہ ٹکڑا ایک جزیرہ کے قریب جا لگا اور میں اسے چھوڑ کر جزیرہ میں آیا۔ اس جزیرہ میں بہت زیادہ درخت تھے جن کے پھل شہد سے زیادہ لذیذ، دودھ سے زیادہ نرم و ملائم تھے۔ وہاں ایک ٹھٹھے پانی کی نہر بہہ رہی تھی۔

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دل میں کہا کہ میں یہ پھل کھاتا رہوں گا اور اس نہر کا پانی پیتا رہوں گا اور کبھی نہ کبھی اللہ میرے لیے یہاں سے روانگی کی بھی سبیل کر دے گا۔ سارا دن میں خوش و خرم جزیرہ میں چلتا رہا۔ جب رات ہوئی تو میں نے سوچا کہ ممکن ہے کہ یہاں کوئی وحشی جانور رہتے ہوں جو مجھے اذیت دیں۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں ایک درخت پر چڑھ گیا اور ایک ٹہنی کو مضبوطی سے تھام کر نیند کرنے لگا۔ آدھی رات کے وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی چوپایہ سطح سمندر پر چل رہا ہے اور خدا کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ کہہ رہا تھا:

لا اله الا الله العزيز الجبار محمد رسول الله النبي
المختار على بن ابي طالب سيف الله على الكفار فاطمة
وبنوها صفوة الجبار على مبغضيه لعنة الله الجبار
وماواه جهنم وبئس القرار

”عزیز و جبار خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے رسول اور
نبی مختار ہیں۔ علی بن ابی طالب کافروں کے لیے اللہ کی تلوار
ہیں۔ فاطمہ اور ان کے فرزند خدا کے پسندیدہ ہیں۔ ان کے
دشمنوں پر خدائے جبار کی لعنت ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور
وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔“

وہ مسلسل انہی کلمات کو دہراتا رہا اور جب فجر ہوئی تو اس نے یہ الفاظ کہے:

لا اله الا الله صادق الوعد والوعيد محمد رسول الله
الهادي الرشيد على ذو البأس الشديد وفاطمة وبنوها
خيرة الرب الحميد فعلى مبغضيه لعنة الرب المعيد
”اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو کہ وعد و عہد کا سچا ہے۔ محمد اللہ
کے رسول ہیں جو کہ ہادی اور ہدایت یافتہ ہیں۔ علی زبردست
قوت کا مالک ہے۔ فاطمہ اور اس کے بیٹے لائق حمد خدا کے
پسندیدہ ہیں۔ ان کے دشمنوں پر رب مجید کی لعنت ہے۔“

پھر وہ چوپایہ سمندر سے نکل کر خشکی پر آیا۔ اس کا سر شتر مرغ جیسا اور اس کا چہرہ
انسانوں جیسا تھا اور اس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں جیسے اور اس کی دم مچھلی کی دم جیسی
تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ میں اس کے آگے دوڑ پڑا۔ اس
نے مجھے میری ہی زبان میں کہا کہ آدم زاد! رک جا اور اگر تو نہ رکا تو ہلاک ہو جائے گا۔
اس کا حکم سن کر میں رک گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: تیرا دین کیا ہے؟

میں نے کہا کہ میں نصرانی ہوں۔

اس نے کہا: تجھ پر افسوس! اسلام قبول کر لے اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ یہ مسلمان جنات کا جزیرہ ہے۔ مسلمان کے علاوہ یہاں سے بچ کر کوئی نہیں جاسکتا۔

میں نے کہا کہ مجھے اسلام کا کلمہ پڑھاؤ۔

اس نے کہا کہ تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو۔ میں نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ پھر اس نے کہا کہ اپنے اسلام کو علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد کی محبت اور ان پر درود اور ان کے دشمنوں پر لعنت کے ذریعہ سے مکمل کرو۔

میں نے اس سے کہا: تمہیں یہاں دین اسلام کی دعوت کس نے دی تھی؟

اس نے کہا: ہمارے بزرگوں میں سے کچھ افراد رسولؐ خدا کی خدمت میں گئے تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کی زبانی قرآن سنا تھا تو انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ہمارے بزرگ کہتے تھے کہ انہوں نے رسولؐ خدا کی زبان مبارک سے یہ جملے سنے تھے کہ: ”قیامت کے دن جنت اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرے گی کہ پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو میرے ارکان کو مضبوط بنائے گا اور مجھے زینت عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ میں نے تیرے ارکان کو مضبوط بنا دیا ہے اور میں نے تجھے اپنے حبیب کی دختر فاطمہؑ زہراءؑ اور اس کے شوہر علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ اور نسل حسینؑ کے نو اماموں سے زینت دی ہے۔

پھر اس چوپایہ نے مجھ سے کہا کہ تو یہاں رہنا چاہتا ہے یا اپنے گھر کی طرف واپس جانا چاہتا ہے؟

میں نے کہا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: صبر کر ابھی ایک کشتی آنے والی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک سمندری جہاز سامنے سے گزرنے لگا تو اس نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے وہاں سے

ایک کشتی میری طرف روانہ کی۔ میں کشتی میں سوار ہو کر جہاز میں پہنچ گیا اور جہاز پر بارہ افراد سوار تھے جو کہ سب کے سب نصرانی تھے۔ میں نے انہیں اپنا واقعہ سنایا جسے سن کر انہوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

حضرت کی عمر بن سعد لعین سے گفتگو

روایات میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے عمر بن سعد کو دیکھا تو اس سے فرمایا:

ایک دن آنے والا ہے جب تجھے جنت و دوزخ میں سے کسی ایک کے منتخب کرنے کا موقع ملے گا مگر تو دوزخ کا چناؤ کرے گا۔

عمر بن سعد نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں دوزخ کا انتخاب کروں۔

حضرت نے فرمایا: بہر حال وہ وقت ضرور آئے گا۔

حضرت کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ہوئی۔ ابن زیاد نے اسے امیر لشکر بنا کر امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اس نے امام حسین سے جنگ کر کے دنیا کی رسوائی اور آخرت میں دوزخ کا انتخاب کیا۔

امام حسین کی تشنگی کی پیشین گوئی

لوط بن یحییٰ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ قیس کا بیان ہے کہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جگہ صفین میں شریک تھا۔ معاویہ کے ایک سالار ابویوب السلمی نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور امیر المومنین کے لشکر کا پانی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے پیاس کی شکایت کی۔ حضرت علیؑ نے ایک دستہ روانہ کیا لیکن وہ پانی واگزار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ امام حسین علیہ السلام نے عرض کی کہ امیر المومنین! آپ مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیں تاکہ میں پانی واگزار کر سکوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے آپؑ کے ساتھ ایک دستہ روانہ کیا۔ آپؑ نے ابوالیوب سے جنگ کی اور انہیں بھگا دیا۔ پانی پر امام حسینؑ کی فوج کا تسلط قائم ہو گیا۔ امام حسینؑ جنگ جیت کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میں نے دشمنوں کا گھاٹ سے قبضہ ختم کر دیا ہے اب ہمارے لیے پانی کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ سن کر امیر المومنینؑ بے ساختہ رونے لگے۔ آپؑ سے کہا گیا کہ آپؑ اس خوشی کے پُرسرت موقع پر گریہ کیوں کر رہے ہیں جب کہ یہ امام حسینؑ کی پہلی فتح ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ بات صحیح ہے لیکن میں اس لیے روتا ہوں کہ عنقریب میرا حسینؑ میدانِ کربلا میں پیاسا مارا جائے گا۔ اس کا گھوڑا نہناتا ہوا درخیمہ پر آئے گا اور زبانِ حال سے کہے گا:

ہائے اُمت محمدؐ نے محمدؐ کے نواسے کو بے گناہ شہید کر دیا۔

نہر کوفہ کی کھدائی کی پیشین گوئی

قطب راوندی رقم طراز ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر کوفہ سے باہر آئے اور فرمایا:

اگر میں تم سے یہ کہوں کہ یہاں ایک نہر کھودی جائے گی جس میں کشتیاں چلیں گی تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟

حضرتؑ کے اصحاب نے کہا: مولا! کیا ایسا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ ایسا ہو کر رہے گا گویا میں یہاں نہر کو بہتا ہوا دیکھ رہا ہوں جس میں کشتیاں چل رہی ہیں اور وہ نہر ابتدا میں اہل کوفہ کے لیے باعثِ مصیبت اور بعد میں ان کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرتؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور نہر کا اجرا ہوا جو کہ پہلے پہل اہل کوفہ کے لیے مصیبت اور بعد میں رحمت ثابت ہوئی۔ (خرائج

راوندی، ج ۲، ص ۷۵۳)

قصاب کا کتنا ہوا ہاتھ درست کرنا

قطب راوندی لکھتے ہیں کہ ایک شخص کی کنیز قصاب کے پاس گوشت خریدنے کے لیے گئی۔ قصاب نے اسے گوشت تھوڑا دیا۔ وہ گوشت لے کر روتی ہوئی جا رہی تھی کہ امیر المومنین علیہ السلام اس کو دکھائی دیئے۔ کنیز نے قصاب کی شکایت کی۔ آپؐ اسے ساتھ لے کر قصاب کے پاس گئے اور اس سے فرمایا: تمہیں گوشت دیتے وقت امیر غریب اور کمزور و قوی کا فرق روا نہیں رکھنا چاہیے۔

قصاب جو کہ حضرتؐ کو نہ جانتا تھا اس نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ آپؐ وہاں سے واپس آ گئے۔ کسی نے قصاب سے کہا کیا تو انہیں پہچانتا بھی ہے کہ یہ کون ہیں؟ قصاب نے کہا: نہیں۔

اس شخص نے کہا کہ یہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؐ ہیں۔ جیسے ہی قصاب نے یہ سنا تو اس نے چھری سے اپنی ہتھیلی کاٹ دی اور کئی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

مولا! اس ہاتھ نے گستاخی کی تھی لہذا اسے کاٹ کر آپؐ کے پاس لایا ہوں اور آپؐ سے معافی کا طلب گار ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: کئی ہتھیلی کو ہاتھ سے جوڑو۔

جب اس نے ہتھیلی ہاتھ سے جوڑی تو آپؐ نے اس پر اپنا شفقت کا ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ قصاب کی ہتھیلی فوراً جڑ گئی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ (الخرائج، ج ۲، ص ۷۵۸)

آپ کے لیے لوہے کا موم ہونا

کتاب ثاقب المناقب میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے ایک غلام نے کہا کہ میں نے اپنے آقا و مولا کو دیکھا کہ ان کے سامنے لوہا رکھا تھا اور آپ اپنے ہاتھوں سے اس کی تاریں نکال کر زرہ بنانے میں مصروف تھے۔ میں نے کہا: مولا! یہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے اللہ نے لوہا موم کر دیا تھا اور میں وارث داؤد ہوں۔ (الثاقب فی المناقب ص ۱۶۶)

آپ کے قرآن مجید میں تین سونام ہیں

کتاب ہدایۃ الخشنی میں مرقوم ہے کہ علی ابن ذراع الاسدی مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس گئے تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: علی بن ذراع! ساری رات جاگتے رہے ہو؟ اس نے کہا: مولا! آپ کو میری شب بیداری کا علم کیسے ہوا؟ آپ نے فرمایا: اس کی دوسری نشانی یہ ہے کہ تم نے شب بیداری کے دوران میرا ذکر بھی کیا تھا۔

علی بن ذراع نے کہا: مولا! میرا خیال ہے کہ میں نے تو آپ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

حضرت نے فرمایا: رات تم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝

(النبا: ۱ - ۲)

پھر آپ نے فرمایا: تم نے جس نبأ عظیم کی آیت پڑھی تھی وہی نبأ عظیم میں ہوں

اور لوگوں کا اختلاف بھی میرے ہی بارے میں ہے۔ اللہ کی کوئی نیا (خبر) مجھ سے بڑی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں میرے تین سونام ہیں اور اللہ نے میرے ذاتی نام کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا تا کہ لوگوں کو یہ بات ناگوار نہ گزرے۔

عمر بن اطمق کے انجام کے لیے پیشین گوئی

ابوحزہ ثمالی کا بیان ہے کہ مجھ سے جابر بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا اور ان سے فرمایا کہ تم دورانِ سفر رات کے وقت راستہ بھٹک جاؤ گے اور تمہیں راستہ نہیں ملے گا۔ اس وقت تمہیں بائیں ہاتھ پر سفر کرنا چاہیے۔ جب تم بائیں ہاتھ چلو گے تو تمہیں ایک نیک انسان ملے گا اور تم اس سے راستہ پوچھو گے تو وہ کہے گا کہ میں تمہیں اس وقت تک راستہ نہیں دکھاؤں گا جب تک تم میرے ہاں کھانا نہیں کھاؤ گے۔

چنانچہ وہ تمہارے لیے ایک دنبہ ذبح کرے گا اور تمہیں کھانا کھلائے گا۔ اس کے بعد وہ تمہارے ساتھ چل کر تمہیں راستہ دکھائے گا۔ تم اسے میری طرف سے سلام کہنا اور اسے بتانا کہ مدینہ میں میرا ظہور ہو چکا ہے۔

الغرض سریہ روانہ ہوا اور دورانِ سفر رات کے وقت راستہ بھٹک گئے۔ انہیں کہیں سے بھی راستے کا نشان دکھائی نہ دیا۔ پھر انہوں نے آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق بائیں ہاتھ چلنا شروع کیا۔ ابھی وہ کچھ دور تک گئے تھے کہ راستہ میں انہیں ایک شخص ملا۔ لوگوں نے اس سے راستہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تمہیں اس وقت تک راستہ نہیں دکھاؤں گا جب تک تم میرے ہاں کھانا نہیں کھاؤ گے۔

الغرض اس نے ایک دنبہ ذبح کیا اور انہیں کھانا کھلایا۔ پھر ان کے ساتھ روانہ ہو کر انہیں راستہ دکھایا۔ لوگوں نے اسے رسول خدا کے سلام پہنچائے اور اسے بتایا کہ آپ کا مدینہ میں ظہور ہو چکا ہے۔

جس شخص نے اہل سریہ کی میزبانی کی تھی اس کا نام عمرو بن لُحْمِ الخُزاعی تھا۔ عمرو بن لُحْمِ نے اپنے گھریار کو خیر باد کہا اور آنحضرتؐ کے پاس آ گیا اور اسلام قبول کیا اور کچھ عرصہ تک آپ کے پاس قیام کیا۔ پھر نبی اکرمؐ نے انہیں حکم دیا کہ تم اب اپنے گھر بار کو لوٹ جاؤ۔ اور جب میرا بھائی امیر المومنینؑ کوفہ کو اپنا دار الحکومت بنائے تو تم ان کے پاس چلے جانا۔

عمرو بن لُحْمِ اپنے گھر کو چلے گئے اور جب امیر المومنینؑ کوفہ تشریف لائے تو عمرو بن لُحْمِ بھی کوفہ آ گئے۔ ایک دن عمرو بن لُحْمِ امیر المومنینؑ کے پاس بیٹھے تھے تو آپؐ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے یہاں مکان بھی خریدا ہے؟ عمرو بن لُحْمِ نے کہا: جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: موجودہ مکان فروخت کر کے بنی ازد کے محلہ میں مکان خرید کر لو۔ اور یاد رکھو میری رحلت کے بعد ظالم حکمران تجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کریں گے۔ تم جان بچانے کے لیے موصل جاؤ گے۔ راستے میں تمہاری ملاقات ایک اپانچ نصرانی سے ہوگی۔ تم اس سے پانی طلب کر گے وہ تمہیں پانی پلائے گا۔ وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے گا تم اس کو اپنا پورا حال سنا دینا۔ پھر اسے دعوت اسلام دینا۔ وہ اسلام قبول کرے گا۔ جب وہ مسلمان ہو جائے تو پھر اپنا ہاتھ اس کے گھٹنوں پر مس کرنا، انشاء اللہ وہ فوراً تندرست ہو جائے گا اور تمہارے ساتھ چل پڑے گا۔

اس کے بعد راستے میں تمہیں ایک نابینا شخص بیٹھا ہوا دکھائی دے گا تم اس سے پانی طلب کرو گے وہ تمہیں پانی پلائے گا اور وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے گا۔ تم اسے بتا دینا کہ معاویہ کی حکومت تمہیں گرفتار کرنا چاہتی ہے کیونکہ تم اللہ رسولؐ اور امیر المومنینؑ کے پیروکار ہو۔ پھر تم اسے دعوت اسلام دینا۔ وہ تمہاری دعوت قبول کرے گا اور مسلمان ہو جائے گا۔ جب وہ کلمہ پڑھ لے تو تم اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنا، خدا کے فضل سے وہ بینا ہو جائے گا اور پھر یہ دونوں نو مسلم تیرے رفیق سفر ثابت ہوں گے اور

یہی دونوں تجھے غسل و کفن دے کر دفن کریں گے۔

جب تم دجلہ کے قریب پہنچو گے تو وہاں ایک گر جا ہوگا جس میں ایک ایسا شخص قیام پذیر ہوگا جس کے پاس مسیح کے علم کا کچھ حصہ ہوگا اور وہ تیرے رازوں کا امین ثابت ہوگا۔ پھر جب تو حکومتی دستہ کے گھوڑوں کی آواز سنے تو پھر گر جا میں چلے جانا۔ وہ عیسائی عالم تجھے پناہ دے گا اور جب تو گر جا میں قدم رکھے گا تو اس وقت وہ عیسائی عالم اپنے ایک شاگرد سے کہے گا کہ ابھی مسیح کے نزول کا زمانہ نہیں پہنچا۔ یہ شخص اُمتِ مصطفیٰ کا فرد ہے۔ حضرت محمدؐ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور ان کے وحی کوفہ میں شہید ہو چکے ہیں اور یہ شخص اس وحی محمدؐ کے حواریوں میں سے ایک ہے۔ پھر وہ عیسائی عالم بڑے ادب کے ساتھ تجھے کہے گا کہ آپؐ نے میرے ہاں آ کر میری عزت افزائی کی ہے۔ اب میں آپؐ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

اس وقت تم اس سے کہو گے کہ میرے ان دو شاگردوں کو اپنے ہاں پناہ دو اور گر جا کی چھت پر چڑھ کر دیکھو کہ آیا تمہیں وہاں سے کچھ دکھائی دیتا ہے؟ پھر وہ تجھے بتائے گا کہ کچھ گھڑسواروں کا دستہ ہماری طرف روانہ ہے۔ اس وقت تم گر جا چھوڑ کر دجلہ کے کنارے ایک غار میں جا کر چھپنے کی کوشش کرو گے۔ اس غار میں کچھ بدکار جنات کا بسیرا ہوگا اور جب وہ تجھے پہچان لیں گے تو ان میں سے ایک خبیث جن کا لاناگ بن کر تم پر حملہ آور ہوگا جس کی وجہ سے تمہارا گھوڑا بدک کر غار سے باہر آ جائے گا اور جب فوجی دستہ تیرے گھوڑے کو دیکھے گا تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ تم غار میں چھپنے کی کوشش کر رہے ہو۔

پھر تم غار سے نکل کر باہر کھلے میدان میں آ جاؤ گے اور ان سے جنگ کرو گے۔ اور کچھ افراد کو قتل کرو گے۔ اس کے بعد وہ تجھ پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور تجھے شہید کر دیں گے۔ شہادت کے بعد تیرا سر جدا کر کے نوکِ نیزہ پر سوار کریں گے اور تیرے سر کو معاویہ کے پاس شام روانہ کریں گے۔ تیرا سر تاریخِ اسلام میں پہلا سر شمار کیا جائے گا

جسے تشہیر کی غرض سے شہر بہ شہر پھرایا جائے گا۔

حضرت امیر المومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور یہ آپؑ کے دلائل امامت میں سے ایک دلیل ہے۔ (ہدایۃ الحسینی، ص ۹۲۔ ارشاد القلوب، ص ۲۸۰)

حبیب بن مظاہر اور میثم تمار کی گفتگو

حسینی نے اپنی اسناد کے ساتھ فضیل بن زبیر سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ ہم بنی اسد کے ڈیرے پر بہت سے افراد جمع تھے۔ اتنے میں میثم تمار ایک گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے گزرنے لگے کہ سامنے سے ایک گھوڑے پر حبیب بن مظاہر آرہے تھے۔ چنانچہ دونوں نے گھوڑے روک کر ایک دوسرے کو سلام کیا۔ میثم تمار نے کہا:

حبیب! میں ایک ایسے شخص کو پہچانتا ہوں جس کے سر پر بال کم ہیں اور جو خاصا کیم و شیم ہے جو باب ارزق کے پاس بیٹھ کر تربوز بیچتا ہے اسے آل محمدؑ کی محبت کے جرم میں صلیب پر چڑھایا جائے گا (یہ اشارہ انہوں نے اپنی طرف کیا)۔

یہ سن کر حضرت حبیب بن مظاہر اسدی نے کہا: میثم! میں بھی ایک سرخ رنگ والے شخص کو پہچانتا ہوں جو رسول خداؐ کے نواسہ کی مدد کرتے ہوئے شہید کیا جائے گا اور اس کے سر کو نوک نیزہ پر سوار کر کے کوفہ لایا جائے گا اور جو سر لے کر آئے گا اسے انعام دیا جائے گا (حضرت حبیب نے یہ اشارہ اپنی طرف کیا)۔

یہ کہہ کر دونوں جدا ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اہل مجلس نے ان دونوں کی گفتگو سن کر کہا: ہم نے ابو تراب کے اصحاب کو انتہائی عجیب پایا ہے۔ یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ابو تراب نے انہیں یہ علم دیا ہے۔

ابھی ہماری محفل ختم نہیں ہوئی تھی کہ رشید ہجری وہاں سے آئے اور انہوں نے ہم سے میثم و حبیب کے متعلق پوچھا۔ ہم نے بتایا کہ کچھ دیر قبل دونوں یہاں کچھ دیر کے لیے رکے تھے اور انہوں نے یہ یہ باتیں کیں۔ پھر دونوں یہاں سے چلے گئے۔

رشید ہجری نے کہا: اللہ میثم اور حبیب دونوں پر رحم کرے۔ حبیب کو یہ بات بھول گئی کہ اس کے سر لانے والے کو پہلی دفعہ انعام دینے کے بعد دوسری بار بھی ایک سو درہم دیا جائے گا۔

اہل مجلس نے رشید ہجری کی گفتگو سنی تو انہوں نے کہا کہ یہ ان سے بھی بڑا جھوٹا ہے۔ دن گزرتے رہے یہاں تک کہ انہی اہل مجلس نے یہ منظر دیکھا کہ میثم کو عمرو بن حریث کے دروازے پر صلیب پر لٹکایا گیا اور حبیب بن مظاہر اسدی فرزند رسولؐ کی نصرت کرتے ہوئے کربلا میں شہید ہوئے اور ان کا سر ابن زیاد لعین کے پاس لایا گیا۔ ابن زیاد نے سر لانے والے کو انعام دیا۔ کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ اسے بلا کر ایک سو درہم انعام دیا۔ اور یوں ان کی پیشین گوئیاں درست ثابت ہوئیں اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بزرگوں نے یہ پیشین گوئیاں اپنی طرف سے نہیں کی تھیں بلکہ انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے یہ پیشین گوئیاں سن کر بیان کی تھیں۔ (ہدایۃ الجھینی، ص ۴۹، مخطوط)

ابن ملجم کے لیے خدائی عذاب

راوندی نے اپنی اسناد سے ابوالقاسم حسن بن محمد المروف ابن الرقا سے نقل کیا۔ اس نے کہا: میں مسجد الحرام میں گیا تو میں نے مقام ابراہیمؑ کے پاس لوگوں کا ایک بڑا انبوه دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہاں مجمع کیوں لگا ہوا ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ ایک عیسائی راہب مسلمان ہوا ہے اور وہ زیارت کعبہ کے لیے آیا ہوا ہے۔ یہ سن کر میں بھی آگے بڑھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا بزرگ مقام ابراہیم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اُون کا جبہ اور اُونی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اس نے بیان کیا ایک دن میں اپنے صومعہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے گرجا سے باہر دیکھا تو گدھ کی طرح سے ایک بڑا پرندہ مجھے دکھائی دیا جو کہ ساحل سمندر کے قریب ایک چٹان

پر آ کر بیٹھا۔ پھر اس نے قے کی۔ اس کے منہ سے ایک انسان کا چوتھائی حصہ برآمد ہوا۔ پھر وہ پرندہ اڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ پرندہ دوبارہ اسی جگہ پر آیا اور اس نے قے کی۔ اس بار بھی ایک انسان کا چوتھائی حصہ اس نے اگلا۔ پھر وہ پرندہ اڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا اس نے قے کی۔ تیسری بار بھی اس نے انسان کا چوتھائی حصہ اگلا۔ پھر وہ اڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ پھر اسی جگہ پر آیا اور اس نے قے کی۔ چوتھی بار بھی اس نے ایک انسان کا چوتھائی حصہ اگلا۔

پھر میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ وہ کٹے ہوئے چاروں حصے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے اور ایک جیتا جاگتا انسان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ پرندہ آیا اور اس شخص پر جھپٹا اور اسے چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اس نے اس کا ایک چوتھائی حصہ نگل لیا۔ پھر تین مرتبہ وہ اتر اتر اور ہر بار چوتھائی حصہ نگلتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی چار پروازوں میں پورے انسان کو نگل لیا۔

کچھ دیر کے بعد میں نے پھر اس پرندے کو اسی جگہ اترتے ہوئے دیکھا۔ اس نے قے کی اور ایک انسان کا چوتھائی حصہ اگل دیا۔ الغرض وہ چار مرتبہ اتر اتر اور اس نے انسان کے پورے وجود کو اگل دیا۔ پھر اس شخص کے جسم کے حصے ایک دوسرے سے مل گئے اور وہ کھڑا ہو گیا۔

میں نے جرأت سے کام لیتے ہوئے قدم بڑھائے اور اس شخص کے قریب گیا اور میں نے اس سے کہا: تجھے تیرے خالق کا واسطہ مجھے بتا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ابنِ ملجم ہوں۔

میں نے کہا کہ تو نے کون سا گناہ کیا تھا؟

اس نے کہا: میں نے علی بن ابی طالبؑ کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو مجھ پر مسلط کر دیا جو ہر روز مجھے چالیس بار قتل کرتا ہے۔

نومسلم عیسائی نے کہا کہ ابھی میں اس لعین سے یہ باتیں ہی کر رہا تھا کہ وہ پرندہ

پھر نمودار ہوا اور اس نے اس کے جسم کے چار ٹکڑے کر دیئے اور ایک چوتھائی حصہ میرے ہوتے ہوئے نگل لیا۔ میں خوف کے مارے فوراً واپس آیا۔ پھر اس پرندے نے مزید تین چکروں میں اس کا پورا وجود نگل لیا۔

یہ منظر دیکھنے کے بعد میں اپنی خانقاہ سے باہر نکلا اور میں نے لوگوں سے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کون تھے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم، داماد اور ان کے وصی تھے۔ لہذا میں نے سوچا جس نبی کا وصی خدا کو اتنا پیارا ہے تو اس کا نبی کتنا پیارا ہوگا۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں مسلمان ہو گیا۔ (الخراج، ج ۱ ص ۲۱۶)

عباسی خلیفہ راضی باللہ کا خواب

راوندی نے اپنی اسناد سے ابوالحسن علی بن ہارون مخم سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ عباسی خلیفہ راضی باللہ ہمیشہ مجھ سے بحث کرتا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت علیؑ کی معاویہ کے متعلق پالیسی غلط تھی۔ اور میں ہمیشہ اس سے کہتا تھا کہ حضرت علیؑ کا ہر قول و فعل صحیح تھا اور ان سے زندگی میں کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی لیکن وہ میری بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔

پھر ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ ہمیں ان باتوں کے متعلق غور و خوض نہیں کرنا چاہیے اور اس نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ میں اپنے گھر سے نکل کر ایک سیرگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ میرے سامنے ایک شخص کو لایا گیا جس کا دھڑا انسان کا اور سر کتے کا تھا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ شخص علی بن ابی طالبؑ کو غلط کہتا تھا۔ لہذا اللہ نے اسے مسخ کر کے کتا بنا دیا۔

میں خواب سے بیدار ہوا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خواب مجھے میری غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے دکھایا گیا ہے۔ میں نے خدا کے حضور توبہ کی اور دل سے یہ عہد کیا کہ

آئندہ مجھ سے یہ غلطی سرزد نہ ہوگی۔ (الخراج، ج ۱، ص ۲۲۱)

امیر المومنینؑ کی قبر کا لوگوں کو کیسے علم ہوا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی وصیت میں فرمایا تھا کہ میری شہادت کے بعد مجھے نجف لے جانا اور میری چار پائی کے پچھلے حصے کو اٹھانا، اگلے حصہ کو ملائکہ اٹھائیں گے اور جب تم نجف پہنچو گے تو تمہیں وہاں ایک چمکدار چٹان سی دکھائی دے گی۔ تم اسے ذرا سا کھودو گے تو تمہیں وہاں بنی بنائی قبر دکھائی دے گی اور اس کے کنارے ایک تختی پر یہ عبارت کندہ ہوگی۔ اس قبر کو نوٹھ نے علی بن ابی طالبؑ کے لیے تیار کیا۔ تم مجھے میری قبر میں لٹا دینا۔ پھر قبر بند کر کے اس کا نشان بھی ختم کر دینا۔

حسین کریمینؑ نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کیا اور گھرانہ اہل بیتؑ کے علاوہ عام لوگوں کو حضرتؑ کی قبر کا نشان معلوم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اموی دور کا خاتمہ ہوا اور عباسی دور میں ہارون الرشید کوفہ آیا اور اس نے شکار کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ بہت سے شکاری کتوں کو لے کر کوفہ سے باہر آیا۔ اتفاق سے کتوں کی نظر ہرنوں پر پڑی تو انہوں نے ہرنوں کا تعاقب کیا اور ہرن بھی کتوں کے خوف سے تیز بھاگے اور بھاگتے بھاگتے وہ ایک ٹیلے پر آ کر چڑھے اور وہاں آ کر اطمینان سے بیٹھ گئے۔ کتے ٹیلے سے کچھ فاصلے پر آ کر رک گئے۔ ہارون نے کتوں کو بہت پچکارا مگر وہ ٹیلے پر نہ چڑھے۔ آخر کار چند آدمی ٹیلے پر چڑھے تو ہرن نیچے اترے۔ جیسے ہی وہ نیچے اترے تو کتوں نے ان کے تعاقب شروع کر دیا۔ پھر ہرن اسی ٹیلے پر چڑھ گئے اور آرام سے وہاں بیٹھ گئے۔ کتے ٹیلے کے نیچے کھڑے ہو گئے اور ٹیلے پر نہ چڑھے۔ تین بار ایسا ہوا لیکن ہر بار کتے نیچے آ کر رک جاتے تھے۔

یہ دیکھ کر ہارون کو بہت تعجب ہوا۔ اس نے بنی اسد کے ایک بوڑھے شخص کو طلب کر کے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہاں اہل

بیت کے کسی فرد کی قبر ہے لیکن اس سے زیادہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ آخر کار اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے رجوع کیا تو آپؑ نے فرمایا:

یہاں میرے جد نامدار حضرت امیر المومنین علیہ السلام مدفون ہیں۔ ہارون نے وہاں جا کر وضو کیا اور نماز پڑھی اور دعا مانگی۔ (الخراج، ج ۱، ص ۲۳۳)

قد تمت تلخیص معاجز امیر المومنین علیہ السلام بعون
الودود فله الحمد فی الاولی والاخرة والصلاة علی
رسوله واهل بیته الطاهرین وغضب اللہ علی اعدائهم
اعداء الدین -

78692110

فہرست کتب ادارہ منہاج الصالحین لاہور

☆	نام کتاب	ہدیہ
☆	تلاش حق	120
☆	ذکر حسینؑ	100
☆	برزخ چند قدم پر	120
☆	اسلامی معلومات	100
☆	محمد تاج محمد	100
☆	محمدؐ تا علیؑ	100
☆	سورج بادلوں کی اوٹ میں	120
☆	شہید اسلام	100
☆	قیام عاشورہ	50
☆	قرآن اور اہل بیتؑ	100
☆	دینی معلومات	45
☆	نوجوان پوچھتے ہیں کہ شادی کس سے کریں؟	25
☆	ظالم حاکم اور صحابی امام	10
☆	توضیح عزرا	200

100	☆	تفسیر سورہ فاتحہ
100	☆	مشعل ہدایت
150	☆	اسم اعظم
200	☆	سوگنامہ آل محمدؐ
250	☆	افکار شریعتی
150	☆	گفتار شریعتی
150	☆	سیرت آل محمدؐ
250	☆	110 بہترین مناظرے
200	☆	ٹاپ (10) خطباء
125	☆	سیرت رسولؐ
50	☆	بنی امی
240	☆	آسان مسائل (چار جلد)
100	☆	تاریخ جنت البقیع
100	☆	عمدة المجالس
25	☆	حقوق زوجین
15	☆	ارشادات امیر المومنینؑ
45	☆	صدائے مظلوم
30	☆	مراسم عروسی و محجرات بتولؑ

25	اسلامی پبلیاں	☆
25	لڑکی سونا لڑکا چاندی	☆
10	فکر حسینؑ اور ہم	☆
30	پیام عاشورہ	☆
25	معصومینؑ کی کہانیاں	☆
30	ارشادات مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ	☆
6	آزادی مسلم	☆
45	فقہ اہل بیتؑ	☆
100	صحیفہ پنجتن	☆
100	حرف احساس	☆
100	حسینؑ میرا	☆
150	جام غدیر	☆
100	زندہ تحریریں	☆
60	شاہکار رسالت	☆
200	محشر خاموش	☆
200	اسلام اور کائنات	☆
100	غریب ربذہ	☆
125	فطرت	☆